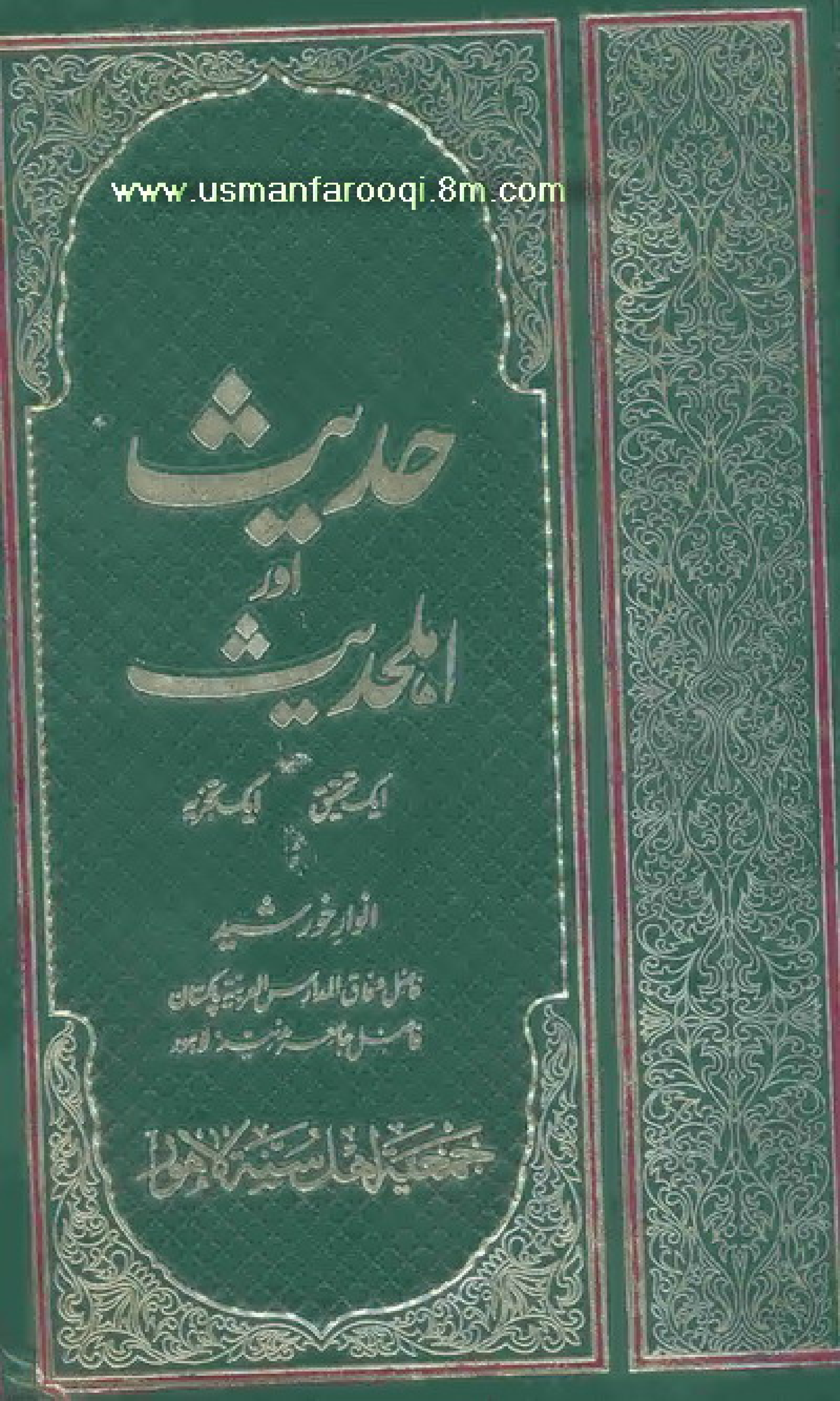

www.usmanfarooqi.8m.com
حدیث
اور
اہلحدیث
ایک تحقیق ایک تجزیہ
انوارِ خورشید
فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
جمعیۃ اہل السنۃ لاہور

نام کتاب: .... حدیث اہلحدیث

مصنف: .... انوار خورشید

صفحات: ۹۱۲

طبع عشرین: .... ذوالحجہ ۱۴۲۷ دسمبر ۲۰۰۶

ناشر: .... جمعیۃ اہل السنۃ لاہور

باہتمام: .... حافظ فہیم الدین

پریس: .... اصغر پرنٹنگ پریس



انتساب

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ

مؤسس جامعہ مدنیہ لاہور، (م ۱۴۰۸ھ)

بحر العلوم حضرت مولانا قاری عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ ——

استاذ جامعہ مدنیہ لاہور، (م ۱۴۱۲ھ)

کی ارواح مبارکہ کے نام ——

جن کی علمی و روحانی تربیت سے اس قابل ہو سکا

کہ اپنی یہ تالیف اہل علم کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

انوار خورشید

گزارشِ احوال

غیر مقلدین حضرات اختلافی مسائل سے متعلق چند احادیث سادہ لوح عوام کو دکھلا کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث پر فقط اہلحدیث عمل کرتے ہیں اور کوئی نہیں، اور حنفی لوگ تو حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور انکے پاس نماز سے متعلق احادیث ہیں ہی نہیں۔ کچھ بیچارے ان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور انہیں صحیح سمجھ کر اپنا موقف و مسلک تک بدل لیتے ہیں۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں اُن احادیث کو جمع کیا جائے جن پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین ان پر عمل کرنا تو کجا ان کے خلاف عمل کرتے ہیں، چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا البتہ یہ کام چونکہ انتہائی اہم تھا اس لیے اس میں کافی عرصہ لگ گیا، تاہم اللہ کے فضل و کرم سے اب یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ اس کتاب میں مسائل نماز سے متعلق طہارت سے لیکر جنازہ تک تقریباً ۹۰ عنوانات قائم کر کے ان سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ دیکھئے اس قدر کثیر تعداد میں یہ احادیث موجود ہیں جو ان کتابوں سے لی گئی ہیں جنکا حدیث کی امہات الکتب میں شمار ہوتا ہے۔ ان پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین نے انہیں پسِ پشت ڈال رکھا ہے، لہٰذا انکا یہ کہنا کہ احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات خود متنازع مسائل سے متعلق چند احادیث پر بزعمِ خویش عمل کر کے باقی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور دوسروں پر ترکِ حدیث کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کوشش میں ہم کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں یہ تو قارئین ہی بتا سکیں گے، اتنا ضرور ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ یہ بات نکھر کر سامنے آجائیگی کہ حدیث پر کون عمل کرتا ہے اور کون نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، وماعلینا الا البلاغ

انوار خورشید

سخن گفتنی

راقم الحروف بارگاہِ خداوندی میں بصد عجز و نیاز شکر و سپاس پیش کرتا ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے بندہ کی یہ حقیر کوشش "حدیث اور اہل حدیث" اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا پہلا ایڈیشن بغیر کسی اشتہار و تبصرہ کے ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، علماء طلباء اور عوام نے اسے قبولیت کے ہاتھوں لیا۔ راقم کی حوصلہ افزائی کی، قیمتی آراء و مشوروں سے نوازا۔ یہ کتاب جو غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کرنے کے لیے لکھی گئی ہے کہ —— حنفی احادیث کے بجائے امام ابو حنیفہؒ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کے پلّے احادیث نہیں ہیں —— اس کتاب نے جہاں غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کیا، اور بتلایا کہ احناف کثّر اللہ سوادہم کے پاس احادیثِ مبارکہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ ان احادیث ہی پر عمل کرتے ہیں، اور غیر مقلدین کا پروپیگنڈا غلط ہے۔

نیز اس کتاب سے جہاں بہت سے گم کردہ راہوں کو ہدایت ملی اور بہت سے لوگوں کے دلی اطمینان کا سبب بنی، وہیں اس سے غیر مقلدین کے حلقہ میں اضطراب اور بے چینی بھی پھیلی اور ان کے عوام اُن سے اس کے جواب کا مطالبہ کرنے لگے، غیر مقلدین نے اپنی خفت مٹانے اور اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ راگ الاپنا شروع کر دیا —— کہ یہ کتاب ہے اور اس میں سب حدیثیں ضعیف ہیں —— لیکن یہ ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا منصف مزاج شخص مطمئن نہیں ہو سکتا، مقامِ غور ہے کہ ایسی کتاب جس میں بیسیوں آیاتِ مبارکہ، صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ) اور ان کے علاوہ حدیث کی مستند و معتبر کتابوں سے ماخوذ احادیثِ مبارکہ اور معتبر متونِ فقہ میں منقول ائمہ مجتہدین کے اقوال ہوں۔ اس کے بارے میں یک لخت بلا دلیل یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ غلط کتاب ہے اور اس میں

سب حدیثیں ضعیف ہیں ؟ مہ ایں کار از تو می آید مرداں چنیں کنند، غیر مقلدین کی اس قسم کی باتوں سے ان کی بوکھلاہٹ کا اظہار تو ضرور ہوتا ہے لیکن کتاب کی افادیت اور اس میں اپنائے گئے موقف پر ذرا فرق نہیں پڑتا ——— یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ غیر مقلدین اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو چشم ما روشن دلِ ما شاد ضرور جواب لکھیں انہیں اس کا حق ہے لیکن جواب لکھنے والے چند باتوں کو ملحوظ رکھ کر جواب لکھیں تاکہ اس کا کچھ فائدہ ہو محض تضییع اوقات نہ ہو۔

(۱) جو صاحب جواب لکھیں اگر وہ اس کتاب میں مذکورہ احادیث پر جرح کریں تو جرح مفسر کریں اور جرح کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو نیز جارح ناصح ہونا چاہیئے نہ کہ متعصب، اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی ایسی جرح نہ ہو جو بخاری و مسلم کے راویوں پر ہو چکی ہو

(۲) جو صاحب جواب لکھیں وہ تدلیس، ارسال، جہالت، سارت جیسی جرحیں نہ کریں کیونکہ اس قسم کی جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں، اور متابع و شواہد اس کتاب میں پہلے ہی کثرت کے ساتھ ذکر دیئے گئے ہیں، ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر جو جواب دیا جائے گا وہ یقیناً درخور اعتنا سمجھا جائے گا ورنہ بے جا اور فضول باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہوگا۔

بفضل خدا اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس ایڈیشن میں بعض مقامات پر ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر مفید حواشی لگائے گئے ہیں اور پہلے ایڈیشن میں رہ جانے والی کتابت کی بہت سی اغلاط کو درست کروایا گیا ہے اس طرح یہ کتاب اپنی افادیت اور خوبی میں پہلے سے دوچند ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ وما علینا الا البلاغ

انوار خورشید

فہرست مضامین

نمبر شمار		صفحہ
	تقدیم	۲۰
	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توہین و تنقیص۔	۲۱
	حضرت امام ابو حنیفہؒ اکابر امت کی نظر میں۔	۲۸
	غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت۔	۳۴
	مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم۔	۳۷
	محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم۔	۴۰
	حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ۔	۴۲
	غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ۔	۸۳
	حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصولِ اجتہاد۔	۸۶
	چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر احادیث پر عمل کیا گیا ہے۔	۸۹
	غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت ؟	۹۸
	حنفی گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں ان سے نکاح جائز نہیں۔	۱۰۴
	بخاری شریف آگ ہیں، العیاذ باللہ۔	۱۰۶
	نواب وحید الزماں صاحب کی امام بخاریؒ پر تنقید۔	۱۰۷

	صفحہ
نواب وحیدالزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک راوی پر سخت تنقید۔	۱۰۷
بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں۔	۱۰۸
حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعہ افک کی روایت میں مرفوع القلم ہیں۔	۱۰۸
بخاری شریف میں موضوع روایت۔	۱۰۹
بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی جرح وتنقید	۱۰۹
امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید۔	۱۱۰
مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں۔	۱۱۰
شرح معانی الآثار مولوی عبدالعزیز مناظر ملتانی کی نظر میں۔	۱۱۱
غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے۔	۱۱۲
غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے۔	۱۲۹
غیر مقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد۔	۱۳۱
سبب تالیف۔	۱۳۲
کتاب کا طرز۔	۱۳۳
تالیف کتاب سے مقصود۔	۱۳۵

نمبر شمار		صفحہ
۱	تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہوجاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ۔	۱۳۷
۲	منی ناپاک ہے۔	۱۴۲
۳	شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل۔	۱۴۹
۴	مردار خون خنزیر سب ناپاک ہیں۔	۱۵۶
۵	کتا ناپاک ہے۔	۱۶۳
۶	حلال وحرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔	۱۶۶
۷	صرف پگڑی پہ مسح صحیح نہیں۔	۱۷۱
۸	وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔	۱۷۵
۹	وضوء شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں۔	۱۷۷
۱۰	گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے۔	۱۸۲
۱۱	بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے	۱۸۷
۱۲	قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔	۱۹۱
۱۳	نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔	۱۹۳
۱۴	شرم گاہ پر ہاتھ لگنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔	۱۹۷
	ایک نئی دریافت۔	۲۰۳
۱۵	اعضاء وضوء میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا (ناخن پالش کا مسئلہ)	۲۰۴
۱۶	پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔	۲۰۷
	ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔	۲۱۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے۔	۲۱۴
۱۸	تیمم میں دو ضربیں ہیں۔	۲۲۱
۱۹	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت۔	۲۲۶
۲۰	طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔	۲۲۹
۲۱	کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے	۲۳۲
۲۲	جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۵
۲۳	ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔	۲۳۸
۲۴	فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔	۲۴۰
۲۵	ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیے۔	۲۴۷
۲۶	تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔	۲۵۰
۲۷	بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔	۲۵۲
	فٹ بال کھیلنے کے لیے جمع بین الصلاتین۔	۲۵۸
	نوکری کے لیے جمع بین الصلاتین۔	۲۵۸
۲۸	اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں۔	۲۵۹
۲۹	تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا سنت ہے۔	۲۶۰
۳۰	نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔	۲۷۵
۳۱	تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانک اللّٰھم وبحمدک پڑھنا مسنون ہے۔	۲۸۵
۳۲	نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیے۔	۲۹۱
۳۳	امام کے پیچھے قرات نہیں کرنی چاہیے۔	۲۹۹
	خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کرتے تھے۔	۳۲۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۲۸
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۲۹
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول وعمل۔	۳۳۰
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول وعمل۔	۳۳۱
	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول وعمل۔	۳۳۳
	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۳۵
	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان۔	۳۳۵
	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول وعمل۔	۳۳۶
	حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فرمان۔	۳۳۷
	حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ کا قول وعمل۔	۳۳۸
	حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۳۹
	حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۳۹
	حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۰
	حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۰
	حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۰
	حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۱
	حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا فرمان۔	۳۴۲
	حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک۔	۳۴۲
	حضرت امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ اور اسحٰق بن راہویہ کا مسلک۔	۳۴۲
	حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک۔	۳۴۳
	امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی کی تحقیق۔	۳۸۲

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان۔	۳۴۳
	علامہ ابن تیمیہؒ کا فیصلہ۔	۳۴۳
۳۴	جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔	۳۵۳
۳۵	فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور ان رکعتوں میں فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے۔	۳۶۱
۳۶	نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔	۳۶۸
	حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔	۳۷۶
	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔	۳۷۷
	حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے۔	۳۷۸
	حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔	۳۷۹
	حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے۔	۳۷۹
	حضرت امام حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں۔	۳۸۰
	امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے کہیں۔	۳۸۱
	امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں۔	۳۸۱
۳۷	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے۔	۳۹۰
	خلفاء راشدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔	۴۰۳
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۰۴
	حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۰۵
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۰۶
	حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔	۴۰۷
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔	۴۰۸
	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا۔	۴۰۹
	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت میمون مکیؒ کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاکر حیرت سے سوال کرنا۔	۴۱۰
	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؒ کا فرمان۔	۴۱۱
	حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و تلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۱
	حضرت ابو اسحٰق سبیعی، حضرت امام شعبی اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۲

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتدائے نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۳
	حضرت قیسؒ بن ابی حازم بھی ابتدائے نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔	۴۱۳
	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ بھی صرف ابتدائے نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔	۴۱۴
	حضرت خیثمہؒ بھی صرف ابتدائے نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔	۴۱۴
	حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے	۴۱۴
	محدث اسحٰقؒ بن اسرائیل بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں۔	۴۱۵
	حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک۔	۴۱۵
	حضرت امام مالکؒ کا مسلک۔	۴۱۶
	ترک رفع یدین پر اہلِ مدینہ کا اجماع۔	۴۱۶
	ترک رفع یدین پر اہلِ کوفہ کا اجماع۔	۴۱۷
	ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع۔	۴۱۸
	کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع۔	۴۱۸
	رفع یدین کے مسئلے میں غیر مقلدین کی کذب بیانیاں اور بددیانتیاں۔	۴۲۸
۳۸	نماز میں جلسۂ استراحت نہیں کرنا چاہیئے۔	۴۳۶
	خلفاء راشدین جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۱
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۱
	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۲

نمبر شمار		صفحہ
	حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۲
	حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۲
	عام صحابۂ کرام جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۴
	حضرت ابن ابی لیلیٰؒ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۵
	حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۵
	عام مشائخ کا معمول تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔	۴۴۵
	حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔	۴۴۶
	خالد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ۔	۴۵۰
۳۹	نماز میں سجدے سے اُٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اُٹھنا چاہیئے۔	۴۵۰
	علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق۔	۴۵۳
۴۰	دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک مسنون نہیں ہے۔	۴۵۴
۴۱	پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔	۴۶۱
۴۲	فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دُعا مانگنا صحیح ہے۔	۴۶۸
۴۳	عورت اور مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے	۴۷۹
	غیر مقلدین سے ایک سوال۔	۴۷۹
۴۴	نابالغ کی امامت جائز نہیں۔	۴۹۰
۴۵	امام بہترین شخص ہونا چاہیئے۔	۴۹۶
۴۶	جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام جنبی	۵۰۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔	
۴۷	صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا۔	۵۰۸
۴۸	محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے۔	۵۲۰
۴۹	نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قراءت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔	۵۳۱
۵۰	نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے۔	۵۳۵
۵۱	وتر واجب ہیں۔	۵۴۴
۵۲	وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہیئں اور وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ واجب ہے۔	۵۵۳
	حضرت عمر فاروقؓ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۶۴
	حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔	۵۶۶
	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تین رکعت وتر کے قائل تھے۔	۵۶۶
	حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۶۷
	حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تین رکعت وتر کے قائل تھے۔	۵۶۷
	حضرت انسؓ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۶۹
	حضرت ابی بن کعبؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۷۰
	حضرت ابوامامہ باہلیؓ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔	۵۷۰
	حضرت سعید بن جبیرؒ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔	۵۷۱
	حضرت علقمہؒ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۷۱
	حضرت مکحولؒ بھی وتر تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔	۵۷۱
	حضرت ابوالعالیہؒ الریاحی بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۷۱
	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وتر کے متعلق فیصلہ۔	۵۷۲
	مدینہ طیبہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر کے قائل تھے۔	۵۷۲
	حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمدؒ کا فرمان۔	۵۷۳
	اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں۔	۵۷۴
۵۳	وتر میں دعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دعاء قنوت کے لیئے تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیئے۔	
	غیر مقلدین کا ایک جھوٹ۔	۵۹۳
	صادق سیالکوٹی صاحب کا دھوکہ اور خیانت۔	۵۹۴
۵۴	فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں۔	۵۹۶
۵۵	فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے۔	۶۰۹
۵۶	فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے	۶۱۶
۵۷	مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے۔	۶۲۳
۵۸	تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہیں۔	۶۳۰
	حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں تراویح بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔	۶۳۶
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔	۶۴۱
	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔	۶۴۲
	تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع۔	۶۴۳
	حضرت سوید بن غفلہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے۔	۶۴۵

نمبر شمار		صفحہ
	کا ادا کرنا ضروری ہے۔	
٦٠	سجدۂ سہو واجب ہے اور وہ (قعدۂ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے۔	٧٠١
٦١	مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں۔	٧١٠
٦٢	سجدۂ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے، بے وضو سجدۂ تلاوت جائز نہیں۔	٧١٢
٦٣	کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے۔	٧١٣
٦٤	مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرلے اس وقت تک قصر کرے گا۔	٧٢٣
٦٥	دورانِ سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	٧٢٦
٦٦	دورانِ سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔	٧٣٨
٦٧	گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔	٧٤١
٦٨	جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں۔	٧٦٤
٦٩	جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔	٧٨١
٧٠	جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں۔	٧٨٥
٧١	جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے مسنون ہے اور خطبۂ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔	٧٩٠
٧٢	خطبۂ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے۔	٨٠٦
٧٣	جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔	٨٢٣

نمبر شمار		صفحہ
٧٤	کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے۔	٨٣٢
	غیر مقلدین کو تکبیر صلوٰۃ سے چڑ ہے۔	٨٣٢
٧٥	عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چاہئیں۔	٨٤٣
٧٦	نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیئے باقی میں نہیں۔	٨٥٧
٧٧	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت بطور قرارت پڑھنا جائز نہیں۔	٨٦١
٧٨	نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں نہ کہ اونچی آواز سے۔	٨٧٧
٧٩	بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔	٨٨٢
	ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ذکر فرمائی ہے کہ" اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے"۔[1] اس دور پُرفتن میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے، مادر پدر آزاد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے ناآشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھل کر تنقید، اور طعن وتشنیع کرتے ہیں، اور اس میں کسی کے مرتبہ ومقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابۂ کرام، خلفاء راشدین ہوں یا اہل بیت عظام، تابعین وتبع تابعین ہوں یا ائمہ مجتہدین، اولیاء کرام ہوں یا علماء دین، اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں، دشمنان دین اگر یہ طرز عمل اختیار کریں تو ان کا کیا گلہ وشکوہ، حیرت واستعجاب کا مقام تو یہ ہے کہ آج کل تنقید کا عمل وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار، بلکہ اشاعت دین کا بلا شرکت غیرے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو تنہا اپنے آپ کو قرآن وحدیث پر عامل اور

[1] محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی ۔ جامع ترمذی ج۲ صہ ۴۲

تنہا خود کو قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت کرنے والا سمجھتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ ان کی تقریر وتحریر میں بے دھڑک اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل وتضحیک ہوتی ہے، حتی کہ اس تنقید سے صحابۂ کرام کا دامن بھی محفوظ نہیں رہتا، حد یہ ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار قدم آگے ہیں، ع ...

آنکہ پدر نہ کرد پسر تمام کند

وہ محترم شخصیات جن پر آج کل تنقید کا بازار گرم ہے، ان میں سے ایک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، نہ جانے غیر مقلدین کو حضرت امام صاحب سے کاہے کا بیر ہے کہ ان کا ہر چھوٹا بڑا حضرت امام صاحب کی ذات میں کیڑے نکالنے اور ان کی توہین وتنقیص کرنے میں مشغول ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ تخطئہ امام عالی مقام میں اگر انہیں شیعوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے، جیسا کہ اس کی شکایت حضرت شاہ اسحٰق صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی مرحوم نے کی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"مولوی نذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابوحنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی طرف مطاعن ائمہ فقہاء اور تجہیلات صحابہ کے مصروف ہے۔"[1]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین وتنقیص

غیر مقلدین حضرات آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور پمفلٹ شائع کرتے رہتے ہیں جو یا تو حضرت امام صاحب کے خلاف ہوتا ہے یا ان کی فقہ کے

[1] عبدالرحمٰن پانی پتی قاری ۔ کشف الحجاب صہ ۹

خلاف، اس میں ایسی سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے کہ پڑھ کر شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ غیر مقلدین کی اُن دل آزار عبارات کے ذکر کرنے کو جی تو نہیں چاہتا لیکن ان حضرات کا گھٹیا انداز دکھانے کے لیے دو چار عبارتیں نذر قارئین کی جاتی ہیں تاکہ انہیں غیر مقلدین کی ذہنیت کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکے۔

چنانچہ حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

" امام ابوحنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر اس باب کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی جو تکرار کی گئی ہے عند ابی حنیفۃ قال ابی حنیفۃ هذا مذهب ابی حنیفۃ وغیرہ وہ کون سے ابوحنیفہ ہیں۔

۱۔ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں، آپ کے باپ دادا مسلمان ہوئے تھے، چہ عجب کہ باقی مجوسی النسل نومسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور بآل عمر کینۂ قدیم ست عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں"۔ [1]

ملاحظہ فرمائیے حکیم صاحب نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بُرے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مجوسی النسل ہونے کو بطور طعن ذکر کیا ہے حالانکہ یہ کوئی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان ہو اس کے لیے اس کے باپ دادا کا غیر مسلم ہونا کوئی عیب نہیں، چہ جائیکہ جس کے باپ دادا بھی مسلمان ہوں ورنہ تو یہ طعن اسلاف میں سے کسی ایک پر نہیں سینکڑوں پر ہو سکے گا اور بات آگے

[1] فیض عالم : حکیم اختلاف امت کا المیہ ص ۳۷ - ۳۸

صحابہ کرام تک جا پہنچے گی مثلاً دیکھ لیجئے کہ خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی مجوسی النسل تھے کیونکہ آپ کے جد اعلیٰ بردزبہ فارس کے رہنے والے مذہباً مجوسی تھے؛ ______

______ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی مجوسی النسل تھے، لیکن آپ کے مجوسی النسل ہونے سے آپ کے مرتبہ و مقام میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا بلکہ آپ کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

دیکھا جائے تو کسی کو اس قسم کا طعنہ دینا خود اپنا ایمان خراب کرنے کے مترادف ہے کیونکہ حدیث میں کسی دوسرے کو اس قسم کا طعنہ دینے والے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ناراض ہونا آیا ہے، چنانچہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں۔ سوءِ اتفاق کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اونٹ زائد تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ وہ اونٹ صفیہ کو دے دو۔ انہ[illegible] یں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں ؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہیں گئے۔ [1]

مشہور مؤرخ پروفیسر اسلم صاحب اپنے ایک مضمون " مولانا حامد میاںؒ سے میری آخری ملاقات" میں رقمطراز ہیں :-

" راقم آثم نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کا ایک بھنگی چند سال ہوئے خاکروبوں میں بھرتی ہو کر سعودی عرب چلا گیا، وہاں قیام کے دوران میں وہ مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ اس نے حج بھی کیا اور اب وہ واپس آ چکا ہے۔ میں بھی اس

[1] احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ج ۴ ص ۳۴۷

سے مل چکا ہوں وہ اکثر لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کیا کرتا ہے کہ "ابو حنیفہ کو میرے سامنے لاؤ میں اسے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاؤں" اس کے بعد وہ یہ آیت پڑھا کرتا ہے۔ فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون، قبلہ میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ایک جنگلی سے یہی امید رکھنی چاہیئے، راقم آثم نے عرض کیا کہ مولوی احسان الٰہی ظہیر کے ساتھ حادثہ بم میں جاں بحق ہونے والے ایک مولوی صاحب کا نام اشتہار میں یوں لکھا جاتا تھا: شیر ربانی مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی[1] خطیب اعظم کاموں کی، میں نے ایک شخص سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان کا پورا نام لینے سے پہلے تو مسافر کاموں کی سے گزر جاتا ہے، یہ خطیب اعظم کاموں کی بھی "حنفیاں کے ابا" کو اپنی تقریروں میں کوسا کرتے تھے اور انہیں دین کے مسائل سمجھانے کی آرزو دل ہی میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے"[2]

۱؎ یہ مولوی صاحب غیر مقلدین کے معروف مقرر، خطیب اور ادیب تھے، غیر مقلدین نے ان کے خطبات کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس کا نام ہے "خطبات شہید اسلام" ان خطبات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب علم سے بالکل تہی دست تھے، ان خطبات میں ایسی باتیں موجود ہیں جنکا علم و تحقیق سے دور کا بھی واسطہ نہیں چند باتیں ملاحظہ فرمائیں، (۱) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں حضرت حسنؓ کے بیٹے قاسم کی شادی بھی میدان کربلا میں محرم میں ہوئی تھی۔ بیٹی حسینؓ کی ہے بیٹی کا نام ام کلثوم ہے اور بیٹا حسنؓ کا ہے بیٹے کا نام قاسم اور نکاح حسینؓ نے پڑھایا ہے" (خطبات شہید اسلام ص۱۰۲) یعنی غالباً یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی بیٹی ام کلثوم نامی نہیں ہے جس کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ قاسم سے شادی ہوئی ہو —— (باقی اگلے صفحہ پر)

حال ہی میں کراچی سے غیر مقلدین نے پہلے عربی پھر اردو میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا انداز اس قدر گھٹیا اور زبان اتنی غلیظ ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، اس کتاب میں ائمہ حدیث کی طرف منسوب کر کے ایسی ایسی موضوع و من گھڑت روایات ذکر کی گئی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ہم یہاں اس کتاب کے چند عنوانات ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کتاب کے مصنف کی گندہ ذہنی کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ:

(۲) "خطبہ عید الاضحیٰ" میں فرماتے ہیں "اَضْحیٰ اُضْحِیَۃ کی جمع ہے" (خطبات شہید اسلام ص۱۳۶) یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اَضْحیٰ اُضْحِیَۃ کی جمع نہیں بلکہ اَضْحَاۃ کی جمع ہے اُضْحِیَہ کی جمع اَضَاحِی آتی ہے (۳) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں "اگر سر پہ پگڑی یا ٹوپی ہے، تو اس کے اوپر مسح ہو سکتا ہے۔ موزوں اور جرابوں پر بھی مسح ہو سکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے" المسح علی الجوربین" جرابوں پر مسح کرنا" (خطبات شہید اسلام ص۲۳۶) مولوی صاحب کی یہ بات انتہائی غلط ہے، پوری بخاری شریف پڑھ جائیے کہیں آپ کو باب المسح علی الجوربین' نہیں ملے گا۔ مولوی صاحب نے بخاری شریف میں خود ساختہ باب کا اضافہ فرمایا ہے ورنہ بخاری شریف میں یہ باب نہیں ہے، مولوی صاحب کے انداز خطاب کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں "مجھے ایک آدمی کہتا ہے یزدانی صاحب:۔ ہاتھ باندھنے میں بڑا اختلاف ہے ہم کہاں ہاتھ باندھیں؟ میں نے کہا اگلی طرف تو استعمال ہوگئی ہے آپ پیچھے باندھ لیا کرو" (خطبات شہید اسلام ص۲۱) یہ ہے مولوی صاحب کا مبلغ علم اور انداز خطاب کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور آرزو تھی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مسائل سکھانے کی، سچ ہے ؎

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے
فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

۲؎ ماہنامہ بینات ج ۵۰ شمارہ [illegible]

ملاحظہ فرمائیے:

" ابوحنیفہ کے مثالب (زخم جو انہوں نے امت کو دیئے)"۔ [1]

" ابوحنیفہ کے فضول اور قبیح اقوال کے بیان میں"۔ [2]

" ابوحنیفہ کی رائے کی مذمت اور اس سے بچنے کے بیان میں"۔ [3]

" ابوحنیفہ اور ہوس جاہ"۔ [4]

" ابوحنیفہ اور اس کا نسب"۔ [5]

ان عنوانات کے تحت جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کے ذکر کرنے کا ہماری زبان وقلم کو یارا نہیں ہے۔

غیر مقلدین کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو بغض و عناد ہے، اس کے صرف چند حوالے بطور مشتے نمونہ از خروارے ذکر کئے گئے ہیں، تمام کا تذکرہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

ان حضرات کا یہ جارحانہ بلکہ گستاخانہ انداز ایسا ہے جس سے پرائے تو پرائے ان کے بعض معتدل مزاج بزرگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور انہوں نے ان لوگوں کے اس طرز عمل پر اظہار افسوس کیا، چنانچہ مشہور مورخ اسحٰق بھٹی صاحب مولانا داود غزنوی مرحوم کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہلحدیث کی

[1] محمد بن عبد اللہ الظاہری السندی — امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۲۳
[2] " " " — " " " ص ۲۸
[3] " " " — " " " ص ۴۵
[4] " " " — " " " ص ۵۵
[5] " " " — " " " ص ۵۸

تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی، بڑے دردناک لہجے میں فرمایا:

مولوی اسحٰق: جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ یا غربۃ العلم انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" [1]

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا:

" دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے" [2]

قارئین محترم! حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستی ہیں، جن کی جلالت شان، امامت و فقاہت اور فضل و کمال کو بڑے بڑے اساطین علم وفضل اور کبار فقہاء و محدثین نے تسلیم کیا ہے۔ ہم تبرکاً چند اکابر ائمہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ اکابر علماء امت جس ہستی کے

[1] حضرت مولانا داود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، ترتیب و تحریر سید ابوبکر غزنوی ص ۱۳۶
[2] " " " " " ص ۸۶

بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں اس ہستی کے ساتھ غیر مقلدین کا کیا رویہ ہے،

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمانے لگے۔

"هذا ابوحنيفة العراقی لوقال هذه الاسطوانة من ذهب لخرجت كما قال لقد وفق له الفقه حتی ما عليه فيه كبير مؤنة" [له]

یہ ابوحنیفہ ہیں عراق کے رہنے والے، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے انہیں فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا مشقت نہیں ہوئی،

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"قيل لمالك بن انس هل رأيت ابا حنيفة؟ قال نعم رأيت رجلا لو كلمك فی هذه السارية ان يجعلها ذهبا لقام بحجته" [له]

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھا ہے وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے اس ستون کے سونا ثابت کرنے کے دلائل بیان کریں تو وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔

له حسین بن علی الصیمری: المحدث — اخبار ابی حنیفة واصحابہ ص ۳

له ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی — تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۷

(۳) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"من اراد ان يعرف الفقه فليلزم ابا حنيفة واصحابه فان الناس كلهم عيال عليه فی الفقه" [له]

جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے۔

"مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَفْقَهَ مِنْهُ" [له]

میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

(۴) حضرت ابوبکر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

"لم يصح عندنا ان ابا حنيفة قال القرآن مخلوق"

ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ ابوحنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ، اے ابو عبداللہ (یہ امام احمدؒ کی کنیت ہے) ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، فرمانے لگے،

"سبحان الله هو من العلم والورع والزهد وايثار الدار الآخرة

سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی

له ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی — تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶

له حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردری — مناقب ابی حنیفہ ص ۹۹

بمجلٍ لو يدركه فيه احد" [1]	کی رسائی نہیں۔

(۵) حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ما مقلت عيني مثل ابي حنيفة" [2]	میری آنکھ نے ابوحنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے۔

"العلماء ابن عباس في زمانه والشعبي في زمانه وابو حنيفة في زمانه والثوري في زمانه" [3]	علماء تو یہ تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے زمانے میں، امام شعبی رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اور سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنے زمانے میں"۔

(۶) شیخ الاسلام والمسلمین حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"كان ابو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه سمعت كل من ادركته من اهل	ابوحنیفہؒ پرہیزگار، پاکیزہ صفات، زاہد، عالم، زبان کے سچے، اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، میں نے ان کے معاصرین میں

[1] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ — مناقب الامام ابی حنیفۃ ص ۲۷

[2] " " " " — " " " ص ۱۹

[3] محدث صیمریؒ — اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۷۶

زمانه يقول انه ما رأى افقه منه" [1]	سے جتنے لوگوں کو بھی پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ اس نے ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

(۷) امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وانه والله لَاَعلم هٰذه الامة بما جاء عن الله ورسوله" [2]	واللہ ابوحنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

(۸) سید الحفاظ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ایک بار ان کے شاگرد احمد بن محمد بغدادی نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔

"عدلٌ ثقةٌ ما ظنك بمن عدله ابن المبارك ووكيع" [3]	سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی ابن مبارکؒ اور وکیعؒ نے توثیق کی ہے۔

(۹) امام اہل بلخ حضرت خلف بن ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"صار العلم من الله تعالى الى محمد	اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، آپ کے

[1] محدث صیمری — اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۳۶

[2] مسعود بن شیبۃ سندی متوفی فی القرن السابع — مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۳۴

[3] حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردری — مناقب ابی حنیفۃ ص ۱۰۱

صلی اللہ علیہ وسلم ثم صار الی اصحابہ ثم صار الی التابعین، ثم صار الی ابی حنیفۃ واصحابہ فمن شاء فلیرض ومن شاء فلیسخط" لہ

بعد آپ کے صحابہ کو، صحابہ کے بعد تابعین کو، پھر تابعین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا اس پر چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض۔

(۱۰) محدث ...... عبداللہ بن داؤدؒ الخریبی فرماتے ہیں۔

"مایعیب ابا حنیفۃ الا احد رجلین جاھل لا یعرف فضل قولہ او حاسد لم یقف علی علمہ فحسدہ" ٢ہ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عیب گوئی دو آدمیوں میں سے ایک کے سوا کوئی نہیں کرتا، یا تو جاہل شخص جو آپ کے قول کا درجہ نہیں جانتا یا حاسد جو آپ کے علم سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے حسد کرتا ہے

نیز فرماتے ہیں:-

"یجب علی اھل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفۃ فی صلوٰتھم قال وذکر حفظہ علیھم السنن والفقہ" ٣ہ

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہؒ کے لیے دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے حدیث وفقہ کو ان کیلئے محفوظ کیا ہے۔

لہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی — تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۹

٢ہ ابوعبداللہ حسین بن علی الصیمری — اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۷۹

٣ہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی — تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"لولا ان اللہ قد ادرکنی بابی حنیفۃ وسفیان لکنت بدعیا" لہ

اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا،

(۱۲) امام ذہبی رحمہ اللہ "تذکرۃ الحفاظ" میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں۔

"ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق ...... وکان اماما، ورعا، عالما عاملا متعبدا کبیر الشان" ٢ہ

ابوحنیفہ امام اعظم اور عراق کے فقیہ ہیں .... وہ امام، پرہیزگار، عالم باعمل، انتہائی عبادت گزار، اور بڑی شان والے تھے۔

(۱۳) حافظ عماد الدین بن کثیر رحمہ اللہ حضرت امام صاحب کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

"الامام، فقیہ العراق، احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام، احد ارکان العلماء، احد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاھب المتبوعۃ" ٣ہ

وہ امام ہیں، عراق کے فقیہ ہیں، ائمہ اسلام اور بڑی شخصیات میں سے ایک شخصیت ہیں، ارکانِ علماء میں سے ایک ہیں، ائمہ اربعہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے ان میں سے ایک امام ہیں۔

لہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعی — مناقب الامام ابی حنیفہ ص ۱۸

٢ہ " " " " — تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۸

٣ہ عماد الدین بن کثیر الشافعی — البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۰۷

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق مذکورہ چند اکابر اعلام کے چیدہ چیدہ
اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں کے اقوال، کتب
تاریخ و تذکرہ میں موجود ہیں جن سے حضرت امام صاحبؒ کی فضیلت و منقبت،
عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحب کے بارے میں ان اقوال
کے موجود ہوتے ہوئے غیر مقلدین کا اُن پر طعن و تشنیع کرنا، ان کی عیب جوئی اور
عیب گوئی کرنا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس دَرَدْ   میلش اندر طعنۂ پاکاں زَنَدْ

غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت

جس طرح غیر مقلدین، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض و عداوت
رکھتے ہیں، ایسے ہی انہیں فقہ حنفی سے بھی شدید نفرت ہے، ان کے چھوٹے
بڑے وقتاً فوقتاً فقہ حنفی کے خلاف لکھتے رہتے ہیں، اور یہ تو ان کے ہر فرد کے
زباں زد ہے کہ "فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے"۔ بعض غیر مقلدین تو
فقہ حنفی کے خلاف نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں، فقہ حنفی کے
خلاف غیر مقلدین کی چند تحریرات نذر قارئین کی جاتی ہیں۔

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:۔

"میں مکرر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفیہ
کے نام سے جو اَسفار لہو الحدیث (دل بہلانے والی باطل باتوں، ناقل)
کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کو گمراہ کرنے کا
موجب بن رہا ہے اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے
تعلق نہیں رکھتا" [1]

[1] فیض عالم: حکیم - اختلاف امت کا المیہ ص ۱۴

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج فقہ حنفی کی آڑ میں جو مجموعہ اسفار
لہو الحدیث ہمارے ہاں مروج اور شائع ہے اس میں ایک حرف بھی
سیدنا امام ابوحنیفہؒ سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور نہ آج تک کوئی ثابت
کرنے کی جرأت کر سکا ہے، اس مقام پر بے اختیار سبائیت کی اس
ڈاکہ زنی اور رفض کی اس نقب زنی کی داد دینے کو جی چاہتا ہے" [1]

حکیم صاحب کی طرح ان کی جماعت کے اور بہت سے حضرات بھی یہی دعویٰ کرتے
ہیں، مگر ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کی تردید کے لیے حضرت امام صاحب کی
مسانید اور کتاب الآثار، نیز آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد و قاضی ابو یوسف رحمہما اللہ
کی کتب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ سب کتب بحمد اللہ شائع ہو چکی ہیں ان کا مطالعہ کر کے
دیکھ لیا جائے کہ فقہ حنفی کے مسائل اُن کتب میں بروایت امام ابوحنیفہؒ پائے جاتے
ہیں یا نہیں؟

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مولوی عبدالستار صاحب اپنے والد مولوی
عبدالوہاب صاحب کی اسلامی خدمات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے زمانہ کے بخاری نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم
سے تحصیل علم کے بعد ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کی بنیاد شہر
دہلی میں قائم کر کے خالص درس قرآن وحدیث شروع کیا اور دیگر علوم
آلیہ وعقلیہ منطق و فلسفہ، فقہ مروجہ وغیرہ کے ڈھول کا پول کھولنا شروع
کیا اور قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل عقیدہ رکھنا رکھانا
سخت جرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے

[1] فیض عالم: حکیم - اختلاف امت کا المیہ ص ۲۱۲

بالکل منافی ہیں، کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے۔ [1]

مزید لکھتے ہیں:-

"شرک و بدعت کی وہ چھاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید نا سدید کا وہ کھوج کھوتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل جو قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے کہ باید و شاید"۔ [2]

غیر مقلدین کے مشہور مناظر مولوی طالب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں۔

"فقہ حنفی (جسے آپ کے علماء اس ملک میں بطور قانون نافذ کرنے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف ہیں) اتنے گندے مسائل سے بھری پڑی ہے کہ قلم کی نوک اور ہماری زبان اس بات کی متحمل نہیں کہ انہیں ضبط تحریر۔ یا نوک زبان پر لایا جاسکے کیونکہ یہ تو وہ فقہ ہے کہ جب یہ مصطفیٰ کمال پاشا کے ملک میں رائج تھی تو اس کی گمراہی کا سبب بنی اور اسی کے مسائل سن سن کر اسے اسلام سے نفرت ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کی ایم۔ اے اسلامیات کی طالبات نے اس فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کے متعلق کچھ یوں اظہار خیال کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہمیں سو سلام منظور ہے"۔ [3]

مولوی طالب الرحمٰن نے اس کتاب میں فقہ و اہل فقہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے

---

[1] عبدالستار مفتی - خطبہ امارت ص۱۳ مشمولہ رسائل اہلحدیث ج دوم

[2] عبدالستار مفتی - خطبہ امارت ص ۱۵-۱۶

[3] اصلی حنفی نماز ص۴ ؛ شائع کردہ شبان اہل سنت ملتان۔

وہ ہمارے لیے ضبط تحریر سے باہر ہے اس لیے ان کے ایک ہی حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور مناظر مولوی ابوالحکیم اشرف سلیم صاحب نے فقہ حنفی کے خلاف اپنی ایک کتاب کے ٹائٹل پر یہ عبارت درج کی ہے "کتاب ہذا میں محمد رسول اللہ کی احادیث مبارکہ اور فقہ حنفیہ کو فیہ کے بے بنیاد عقائد اور شرمناک مسائل کا علمی تحقیقی موازنہ کیا گیا ہے"۔

مولوی صاحب اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس کے آخری حصے میں خالص فقہ حنفیہ کے یکسر گمراہ کن، شرمناک، انسانیت سوز، موجب لعنت، خود ساختہ، غیر معتبر، غیر مستند، مخرب اخلاق، عقائد باطلہ کا بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ پکار اٹھیں گے کہ واقعی مقلدین احناف کی فقہ حنفیہ کے پرخچے اڑ گئے اور قرآن و حدیث کا پرچم لہرا رہا ہے"۔ [1]

اس کتاب میں مولوی صاحب نے جو بیہودہ عنوانات قائم کر کے ان پر حاشیہ آرائی کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر مقلدین کے معروف مصنف، مقرر اور مناظر ہیں، احناف کے خلاف اشتہار بازی اور چیلنج بازی ان کا عام مشغلہ ہے۔ ان اشتہارات اور چیلنجز کے اندر کس قدر جھوٹ اور فریب ہوتا ہے وہ تو ہم اس وقت زیر بحث نہیں لاتے، اس وقت قارئین کو صرف یہ بتلانا ہے کہ یہ مولوی صاحب جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے

---

[1] مولوی اشرف سلیم - احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۲

کے درپے ہیں۔ اُن کا اپنا مبلغ علم کیا ہے، تفصیل میں جائے بغیر صرف ایک حوالہ عرض ہے۔

مولوی صاحب موصوف فلسفۂ معراج بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اس کی شان و مرتبہ کے مطابق معراج کرائی، حضرت آدمؑ کو جنگل میں مقام توبہ پر معراج کرائی، حضرت نوحؑ کو جبل جودی کے مقام پر معراج کرائی، حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں معراج کرائی، حضرت اسماعیلؑ کو چھری کے نیچے معراج کرائی اور حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر معراج کرائی"۔ [۱]

قارئین اس عبارت کو بغور پڑھیے اور داد دیجئے مولوی صاحب کے علم و تحقیق کی، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب معراج کے معنیٰ سے بھی واقف نہیں، بس تقریری ترنگ میں ہر نبی کو معراج کروا رہے ہیں، دوسرے اس پر بھی غور کیجئے مولوی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں صلیب پر معراج ہوئی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک وہ صلیب پر چڑھے تھے اور انہیں سولی دی گئی تھی؛ حالانکہ یہ نظریہ یہود و نصاریٰ کا تو ہے اہلِ اسلام کا نہیں اور یہ نظریہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۴ : ۱۵۷	اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سُولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی اُن کے آگے۔

جن کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر معراج کرواتے

[۱] مولوی اشرف سلیم ۔ میزان المتکلمین صفحہ ۱۳۶

ہیں، جو قرآن وحدیث کے بنیادی عقائد سے بھی واقف نہیں جو خود قرآن وحدیث کے خلاف لکھ رہے ہیں وہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور اُن کی فقہ کے خلاف لکھتے ہیں ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

ہم نے فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی تحریرات کے صرف دو چار حوالے بطور نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ان کی اکثر کتب اسی قسم کی عبارات سے بھری پڑی ہیں فقہ حنفی کے خلاف لکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے، ایسے لگتا ہے کہ انہوں نے فقہ حنفی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اپنا مشن بنالیا ہے تاکہ سادہ لوح عوام کو فریب دے کر فقہ حنفی سے متنفر کر سکیں، پہلے بھی ان کے بڑوں نے فقہ حنفی کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور آج بھی یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی عقل و شعور سے عاری غیر مقلد فقہ حنفی کے خلاف لکھتا رہتا ہے اور یہ اس کا، کوئی نئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ بڑوں کی پٹاری سے چرا کر اپنے نام سے شائع کر دیتا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق امام صاحب اور فقہ حنفی کے خلاف پاک و ہند میں پہلی کتاب "استقصاء الافحام" لکھی گئی ہے اس کے مصنف ایک غالی قسم کے شیعہ حامد حسین کنتوری (متوفی ۱۳۰۶ھ) تھے، ان کا مشغلہ ہی ائمہ اہل سنت اور ان کی کتب کی تردید کرنا تھا، بعد میں جو کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں انہیں اسی کتاب کا چربہ سمجھ لیں، یا اس کتاب کو ان کا ماخذ کہہ لیں [۱]

[۱] ہماری اس بات کی تصدیق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس تبصرہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے فقیر محمد جہلمی کی کتاب السیف الصارم پر تبصرہ میں کی ہے موصوف لکھتے ہیں "امام الائمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو اعتراضات و مطاعن اخبار اہل الذکر (غیر مقلدین کا اخبار ہے۔ ناقل) میں مشتہر کئے گئے ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

اس کتاب کے بعد فقہ حنفی کے خلاف ایک دوسری کتاب "ظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین" کے نام سے لکھی گئی۔ اس کے مصنف ہری چند بن دیوان چند کھتری تھے جو بعد میں مسلمان ہو کر غلام محی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم

ان کا مبلغ علم کیا تھا۔ اس کے متعلق ترجمان اہلحدیث مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی زبانی سنئے، موصوف محمد احسن امروہی مرزائی سابق غیر مقلد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اس کی تمثیل میں ایسے بہت اشخاص کو پیش کر سکتے ہیں جنکو ہمارے مہربان منشی صاحب بھی مولوی نہ کہیں گے، اور معہذا وہ صاحب تصانیف ہیں۔ ازاں جملہ ایک شخص محی الدین مرحوم تاجر کتب لاہور ہیں جو بڑی بڑی ضخیم کتب ظفر المبین اور بلاغ المبین وغیرہ ہمارے شاگردوں غلام حسین لاہوری اور اردو تراجم کی مدد سے تصنیف کر کے تمام ملکوں میں شائع کر گئے ہیں اور ان تصانیف کو دیکھ کر پنجاب سے باہر اور دور کے بلاد ہندوستان، بنگال، مدراس، بمبئی، برہما، آسام، رنگون وغیرہ کے لوگ ان کو مولوی و عالم سمجھتے ہیں، اور در حقیقت وہ

بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ: یہ سب کے سب ہفوات بلا استثناء اکاذیب و بہتانات ہیں جن کا ماخذ زنادقہ اور معترضین کے لیے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب " استقصاء الافحام اور استیفاء الانتقام فی نقض منتہی الکلام " کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (مالک امام بخاری وغیرہ کو نہیں چھوڑا - ایک ایک کا نام لے کر کئی کئی ورقوں بلکہ جزوں کو سیاہ کر ڈالا ہے" (السیف الصارم لمنکر شان امام الاعظم ص ۱۰۲)

بیچارہ میزان، منشعب بھی پڑھے نہ تھے، اور ماضی مضارع کے معنی نہ جانتے تھے، اور اس امر کو آپ بھی جانتے اور مانتے ہوں گے، نہیں جانتے تو لاہور اور امرتسر کے لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں، اور خود بلاغ المبین کی مشمولہ اور ملحقہ تقریظ مولوی ابو عبد اللہ غلام علی قصوری مرحوم کو دیکھ سکتے ہیں، اس میں مولوی صاحب مرحوم مقام تعریف کتاب میں اس امر کو جتا چکے ہیں"۔ [1]

جس کتاب کے مصنف کا مبلغ علم یہ ہو کہ اسے علم صرف کی معمولی کتابیں بھی نہ آتی ہوں جیسے ماضی، مضارع کے معنی بھی معلوم نہ ہوں، اس کتاب میں جو کچھ ہو گا ظاہر ہے کہ وہ عقل و خرد سے دور اور علم و تحقیق سے گرا ہوا ہو گا۔

وکیل اہلحدیث مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے تبصرہ کے بعد ہم اس کتاب پر مزید تبصرہ کئے بغیر آگے چلتے ہیں۔ " ظفر المبین" کے بعد فقہ حنفی کے خلاف " حقیقت الفقہ" لکھی گئی۔ اس کے مصنف محمد یوسف جے پوری صاحب ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں جس قدر دجل و تلبیس، خیانت اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ شاید ایسی جرأت دشمنان دین میں سے بھی کسی نے نہ کی ہو، سچ یہ ہے کہ جے پوری صاحب کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ سے جو بغض و عناد ہے اس کا جتنا مظاہرہ وہ کر سکتے تھے اس کتاب میں انہوں نے اس کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ جے پوری صاحب نے اس کتاب میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اکابر کے حوالے سے جو زہر اگلا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ تھوڑا سا تجزیہ عوام کے سامنے پیش کریں، تاکہ مصنف کی دیدہ دلیری، خیانت اور دھوکہ دہی سامنے آسکے، اور سادہ لوح

[1] محمد حسین بٹالوی: مولوی -- اشاعت السنۃ ج ۱۴ شمارہ ۱۲ ص ۳۵۴

عوام پر جو اس کی مرعوبیت ہے وہ ختم ہو۔

حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ

نمبر۱ جے پوری صاحب نے حقیقت الفقہ میں ایک سرخی قائم کی ہے "حنفی مذہب کی حالت" اس سُرخی کے تحت انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حدیث میں قلیل البضاعت یعنی انتہائی کم علم، اور اُن کا پایہ حدیث میں گرا ہوا ثابت کرنے کے لیے، نیز انہیں مجروح قرار دینے کے لیے مختلف عنوانات قائم کرکے تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے، ایک عنوان اس طرح قائم کیا ہے۔" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"تاریخ ابن خلدون جلد اصل ۳۷ میں ہے کہ فابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ یقال بلغت روایتہٗ الی سبعۃ عشر حدیثا او نحوھا،

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں"۔ ؎۱

جے پوری صاحب، ابن خلدون کی یہ عبارت ذکر کرکے بزعم خویش یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حدیث میں پایہ گرا ہوا تھا، لیکن ابن خلدون کی اس عبارت سے امام صاحبؒ کا علم حدیث میں پایہ گرا ہوا ثابت کرنا خود فریبی اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں، اس لیے کہ اول تو جے پوری صاحب نے ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے، جے پوری صاحب ترجمہ کرتے ہیں کہ" امام ابوحنیفہؒ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں"

؎۱ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص۸۸

حالانکہ صحیح ترجمہ اس طرح ہے۔

"ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایت (یعنی مرویات) سترہ تک پہنچتی ہیں"۔

دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اصول حدیث سے جسے ذرا بھی مَس ہوگا وہ دونوں ترجموں کے فرق کو بخوبی سمجھ لے گا، عوام کے لیے ہم تھوڑی سی وضاحت کئے دیتے ہیں، دیکھئے ایک ہوتا ہے استاذ سے حدیث حاصل کرنا اسے کہتے ہیں تحمل حدیث اور اخذ حدیث، اور ایک ہوتا ہے استاذ سے پڑھی ہوئی احادیث آگے شاگردوں کو پڑھانا اسے کہتے ہیں ادائے حدیث اور روایت حدیث، ابن خلدون کے ذکر کردہ قول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب نے آگے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سترہ تک پہنچتی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ امام صاحب نے حدیثیں کل سترہ پڑھی ہیں، روایت حدیث میں قلیل ہونا کوئی عیب نہیں ہے، کیونکہ اس سے علم حدیث سے ناواقفی یا واقفیت کا تھوڑا ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے محدث وفور علم کے باوجود حزم واحتیاط کی بنا پر حدیث کی آگے روایت کم کرے، ورنہ تو جو اعتراض حضرت امام صاحبؒ پر کیا جاتا ہے اس سے خلفاء راشدین بالخصوص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر اجلّہ صحابہ کرام بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کی مرویات بھی دیگر صحابہ کرام کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ جے پوری صاحب اگر ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ صحیح کرتے تو اعتراض کا کوئی پہلو نہ نکلتا۔ لیکن انہوں نے یا تو جان بوجھ کر یا عربی سے نابلد ہونے کی بنا پر غلط ترجمہ کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اعاذنا اللہ منہ

دوسرے جے پوری صاحب نے تاریخ ابن خلدون سے اپنے مفید مطلب عبارت نقل کی ہے اور آگے پیچھے سے ساری عبارت دیدہ ودانستہ چھوڑ دی ہے

کیونکہ اس سے بنار اعتراض ہی ختم ہو جاتی ہے، ہم متعلقہ ساری عبارت ذکر کرتے
ہیں تاکہ جے پوری صاحب کی خیانت کھل کر سامنے آسکے۔

مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

" واعلم ایضاً ان الائمة المجتهدين تفاوتوا فی الاكثار
من هذه الضاعة والاقلال فابوحنيفة رضی
الله عنه يقال بلغت روايته الی سبعة عشر حديثا
اونحوها ومالك رحمه الله انما صح عنده
ما فی كتاب الموطا وغايتها ثلثمائة حديث اونحوها
واحمد بن حنبل رحمه الله تعالی فی مسنده خمسون الف
حديث ولكل ما اداه اليه اجتهاده فی ذالك وقد
تقوّل بعض المبغضين المتعسفين الی ان منهم من
كان قليل البضاعة فی الحديث فلهذا قلت روايته
ولاسبيل الی هذا المعتقد فی كبار الائمة۔ لان
الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة ......
والامام ابوحنيفة انما قلت روايته لما شدّد
فی شروط الرواية والتحمل وضعّف رواية الحديث
اليقينی اذا عارضها الفعل النفسی وقلت من اجلها
روايته فقل حديثه لا انه ترك رواية الحديث
متعمدا فحاشاه من ذالك ويدل علی انه من
كبار المجتهدين فی علم الحديث اعتماد مذهبه
بينهم والتعويل عليه واعتباره ردًا وقبولاً واما

غیره من المحدثین وهم الجمهور فتوسعوا
فی الشروط وكثر حديثهم والكل عن اجتهاد
وقد توسع اصحابه من بعده فی الشروط فكثرت
رواياتهم" الخ [1]

اور یہ بھی جان لو کہ ائمہ مجتہدین حدیث کے فن میں متفاوت رہے ہیں
کسی کی مرویات قلیل اور کسی کی کثیر ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ
پہنچتی ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح احادیث جو موطا
میں ہیں اُن کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین سو یا اس کے لگ بھگ
ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی مسند میں ۵۰ ہزار احادیث ہیں اور ہر
ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق سعی کی ہے۔ بعض لوگ جو
بغض رکھنے والے اور متعصب ہیں، انہوں نے اس جھوٹ پکر باندھ
لی ہے کہ ائمہ میں سے کچھ امام حدیث میں قلیل البضاعت ہیں اسی
لیے ان سے روایت حدیث کم ہوئی ہے، لیکن اس اعتقاد کی کبار
ائمہ کے حق میں کوئی سبیل نہیں، کیونکہ احکام شرعیہ کتاب و سنت
ہی سے ماخوذ ہیں .... اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت
اس لیے قلیل ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارے
میں سخت شرطیں لگائیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت
جب کہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے
نہ یہ کہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا، امام ابوحنیفہؒ

[1] عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون ۔ تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۳۷۱

کے علمِ حدیث میں کبار مجتہدین میں سے ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے
کہ مجتہدین ان کے مذہب پر اعتماد کرتے ہیں رد و قبول کے اعتبار سے
امام صاحب کے علاوہ جمہور محدثین نے روایت حدیث کی
شرائط میں توسع اختیار کیا ہے اس لیے ان کی احادیث کثیر ہوئیں
اور ہر ایک نے یہ شرائط اپنے اجتہاد سے عائد کیں، امام
صاحب کے بعد ان کے اصحاب نے بھی روایت حدیث کی شرائط
میں توسع اختیار کیا تو اُن کی روایات بھی کثیر ہو گئیں۔

قارئین محترم آپ نے ابن خلدون کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائی اس سے
کہیں اشارتاً بھی جسے پوری صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری
عبارت ان کے خلاف جاتی ہے شاید اسی لیے وہ صرف ایک فقرہ ذکر کرتے
ہیں باقی سب کھا جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابن خلدون نے پہلے یہ بتایا
کہ بعض ائمہ قلیل الروایت ہیں اور بعض کثیر الروایت، پھر اسکی تمثیل میں
ائمہ ثلٰثہ کا ذکر کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان
کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، حضرت امام مالکؒ کی
تین سو تک، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی پچاس ہزار تک، اس سے
معلوم ہوا کہ ابن خلدون نے امام صاحب کے متعلق جو کہا ہے وہ ان کے
قلیل الروایت ہونے کی تمثیل میں کہا ہے، بطور طعن یا اعتراض کے
نہیں کہا، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی پُر زور مذمت کی ہے جو کسی امام کو قلیل الروایت
ہونے کی وجہ سے حدیث میں قلیل البضاعت (کم علم) سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے
ہیں کہ:

"بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار میں سے کسی امام کو قلیل الروایت

ہونے کی وجہ سے قلیل البضاعت (حدیث میں کم علم) خیال کرتے ہیں
یہ محض ان کا افتراء ہے کبار ائمہ کے بارے میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں،
کیونکہ شریعت قرآن و سنت ہی سے اخذ کی جاتی ہے (اور جو شخص حدیث
میں قلیل البضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکامِ شریعت کا استنباط کر سکتا ہے)
باقی حضرت امام صاحب سے جو روایت حدیث قلیل ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں
کہ حدیث میں ان کا پایا گرا ہوا تھا یا انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو چھوڑ
رکھا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے روایت و تحمل حدیث میں شرائط
بہت سخت لگا رکھی تھیں جس کی وجہ سے ان کی احادیث قلیل ہوئیں ورنہ وہ علم
حدیث میں کبار مجتہدین میں سے تھے اور ان کے کبار مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل
یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان ان کا مذہب رد و قبول کے اعتبار سے معتمد و
معتبر ہے"۔

قارئین آپ ابن خلدون کا مطلب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اس لیے ہم
مزید شرح کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ ابن خلدون نے قلیل الروایت کی تمثیل میں
امام صاحبؒ کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے
لگ بھگ پہنچتی ہیں" اس کا ہم کچھ تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا نظریہ یہ ہے
کہ حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں ابن خلدون کا نقل کردہ قول عقلاً و نقلاً غلط
ہے جس کے بہت سے شواہد ہیں۔

(۱) ابن خلدون نے اسے بصیغۂ تمریض ذکر کیا ہے جو خود اسکے ضعف اور مرجوحیت
کی دلیل ہے۔

(۲) ابن خلدون کا یہ اپنا قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے مجہول کے صیغہ
یُقَالُ سے ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ "کہا جاتا ہے" یہ کہنے والے

کون ہیں؟ کوئی پتہ نہیں۔

(۳) انہوں نے اَوْ نَحْوِهَا کا لفظ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ خود انہیں صحیح پتہ نہیں کہ سترہ ہی کہا جاتا ہے یا زیادہ۔

(۴) ابن خلدون گو عظیم مورخ اسلام ہیں لیکن انہیں ائمہ کرام کی مرویات کا صحیح علم نہیں اسی لیے انہوں نے امام مالکؒ کی مرویات ان کی موطا میں تین سو بتائی ہیں حالانکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ کے موطا میں ۱۷۲۰ احادیث موجود ہیں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کی مرویات، مسند احمد میں پچاس ہزار بتائی ہیں، حالانکہ مسند احمدؒ میں کل تیس ہزار احادیث ہیں اور اگر امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے عبداللہؒ کی مرویات کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر کل چالیس ہزار بنتی ہیں۔ ابن خلدون کو جب ائمہ کی مرویات کی صحیح تعداد معلوم نہیں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں انکے نقل کردہ قول کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

(۵) حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے قلیل الروایت ہونے کی تردید کے لیے آپ کے تلامذہ و اصحاب پر نظر کر لینا ہی کافی ہے ابن حجر ہیتمی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ "امام صاحب سے جن لوگوں نے حدیث و فقہ حاصل کی ہے ان کی تعداد شمار کرنا مشکل ہے"[1] آگے فرماتے ہیں "بعض متاخرین محدثین نے آپ کے آٹھ سو شاگردوں کی فہرست لکھی ہے جس میں تفصیل سے ان کا نام و نسب لکھا ہے"۔[2]

یہ آٹھ سو شاگرد کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ کبار محدثین و مجتہدین تھے جن میں سے ایک محدث حضرت عبداللہ بن یزید مقری مکی رحمہ اللہ نے حضرت امام

[1] شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی .... الخیرات الحسان ص ۲۳۔
[2] " " " " ص ۲۴

صاحب سے نوسو احادیث سنی تھیں۔[1] خیال فرمائیے جس امام کے تلامذہ و اصحاب اس قدر کثیر ہوں کہ ان کا شمار کرنا بھی دشوار ہو جن میں سے صرف ایک ہی کی روایات نوسو تک پہنچتی ہوں، اس امام کے بارے میں یہ کہنا کہ انکی مرویات سترہ تک پہنچتی ہیں، انصاف کا خون کرنے کے مترادف نہیں تو کیا ہے معمولی عقل و شعور رکھنے والا آدمی بھی اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

(۶) نیز اس پر غور کیا جائے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی پندرہ مسانید ہیں جن میں سے چار آپ کے شاگردوں نے بلا واسطہ آپ سے احادیث سن کر جمع کی ہیں، باقی دیگر حفاظ نے بالواسطہ آپ سے روایت کی ہیں، ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ کی تصانیف مثلاً حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی موطا، کتاب الحجۃ (۴ جلد) سیر کبیر وغیرہ اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخراج اور امالیؒ میں نیز مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہزاروں روایات آپ سے بسند متصل روایت کی گئی ہیں، حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے کتاب الآثار (جس میں تقریباً نوسو احادیث ہیں) کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں۔

" انتخب ابوحنیفة رحمه الله الآثار من اربعین الف حدیث"[2]

امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ امام محمد بن سماعہ رحمہ اللہ متوفی ۲۳۳ ہجری سے نقل

[1] حافظ الدین بن محمد کردری : ۔ مناقب ابی حنیفہ ص ۴۹۸
[2] موفق بن احمد مکی : ۔ " " " ص ۸۴

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا :۔

"ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث" ؎	امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے

مقام حیرت ہے کہ حضرت امام صاحبؒ تو ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں اپنی تصانیف میں بیان فرماتے ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کرتے ہیں مگر بایں ہمہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ تک پہنچتی ہیں، اِنَّ هٰذَا لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

نمبر۲۔ جے پوری صاحب نے ابن خلدون کے قول کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"(۱) مختصر قیام اللیل مطبوعہ لاہور ص۱۲۳ میں قول عبداللہ بن مبارکؒ

کان ابوحنیفۃ۔ یتیما فی الحدیث،

ترجمہ: امام ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے" ؎۲

جے پوری صاحب اس قول کو ذکر کرکے بھی عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ معاذاللہ امام صاحب کا پایہ حدیث میں گرا ہوا تھا لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے وجہ یہ ہے کہ اگر واقعتاً یہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہی کا قول ہے تو اس کے یہ معنی نہیں لیے جا سکتے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیثیں نہ تھیں اور

؎ علی بن سلطان محمد القاری : ۔ مناقب الامام الاعظم، ذیل الجواہر المضیۃ ج۲ ص۴۷۴ ۔

؎۲ محمد یوسف جے پوری : ۔ حقیقت الفقہ ص۸۸ ۔

وہ حدیث سے بے بہرہ تھے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے حضرت امام صاحب کی فقہ و حدیث دانی کی انتہائی تعریف کی ہے حتیٰ کہ انہوں نے لوگوں کو حدیث سیکھنے کے لیے حضرت امام صاحبؒ کے پاس جانے کو لازمی قرار دیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

(۱) "لولم الق اباحنیفۃ لکنت من المفالیس فی العلم" ؎	اگر میں ابوحنیفہؒ سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا۔

بشر بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔

(۲) "علیکم بالاثر ولابد للاثر من ابی حنیفۃ فیعرف بہ تاویل الحدیث ومعناہ" ؎۲	تم پر لازم ہے اثر (حدیث) کا علم اور اثر (حدیث) کا علم حاصل کرنے کے لیے ابوحنیفہؒ لازمی ہیں کیونکہ انہی سے حدیث کا معنیٰ اور مفہوم حاصل ہو سکتا ہے،

سوید بن نصرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔

(۳) "لاتقولوا رأی ابی حنیفۃ ولکن قولوا تفسیر الحدیث" ؎۳	یہ نہ کہو کہ ابوحنیفہ کی یہ رائے ہے بلکہ یہ کہو کہ وہ حدیث کی تفسیر ہے

؎ موفق بن احمد المکی ۔ مناقب ابی حنیفہ ص۳۰۷

؎۲ " " " " " ص۳۰۹

؎۳ " " " " " ص۳۰۷

قارئین محترم حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو خود محدث کبیر ہونے کے باوجود حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں اس قدر خوش عقیدہ ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں ان سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا، اور ان کے قول کو تفسیر الحدیث قرار دے کر ان سے احادیث و آثار کا علم سیکھنا ضروری قرار دیتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے اس قول کہ ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے، کے یہ معنی ہوں کہ وہ حدیث سے بے بہرہ تھے، بلکہ اس کے وہ صریح معنی مراد ہوں گے جو علاوہ لغت کے دوسری روایات کے بھی مطابق ہیں یعنی "نفیس اور یگانہ"، اس طرح حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے قول "کان یتیماً فی الحدیث" کے معنی ہوں گے کہ حضرت امام صاحبؒ حدیث میں نفیس و یگانہ روزگار تھے، اس لحاظ سے آپ کا یہ قول حضرت امام صاحبؒ کی تعریف میں ہوا نہ کہ طعن و اعتراض میں،

چشم بد اندیش برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

آگے جے پوری صاحب نے مزید اقوال ذکر کئے ہیں، ان کو بھی اسی پر قیاس کرلیں ان سے صرف دھوکہ دہی مقصود ہے اور کچھ نہیں۔

۳: جے پوری صاحب اپنے زعم میں حضرت امام صاحب کا پایہ حدیث میں گرا ہوا ثابت کرنے کے بعد اس کے اسباب ذکر کرتے ہیں چنانچہ "قلت کے اسباب" کی سرخی قائم کرکے لکھتے ہیں۔

"سبب اول عدم تحصیل حدیث" [1]

اس کے ذیل میں خطیب بغدادی کی ایک روایت طحاوی کے حوالے سے ذکر کی ہے، اور اس سے یہ مطلب نکالنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت امام

[1] محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۸۹

صاحبؒ نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا، اولاً تو یہ روایت ہی موضوع و من گھڑت ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"واحسب هذه الحكاية موضوعة ففي اسنادها من ليس بثقة" [1]

میرا خیال ہے کہ یہ حکایت من گھڑت ہے اور اس کی سند میں غیر ثقہ راوی ہیں۔

آگے فرماتے ہیں:۔

"قلت: الآن كما جزمت بانها حكاية مختلقة" [2]

میں کہتا ہوں کہ اب تو مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ کہانی من گھڑت ہے۔

مزید غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قلت قاتل الله من وضع هذه الخرافة" [3]

خدا اسے غارت و برباد کرے جس نے یہ خرافات گھڑی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں:۔

"یہ روایت محض غلط ہے تمام معتمد روایتیں اس کے خلاف ہیں جو ریمارکس امام صاحب کی طرف منسوب کئے ہیں ایسے جاہلانہ ریمارکس ہیں کہ ایک معمولی آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کیے جاسکتے۔ اس روایت کو صحیح مانیں تو ماننا پڑے گا کہ حدیث و کلام کی طرف امام ابوحنیفہؒ نے توجہ ہی نہیں کی، حالانکہ ان فنون میں امام ابوحنیفہؒ کا جو پایہ ہے

[1] محمد بن احمد بن عثمان الذہبی - سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۹۶
[2] " " " " - " " ج ۶ ص ۳۹۶
[3] " " " " - " " ج ۶ ص ۳۹۷

اس سے کون انکار کر سکتا ہے یہ ممکن ہے کہ تحصیل علم کے بعد امام نے خیال کیا ہو کہ کس فن کو اپنا خاص فن بنائیں اور چونکہ عام خلائق کی ضرورتیں فقہ سے وابستہ دیکھیں اس لیے اسی کو ترجیح دی"۔ [1]

جب کہ یہ حکایت ہی موضوع و من گھڑت ہے تو جے پوری صاحب کا اس کو ذکر کرنا اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ امام صاحب نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا انصاف و دیانت کے خلاف ہے۔

ثانیاً :- تھوڑی دیر کے لیے اگر ہم اس روایت کو مان بھی لیں اور جو مطلب جے پوری صاحب نکالنا چاہتے ہیں وہ مطلب بھی نکال لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا تو ان[1] کے جو چار ہزار اساتذہ بتائے جاتے ہیں اس کا کیا مطلب ؟ [2] پھر آپ کو جو کبار مجتہدین میں سے شمار کیا جاتا ہے اس کا کیا مطلب ؟ کیونکہ مجتہد تو علم حدیث کی تحصیل کے بغیر کوئی بن ہی نہیں سکتا، [3] پھر حضرت امام صاحبؒ کو جو امام ذہبی، امام سیوطی اور امام یوسف صالحی رحمہم اللہ نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اس کا کیا مطلب ؟ کیا وہ شخص بھی حافظ الحدیث بن سکتا ہے جس نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا نیز حضرت[4] عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے جو لوگوں کو علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حضرت امام صاحب کی خدمت میں جانے کی تاکید کی ہے اس کا کیا مطلب ؟ کیا ایسا شخص جس نے خود علم حدیث حاصل نہیں کیا وہ دوسروں کو تعلیم دے سکتا ہے، پھر[5] حضرت عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، یزید بن زریع، ابو عاصم النبیل، قاسم بن معن، قاسم بن حکم، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسہر، خارجہ بن مصعب، داؤد طائی، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، زفر بن

---

[1] شبلی نعمانی - سیرت النعمان ص۴۲

هذیل، جعفر بن عون رحمہم اللہ اور ان جیسے سینکڑوں محدثین جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں انہوں نے امام صاحب سے کیا حاصل کیا ہے ؟

اصل بات یہ ہے کہ جے پوری صاحب ناواقف عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں لیکن ان حقائق کے ہوتے ہوئے ان کی دھوکہ دہی نہیں چل سکتی۔

[4] آگے لکھتے ہیں

" سبب دوم عدم سفر در تلاش احادیث" [1]

اس کے ذیل میں علامہ شبلی نعمانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

" چنانچہ علامہ شبلی نعمانی سیرت النعمان مطبوعہ مجتبائی ص۸ میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے مزاج میں تکلف تھا، اکثر خوش لباس رہتے تھے کبھی کبھی سنجاب وقاقم کے جبّے بھی استعمال کرتے تھے، ابو مطیع بلخی ان کے شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی چادر پہنے دیکھا جس کی قیمت کم از کم چار سو درہم ہوگی۔ چار پانچ دینار (اشرفی) کی چادر کو گندہ فرماتے اور اوڑھتے سے شرماتے اور ایضاً صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ ایسے شخص کو طلب حدیث کے لیے عراق، حجاز، مصر، یمن، اور شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی میں برسوں کا فاقہ اور احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہیئے"۔ [2]

قارئین محترم جے پوری صاحب نے اس موقعہ پہ یہودیانہ خصلت " تحریف و تغیر" کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ علامہ شبلی نعمانی نے مذکورہ بالا واقعہ " اخلاق

---

[1] محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص۹۱

[2] " " " " ص۹۱

وعادات" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، جس سے صرف حضرت امام صاحب کے خوش لباس رہنے کو بیان کرنا مقصود ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جے پوری صاحب نے اسے قلت کے اسباب کے تحت بطور طعن ذکر کیا ہے اور انتہائی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے علامہ شبلی کی عبارت کے ساتھ چار پانچ دینار سے لے کر نا ممکن کہنا چاہیئے تک لائن زدہ عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے۔ ہم نے غیر مقلدین کی طبع کردہ "سیرت النعمان" کی ایک ایک سطر چھان ماری لیکن ہمیں جے پوری صاحب کی علامہ شبلی کے حوالے سے ذکر کردہ لائن زدہ عبارت کہیں نظر نہیں آئی، اندازہ کیجئے کہ جے پوری صاحب حضرت امام ابوحنیفہ ؒ سے بغض وحسد میں اس قدر مغلوب ہو گئے ہیں کہ ان کے خلاف عبارت تراش کر دوسروں کے گلے لگانے سے بھی نہیں ہچکچائے اور انہیں یہودیانہ خصلت برتتے ہوئے شرم وحیا مانع نہیں ہوئی، یا للعجب ولضیعۃ الادب۔

دوسرے جے پوری صاحب کا حضرت امام صاحب کے بارے میں یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے حصولِ حدیث کے لیے سفر نہیں کیا اس لیے ان سے احادیث کم مروی ہیں، یہ بھی سراسر دھوکہ اور فریب ہے، حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا قیام کوفہ میں تھا، جہاں کبارِ محدثین ومجتہدین موجود تھے جن سے احادیث اخذ کرنے کے لیے لوگ خود کوفہ آیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا دو دفعہ جزیرہ گئے چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں "لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ وبغداد مع المحدثین"[1] "میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین

[1] شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۰

کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔ ان حالات میں حضرت امام صاحب ؒ کو طلب حدیث کے لیے اول تو کہیں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ نے طلب علم میں کئی سفر کئے ہیں، اُس زمانہ میں حج بھی افادہ واستفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ ممالک اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس وافتاء کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا، امام ابوالحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے پچپن حج کئے تھے، علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔

۵: کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

"حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اجماع صحابہ ؓ"

اس عنوان کے ذیل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ بتانے کے لیے کہ وہ صحابہ کرام کے اجماع کی مخالفت کرتے تھے علامہ دمیری کی کتاب "حیاۃ الحیوان" سے لفظ "جنین" کے تحت علامہ دمیری کی تحقیق نقل کی ہے۔

لکھتے ہیں:۔

"علامہ کمال الدین دمیری حیاۃ الحیوان کبری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۸۱ میں فرماتے ہیں:۔ الجنین ھو ما یوجد فی بطن البھیمۃ بعد ذبحھا فان وجد میتا بعد ذبحھا فھو حلال باجماع الصحابۃ کما نقلہ الماوردی فی الحاوی وبہ قال مالک والاوزاعی والثوری وابو یوسف ومحمد واسحٰق والامام احمد وتفرد ابوحنیفۃ بتحریم اکلہ۔ (ترجمہ) جنین وہ بچہ ہے جو چوپائے کے پیٹ

میں ذبح کے بعد نکلے اگر ذبح کے بعد وہ بچہ مردہ ہو تو باجماع حلال
ہے جیسا کہ ماوردی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور یہی مذہب
امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور
اسحق بن راہویہؒ اور احمد بن حنبل کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ صرف اکیلے
اس کو حرام کہتے ہیں (مولف اس ایک ہی مسئلہ پر اکتفار کیا گیا ورنہ
بہت ایسے مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو حنیفہؒ نے اجماعِ صحابہ
کا خلاف کیا ہے جو کسی اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں"۔ [1]

جے پوری صاحب نے یہاں بھی بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے ادھوری عبارت
نقل کی ہے، حیوٰۃ الحیوان میں مذکورہ عبارت میں - بتحریم اکلہ - کے بعد یہ عبارت
ہے " محتجا بقولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتۃ والدم
و بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم احلت لنا میتتان ودمان
السمک والجراد والکبد والطحال وھذہ میتۃ ثالثۃ
لم تذکر" [2] یعنی حضرت امام صاحب نے اس کی تحریم کا قول اللہ
تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہوئے کیا ہے کہ "حرام کیا گیا ہے
تمہارے لیے مردار اور خون کو" نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے
بھی استدلال کیا ہے کہ "حلال کئے گئے ہیں ہمارے لیے دو مردار اور دو خون
یعنی مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی" "جنین" جو مرا ہوا نکلے وہ تیسرا مردار ہے جس
کا تذکرہ حدیث میں نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے یہ رائے کتاب و سنت

[1] محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص۹۳

[2] کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری - حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص۳۰۰

سے استدلال کرتے ہوئے قائم کی ہے بے دلیل قائم نہیں کی، (جے پوری صاحب
نے اسے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ کہیں عوام کو یہ پتہ نہ چل جائے کہ حضرت امام صاحبؒ
اس مسئلہ میں کتاب و سنت سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ اپنی رائے اور قیاس سے)
اور حضرت امام صاحبؒ کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ جو جنین مردہ نکلتا ہے وہ
"میتہ" ہے جس کی حُرمت آیتِ مبارکہ حرمت علیکم المیتۃ سے ثابت
ہے اور یہ قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی، اس کے برخلاف مردہ جنین
کے حلال ہونے پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اول تو اُن میں تاویل
کا احتمال ہے یعنی ذکوٰۃ الجنین ذکوٰۃ امہ کے معنی ہیں کہ ذکوٰۃ امہ یعنی جنین کا ذبح
ایسے ہی ہے جیسے اس کی ماں کا، دوسرے بالاجماع اُن احادیث کے عموم پر عمل نہیں کیا گیا
کیونکہ جنین اگر زندہ نکل آتا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا مستقلاً ذبح کرنا
ضروری ہے، تیسرے وہ سب کی سب احادیث ضعیف ہیں۔ لہٰذا ان احادیث
سے جو نہ قطعی الثبوت ہیں نہ قطعی الدلالت، حضرت امام صاحب کی پیش کردہ آیت
مبارکہ کا جو قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلالت بھی، کیسے مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور
محکم نص پر عمل کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن حزم اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قال ابو محمد: لو صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لقلنا بہ مسارعین و اذا لم یصح عنہ فلا یحل
ترک القرآن لقول قائل او قائلین"۔ [1]

ابو محمد (ابن حزم) کا کہنا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے صحیح طور پر کچھ ثابت ہوتا تو ہم بہت جلد اس کا قول کر لیتے، لیکن جبکہ

[1] ابو محمد علی ابن حزم الظاہری - المحلی ج ۷ ص ۴۹۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں صحیح طور پر کچھ ثابت ہی نہیں
ہے توکسی ایک کہنے والے یا بہت سے کہنے والوں کے کہنے کی وجہ
سے قرآن کو چھوڑنا حلال نہیں ہوگا۔

باقی رہا ماوردی کا اجماعِ صحابہ کا دعویٰ کرنا تو یہ بلا دلیل ہے، اور علامہ دمیری کا
اس مسئلہ میں حضرت امام صاحب کو منفرد یعنی تنہا قرار دینا غلط ہے، کیونکہ جلیل القدر
تابعی اور دورِ صحابہ کے مفتی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے، چنانچہ
کتاب الآثار میں مروی ہے۔

" اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال
لا تکون زکوٰۃ نفس زکوٰۃ نفسین" ؎

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام ابوحنیفہؒ نے اور انہوں نے بواسطہ
حمادؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک
جاندار کا ذبح دو جانداروں کا ذبح نہیں ہوسکتا،

۶۔ جے پوری صاحب کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

" حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح" ؎

اس عنوان کے تحت جے پوری صاحب نے بعض متعصبین اور حاسدین اور
کچھ ایسے حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں جو خود غلط فہمی کا شکار تھے، ان کے
جوابات ہزار دفعہ دیئے جا چکے ہیں، یہ حوالے نقل کرنے کے بعد جے پوری
صاحب لکھتے ہیں۔

" اسماء گرامی ان ائمہ محدثین، فقہا و فضلاء کے جنہوں نے حضرت امام

؎ کتاب الآثار ص ۱۳

؎ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۹۶

ابوحنیفہؒ کو ناقص الحافظہ اور حدیث کم جاننے والا اور اسی کی جانچ
و پرکھ میں ناقص، نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا ہے، اور ان کے
عقائد اور مسائل پر اعتراض کیا ہے"۔ ؎

یہ لکھنے کے بعد اسّی حضرات کے نام گنوائے ہیں جن میں امام مالک، امام
شافعی، امام احمد، عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ، یزید بن ہارون، عبداللہ بن داود،
یحییٰ بن سعید قطان رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کے نام بھی ہیں۔

قارئین محترم! حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آپ ان اکابر
ائمہ محدثین کے اقوال پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں کیا ان کی موجودگی میں یہ تصور کیا جاسکتا
ہے کہ انہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہوگی؟ پھر حیران کن بات یہ ہے کہ
اس فہرست میں ان لوگوں کے نام بھی ہیں جنہوں نے امام صاحب کی مدافعت
میں مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ، مولانا عبدالحی لکھنویؒ
وغیرہ پھر اس میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو حضرت امام صاحب کے شاگرد تھے۔ ہم
حیران ہیں جے پوری صاحب کی عقل و نقل پر، جے پوری صاحب تو دنیا سے چلے
گئے ہم غیر مقلدین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مرد میدان بنیں اور ہمت ہے تو ان
تمام ائمہ سے بسند صحیح حضرت امام صاحب پر جرح ثابت کردیں۔ دیدہ باید

۷۔ جے پوری صاحب مزید کچھ آگے چل کر ایک عنوان یہ قائم کرتے ہیں۔

" کیا حنفی مذہب میں ولی ہوئے ہیں"۔

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

" اکثر حنفی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے کی بڑی دلیل
یہ ہے کہ اس مذہب میں ہزاروں اولیاء اللہ ہوئے ہیں اسکا جواب

؎ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۹۸

بگوش دل ملاحظہ ہو، حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہ جن کو
چاروں مذہب والے بڑا ولی مانتے ہیں وہ صاف اس بات سے
انکار کرتے ہیں چنانچہ طبقات ابن رجب جلد ۱ ص ۲۴۲ میں ہے کہ
قیل للشیخ ھل کان للہ ولیا علیٰ غیر اعتقاد احمد
بن حنبل فقال ما کان ولا یکون۔ (ترجمہ) حضرت پیران
پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی
کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں۔ فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے"[1]

احناف کے ساتھ جے پوری صاحب کے بغض و عناد کو ملاحظہ فرمایئے کہ انہیں
احناف کے اندر کسی ولی اللہ کا ہونا بھی گوارا نہیں ہے اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے
ہیں کہ حنفی مذہب میں کوئی ولی نہیں ہوا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے انہوں نے
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک قول ڈھونڈا ہے لیکن ان کا اس قول
سے استدلال کرنا بالکل غلط، بے فائدہ اور بے کار ہے۔

اولاً:۔ تو اس لیے کہ جے پوری صاحب کو کوئی حدیث پیش کرنی چاہیئے تھی
جس سے ثابت ہوتا کہ حنفی مذہب میں نہ ولی ہوئے ہیں نہ ہوں گے، مذکورہ
قول تو امتی کا ہے اور غیر مقلدین کے ہاں تو اقوالِ صحابہ حجت نہیں چہ جائیکہ دیگر
حضرات کے اقوال، اس لیے یہ قول پیش کرنا شان تحدیث کو بٹہ لگانے کے
مترادف بلکہ بقول غیر مقلدین کے شرک ہے۔

ثانیاً:۔ جے پوری صاحب نے مذکورہ قول کا ترجمہ بھی انتہائی غلط کر کے لوگوں
کو دھوکہ دینا چاہا ہے اس لیے کہ انہوں نے اعتقاد کا ترجمہ مذہب کیا ہے جو
غلط ہے، کیونکہ فقہی طور پر مذہب مسلک کے معنی میں ہوتا ہے اور حضرت
شیخ کے قول میں اعتقاد سے مسلک ہرگز مراد نہیں بلکہ اعتقاد سے وہ بنیادی عقائد
مراد ہیں جن پر کفر و اسلام اور نجات و عذاب کا دار و مدار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان
بنیادی عقائد میں ائمہ اربعہ باہم متفق ہیں اور ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا
صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سوال ہوا کیا حضرت امام احمد
بن حنبل رحمہ اللہ کے جو عقائد تھے ان عقائد سے ہٹ کر کوئی ولی ہوا ہے تو
آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس ترجمہ کو سامنے رکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا
کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ معتزلہ، خوارج و روافض کی تردید کر رہے
ہیں کہ ان میں نہ ولی ہوا نہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ امام احمدؒ کے عقائد سے ہٹے ہوئے
تھے نہ کہ ائمہ اہل سنت کے متبعین کی۔ برا ہو عدمِ تقلید کا یہ انسان کو کہاں سے
کہاں پہنچا دیتی ہے۔

ثالثاً:۔ اگر جے پوری صاحب کے ترجمے کے مطابق حضرت شیخ کی عبارت
کا مطلب وہی ہے جو جے پوری صاحب سمجھانا چاہتے ہیں تو اس سے لازم آتا
ہے کہ حنبلیوں کے سوا۔ مالکیوں اور شافعیوں میں بھی کوئی ولی نہ ہوا ہو؛ جے
پوری صاحب کے حواری سوچ کر جواب دیں کیا وہ یہ کہنے کے لیے تیار ہیں؟
یاد رہے کہ جے پوری صاحب کا صرف حنبلیوں میں اولیاء ماننا یہ اس بات کا
اقرار کرنا ہے کہ غیر مقلدین میں بھی نہ کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا کیونکہ غیر مقلدین
جس طرح امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مقلد نہیں ہیں اسی
طرح وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بھی مقلد نہیں ہیں لہٰذا غیر مقلدین
خود اپنی زبان سے اقراری ہو گئے کہ نہ ان میں کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا۔

رابعاً:۔ جے پوری صاحب کا احناف میں ولیوں کا انکار کرنا سورج کی
روشنی میں دن کا انکار کرنے کے مترادف ہے، جے پوری صاحب کے حوارین

---

[1] محمد یوسف جے پوری ۔ حقیقت الفقہ ص ۱۰۴

سوچ کر جواب دیں کہ

(۱) حضرت ابراہیم ادہم بلخی، حضرت شقیق بلخی، حضرت بشر حافی، حضرت داود طائی، حضرت فضیل بن عیاض رحمہم اللہ حضرت امام صاحب کے شاگرد یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۲) حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید الدین، حضرت خواجہ نظام الدین، حضرت علاؤ الدین صابر کلیری، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہم اللہ جو سب کے سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۳) حضرت مجدد الف ثانی، ان کے صاحبزادگان اور ان کے خلفاء حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان جو سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

اندازہ فرمائیے جے پوری صاحب کی ذہنیت کا، کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، چونکہ غیر مقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے اس لیے انہیں احناف میں بھی اولیاء نظر نہیں آتے۔

قارئین محترم! ہم نے "حقیقت الفقہ" کے جن چند حوالوں کا تجزیہ کیا ہے یہ اس کے مقدمہ کے تھے آگے جے پوری صاحب نے اپنی کتاب کے دو حصے کیے ہیں۔ پہلے حصے میں فقہ حنفی کے وہ مسائل درج کیے ہیں جو ان کے زعم میں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، دوسرے حصے میں وہ مسائل درج کیے ہیں جو ان کے خیال میں قرآن و حدیث کے موافق ہیں، لیکن ان دونوں حصوں میں جے پوری صاحب نے انتہائی خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے، عبارات میں کتر بیونت کی ہے اور مطالب غلط اخذ کیے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ جن کتب کے حوالے دیئے ہیں ان کی اصل عبارات پیش نہیں کیں بلکہ حوالے اصل کتابوں کے دیئے ہیں اور عبارتیں اصل کتابوں کے ترجموں کی درج کی ہیں۔ جو ترجمے

خود غیر مقلدین نے کیے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اصل کتابوں میں یہ حوالے دیکھتے ہیں تو وہاں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا، مگر سادہ لوح عوام بے چارے "حقیقت الفقہ" پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں دیئے گئے حوالے اصل کتابوں کے ہیں جو صحیح ہوں گے۔

برادران احناف سے ہماری گزارش ہے کہ غیر مقلدین سے جب بھی فقہی مسائل پر بات ہو تو اصل عربی کتابوں کے حوالے طلب کریں، اور جب کوئی غیر مقلد "حقیقت الفقہ" لائے تو اس کے سامنے فقہ کی اصل عربی کتابیں لاکر رکھ دیں کہ یہ مسئلہ ان میں سے دکھائیں۔ محال ہے جو کوئی غیر مقلد اصل عربی کتاب سے وہ مسئلہ نکال دے۔ ہم اس کا بارہا تجربہ کر چکے ہیں ؎

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ذیل میں ہم "حقیقت الفقہ" سے چند حوالے نقل کرتے ہیں اور غیر مقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نکال دیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک بھی یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نہیں نکال سکتے، ملاحظہ فرمائیے۔

یوسف جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔

"(۲۳۱) بجائے سبحانک اللھم کے اللھم باعد الخ پڑھنا زیادہ تر صحیح ہے، ابن ہمام شرح وقایہ ص۹۲

(۲۳۲) سبحانک اللھم اور انی وجھت کو نفل نماز میں ملانا جائز ہے در مختار جلد ۱ ص۲۲۷۔

(۲۳۳) انی وجھت الخ نماز کے اندر پڑھنا مسنون ہے (ابو یوسف) شرح وقایہ ص۹۲، منیہ ص۸۲۔

(۲۳۴) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف

ہے - ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ -

(۲۳۵) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے جلد ۱
صفحہ ۳۵۰ شرح وقایہ صفحہ ۹۳ -

(۲۳۶) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں وہ قول حضرت علیؓ
سے ہے اور ضعیف - شرح وقایہ صفحہ ۹۳

(۲۳۷) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث
کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے -
مقدمہ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱ و صفحہ ۳۵۱ -

(۲۳۸) ابن المنذر نے امام مالکؒ سے ہاتھ باندھنا روایت کیا ہے -
ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ -

(۲۳۹) لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث بسند صحیح صحاح
ستہ و ابن حبان و سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے - ہدایہ ج ۱ صفحہ ۳۶۱ -

(۲۴۰) ابن ہمام نے تعلب القرآن والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے - ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۹

(۲۴۱) امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں - شرح وقایہ
صفحہ ۱۰۸ و صفحہ ۱۰۹ -

(۲۴۲) حضرت ابن عمرؓ کا اثر فاتحہ خلف امام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے
شرح وقایہ صفحہ ۱۰۹ -

(۲۴۳) حضرت علیؓ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے اور باطل ہے -
شرح وقایہ صفحہ ۱۱ -

(۲۴۴) اذا کبر الامام فکبروا الخ حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ صفحہ ۱۱" لہ

لہ - محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ صفحہ ۱۹۳

مزید لکھتے ہیں -

(۲۵۶) تصدیق احادیث رفع الیدین قبل رکوع و بعد رکوع - ہدایہ جلد ۱
صفحہ ۳۸۳ ، شرح وقایہ صفحہ ۱۰۲ و صفحہ ۱۰۳ -

(۲۵۷) بیہقی کی روایت میں ابن عمرؓ سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ
کی نماز رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے -
ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۶ -

(۲۵۸) رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں ہدایہ
جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ -

(۲۵۹) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے - شرح وقایہ صفحہ ۱۰۲" لہ

جے پوری صاحب تو اس دنیا سے چلے گئے اس لیے موجودہ غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ حوالے فقہ کی اصل عربی کتابوں سے نکال کر دکھائیں ورنہ قیامت کے دن خدا کے یہاں جوابدہی کے لیے تیار رہیں، اگر غیر مقلدین یہ کہیں کہ ہم ترجمہ والی کتابوں سے یہ حوالے دکھا سکتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں، وہ ہمیں ترجمے والی کتابوں میں فقہ کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کتابوں کی عبارات کا ترجمہ دکھلا دیں اور ساتھ ہی یہ نشاندہی کریں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کا ہے، لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ اصل عربی عبارت کا ترجمہ بھی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ یہ حوالے جب اصل کتابوں میں نہیں تو ترجمہ میں کہاں سے آئیں گے -

قارئین کرام بات کہاں سے کہاں چلی گئی - اصل بات یہ چل رہی تھی کہ پاک و ہند میں فقہ حنفی کے خلاف پہلی کتاب " استقصاء الافحام " لکھی گئی جس کا مصنف غالی قسم کا شیعہ تھا، دوسری کتاب " ظفر المبین " لکھی گئی جس کا مصنف

لہ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ صفحہ ۱۹۴

مولوی محمد حسین بٹالوی کے بقول میزان و منشعب سے بھی ناواقف تھا اور اسے ماضی و مضارع کے معنی بھی نہیں آتے تھے، اس کے بعد "حقیقت الفقہ" لکھی گئی جس کے چند حوالوں کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد شمع محمدی، درایت محمدی وغیرہ وغیرہ لکھی گئیں اور تا ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، اور اب تو چونکہ ترقی کا دور ہے اس لیے غیر مقلدین کے خلاف فقہ حنفی کی کتب کا فرداً فرداً جائزہ لے رہے ہیں، یعنی عالمگیری کے خلاف مستقل کتاب، ہدایہ کے خلاف مستقل کتاب علی ہذا القیاس ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے، تقریباً یہ ساری کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کے مصنفین فقہ وحدیث کا تناقض تو کیا ثابت کریں گے ان لوگوں کو تناقض کی تعریف بھی معلوم نہیں، محض تعصب، عناد کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن وحدیث کے مخالف ومتناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حقیقت میں وہ مسائل قطعاً قرآن وحدیث کے مخالف ومتناقض نہیں ہوتے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو ذرا واضح کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اولاً تو ہمیں فقہ کی تعریف جاننی چاہیے کہ فقہ کسے کہتے ہیں، فقہاء نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے "علم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ" فقہ جاننا ہے شریعت کے فروعی احکام کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے، اس تعریف سے معلوم ہوا کہ فقہی مسائل وہ ہوتے ہیں جو تفصیلی دلائل، قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس مجتہد سے مستنبط ہوتے ہیں، غور فرمائیے جب فقہی مسائل ہوتے ہی وہ ہیں جو قرآن وحدیث، اجماع امت اور قیاس سے مستنبط ہوں تو پھر ان مسائل کے قرآن وحدیث کے مخالف ہونے کا کیا مطلب؟ دوسرے نمبر پر ہمیں تناقض کی حقیقت اور اس کی شرائط کو سمجھنا چاہیے، تناقض کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔

"التناقض ھو اختلاف القضیتین بالایجاب والسلب بحیث یقتضی لذاتہ صدق احدھما کذب الاخری او بالعکس" [1]

تناقض کہتے ہیں دو قضیوں کے ایجاب وسلب میں اس طرح سے مختلف ہونے کو کہ لذاتہ ایک قضیہ کا صادق ہونا دوسرے قضیہ کے کاذب ہونے کا، یا ایک کا کاذب ہونا دوسرے کے صادق ہونے کا تقاضہ کرے۔

دو قضیہ مخصوصہ میں تناقض پائے جانے کے لیے دونوں کا آٹھ چیزوں میں متحد ہونا ضروری ہے وہ آٹھ چیزیں درج ذیل ہیں۔ وحدت موضوع۔ وحدت محمول۔ وحدت زمان، وحدت مکان، وحدت قوۃ وفعل، وحدت شرط، وحدت جزو کل، وحدت اضافت۔ ان کو وحدات ثمانیہ کہا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو تناقض نہیں پایا جائے گا، مثلاً ایک شخص کہے کہ زید کھڑا ہے، دوسرا کہے کہ کھڑا ہوا نہیں ہے تو اس میں تناقض جب ہی ہوگا جب کہ زید کے کھڑے ہونے کا اور کھڑے نہ ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو اور مکان (جگہ) بھی ایک ہو یعنی جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد مثلاً یہ ہو کہ مسجد میں دن کے وقت کھڑا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ زید مسجد میں دن کے وقت کھڑا نہیں ہے۔ اس صورت میں دونوں باتیں

اور اگر زمان یا مکان بدل گئے تو تناقض نہیں رہے گا، اسی مثال کو لے لیں جس نے یہ کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مسجد میں کھڑا ہے اور

---

[1] فضل امام خیرآبادی - المرقات ص ۳۲

جس نے کہا ہے کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ بازار میں کھڑا نہیں ہے تو اس میں کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ یا جس نے کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد یہ ہو کہ فی الحال کھڑا ہے اور جس نے کہا کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ صبح کے وقت کھڑا نہیں تھا تو بھی کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ یہ سمجھ لینے کے بعد اب آئیے غیر مقلدین کے طرزِ عمل کی طرف وہ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض ثابت کرتے وقت ان شرائط کا بالکل لحاظ نہیں کرتے بلکہ انہیں ان شرائط کی شاید ہوا بھی نہیں لگتی۔ اس لیے یہ لوگ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ مخالف نہیں ہوتے۔

ہاں ایسا ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی احادیث بظاہر آپس میں مخالف ہوتی ہیں ایک مجتہد ایک کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل دوسری حدیث کے بظاہر خلاف نظر آتا ہے اور دوسرا مجتہد دوسری حدیث کو ترجیح دیکر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل پہلی حدیث کے بظاہر خلاف نظر آتا ہے تو اسے حدیث کا بظاہر اختلاف تو کہا جائے گا۔ مجتہد کے مسئلہ کو حدیث کے خلاف نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ تو حدیث ہی پر عمل کر رہا ہے۔ ہم تین چار مسائل پیش کرتے ہیں جنہیں غیر مقلدین قرآن و حدیث کے خلاف بتاتے ہیں حالانکہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔

(۱) حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"بیت اللہ کی چھت پر نماز، پیغمبرِ رحمت کی ممانعت عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى فوق ظهر بيت الله (ترمذی شریف) حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز

پڑھنے سے منع کیا۔ فقہ کا اختلاف من صلى على ظهر الكعبة جازت صلوته (ہدایہ باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ)۔ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمائیں لیکن فقہ کہے کہ جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی اس کی نماز جائز ہے کیوں جائز ہے جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں وہ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے یہ حدیث پر زیادتی ہے۔" [1]

غور فرمائیے حدیث شریف سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا جبکہ فقہ میں یہ بیان کیا جاتا کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھا کرو۔ پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منع فرما رہے ہیں اور یہ حکم دے رہے ہیں، فقہ میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا فقط یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء نے فرمایا کہ ہو جائے گی، اگر غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو لائیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز نہیں ہوگی۔

دوسرے حکیم صاحب کی دیانت ملاحظہ فرمائیں کہ ہدایہ سے پوری عبارت نقل نہیں کی ہدایہ میں مذکورہ عبارت سے آگے یہ عبارت بھی ہے۔ "الا انه يكره لما فيه من ترك التعظيم وقد ورد النهى عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم"۔ [2] یعنی گو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی کیونکہ یہ بیت اللہ کی تعظیم کے خلاف ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

---

[1] صادق سیالکوٹی۔ سبیل الرسول ص۲۳۰، [2] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی۔ ا

اس سے منع فرمایا ہے، دیکھیے اس عبارت سے تو فقہ حنفی میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن حکیم صاحب عوام کو فقہ سے متنفر کرنے کے لیے دیانت کا خون کر گئے اور یہ عبارت چھوڑ دی۔

ایک غیر مقلد صاحب فقہ کے اس مسئلہ کے خلاف یہ لیکچر دے رہے تھے کہ بھلا اس مسئلہ کی ضرورت کیا ہے۔ بیت اللہ کی چھت پر کون چڑھتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت تو یقیناً کوئی نہیں چڑھتا لیکن ضرورت کے موقعہ پر چڑھنے کی نفی نہیں کی جا سکتی مثلاً بیت اللہ کی چھت کی مرمت یا اس کی صفائی کی غرض سے چڑھنا ہو سکتا ہے، اور بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا خود حدیث سے ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو چنانچہ آپ نے ظہر کی اذان بیت اللہ کی چھت پر دی تھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے موقعہ پر بیت اللہ کی چھت پر چڑھا جا سکتا ہے اور اس صورت میں چونکہ ترک تعظیم نہیں۔ اس لیے یہ چڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص ضرورتاً بیت اللہ کی چھت پر چڑھا اور اس نے وہاں نماز پڑھ لی تو اس میں کیا استبعاد ہے؟ اور کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں۔

تیسرے حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا انتہائی غلط ترجمہ کیا ہے اور اسی سے عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے کیونکہ حکیم صاحب نے ترجمہ کیا ہے "کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے" حالانکہ ترجمہ یہ بنتا ہے کسی نے کعبۃ اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

چوتھے یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا اس سے غیر مقلدین کو استدلال کرنا صحیح نہیں،

(۲) مولوی اشرف سلیم اس شہ سرخی "حنفی مذہب اور تکبیر تحریمہ میں

تبدیلی" کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۷: ہدایہ میں درج ہے کہ اگر نمازی نماز میں تکبیر بھی اللہ اکبر کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کا کہہ دے تو جائز ہے اصل عبارت یوں ہے۔ فان بدل التکبیر اللہ اجل او اعظم او الرحمٰن اکبر او لا الٰہ الا اللہ او غیرہ من اسماء اللہ تعالیٰ اجزأہ عند ابی حنیفۃ۔ ہدایہ ج ۱ صفحہ ۔ حدیث رسول ؐ: فقہ کا یہ مسئلہ بھی صریحاً کئی حدیثوں کے خلاف ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ قال اللہ اکبر اسی مضمون کی اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز میں اللہ اکبر کہتے ہیں"۔ [۱]

غور فرمائیے حدیث شریف سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا جب کہ فقہاء یہ فرماتے کہ تم جب نماز شروع کرو تو اللہ اکبر کے بجائے اللہ اجل وغیرہ کہا کرو پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرو اور فقہ میں ہے کہ نماز اللہ اجل سے شروع کیا کرو۔ لیکن فقہ میں تو ایسا کوئی حکم ہے ہی نہیں کہ تم اللہ اکبر چھوڑ کر اللہ اجل کہا کرو پھر اختلاف کہاں؟ فقہ کا اصل مسئلہ یہی ہے کہ نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع کی جائے چنانچہ مولوی اشرف سلیم نے ہدایہ کے جس مقام سے یہ مسئلہ لیا ہے وہیں اس سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے۔

"ویرفع یدیہ مع التکبیر وھو سنۃ لان النبی

[۱] ابو الحکیم اشرف سلیم ۔ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۳

علیه وسلم واظب علیه" [1]

کانوں تک ہاتھ اللہ اکبر کے ساتھ اٹھائے یہی سنت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔

قارئین: ہے کوئی اختلاف فقہ کا حدیث سے؟ بلکہ یہ فقہی مسئلہ تو بالکل حدیث کے موافق ہے، اُف اور تُف ہے غیر مقلدین پر کہ وہ محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے آگے پیچھے سے کاٹ کر مفید مطلب عبارت ذکر کرتے ہیں اور اصل بات گول کر جاتے ہیں۔

فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کے بجائے اللہ اجل وغیرہ کہدے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی اور یہ بھی انہوں نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔ اور لیا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ سے مراد تکبیر تحریمہ کہا ہے کیونکہ وہ ذکر جس کے فوراً بعد بلا کسی فصل کے صلوٰۃ یعنی نماز کا تذکرہ ہو اس سے مراد تکبیر تحریمہ ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز کی ابتدا مطلق ذکر سے مشروع ہے لہٰذا اس کا کسی خاص لفظ سے مقید کرنا درست نہیں، تاہم امام قدوری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک اللہ اکبر کے علاوہ اللہ اجل وغیرہ سے گو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ دیکھئے حاشیہ ہدایہ ج۱ ص۱۰۱، ملاحظہ فرمائیے ہدایہ میں یہ مسئلہ بطور فرض کے لکھا ہوا ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت لفظ اِنْ قَالَ سے شروع ہوتی ہے لیکن مولوی اشرف صاحب نے مسئلہ نقل کرتے ہیں خیانت

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص [illegible]

کی کہ لفظ اِن ذکر نہیں کیا، ہم مولوی اشرف سلیم صاحب سے جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مقلد اللہ اکبر کے بجائے اللہ اَجَل کہہ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ جواب قرآن وحدیث سے دیں۔ دیدہ باید

(۳) مولوی اشرف سلیم ایک دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں۔ "مذہب حنفی میں دونوں ہاتھوں کی جگہ" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۸ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ نمازی نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے ہدایہ جلد اول ص۱۰۲۔ کی عبارت یوں ہے۔ ویعتمد بیدہ علی الیسریٰ تحت السرۃ حدیث رسولﷺ: یہ مسئلہ بھی حدیث رسول کے بالکل مخالف ہے صحیح ابن خزیمہ میں وائل بن حجرؓ سے روایت ہے، قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنیٰ علیٰ یدہ الیسریٰ علیٰ صدرہ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھا۔" [1]

مولوی اشرف سلیم صاحب مشہور کہاوت "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق معلوم ہوتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پوری صحاح ستہ اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں موجود نہیں، اور یہ جو حدیث پیش کی ہے یہ ضعیف حدیث ہے، جس سے استدلال کے غیر مقلدین قائل نہیں۔ جبکہ احناف کے پاس ناف کے نیچے ہاتھ

[1] مولوی اشرف سلیم - احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۱۴

باندھنے سے متعلق حسن درجے کی بہت سی احادیث اور آثار موجود ہیں جس میں
سے بعض احادیث صحاح ستہ کی معتبر کتاب ابوداؤد میں موجود ہیں جن کی تفصیل آپ
اصل کتاب میں وضع الیدین تحت السرۃ کے تحت ملاحظہ فرمالیں، اس
تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل میں تو غیر مقلدین سینے پر ہاتھ باندھ کر صحیح احادیث کی
مخالفت خود کرتے ہیں اور الزام یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے۔

۴۔ مولوی اشرف سلیم صاحب ایک اور عنوان قائم کرتے ہیں "حنفی مذہب
اور نابالغ لڑکے کی امامت" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۹ : ہدایہ میں فقہ کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ نابالغ لڑکے
کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اصل عبارت یوں
ہے ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرۃ او صبی
حدیث رسول ؐ : فقہ کا یہ مسئلہ بھی حدیث ہذا کے خلاف ہے جو صحیح
مسلم شریف میں تطویل واقعہ کے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ چھ سات سال کا نابالغ بچہ بوقت ضرورت۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا
جائز ہے"۔ [1]

فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے قطعاً مخالف نہیں جس کی طرف مولوی اشرف
سلیم صاحب اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ اس سے فقط اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ
ابتدائی دورِ اسلام میں صحابہ کرام نے ایک بچہ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قصے کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اگر
یہ ثابت ہوتا تو غیر مقلدین کا موقف درست ہوتا لیکن غیر مقلدین قیامت تک
بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور آپ

[1] مولوی اشرف سلیم - احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص۲۱

نے منع نہیں فرمایا، جبکہ فقہاء احناف کے پاس بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کے آثار
ہیں جن میں نابالغ کی امامت سے منع کیا گیا ہے احناف کا ان احادیث و آثار پر عمل
ہے گویا نابالغ کے پیچھے نماز سے روکنے والے فقہاء احناف نہیں۔ حضرات صحابہؓ
کرام ہیں جو مزاج شناسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ صحابہ بھی عام صحابہ نہیں ہیں
بلکہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
عنہم ہیں اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت عطار بن ابی رباحؒ، حضرت عمر بن
عبدالعزیزؒ وغیرہ ہیں۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے "باب امامۃ الصبی"
کو ملاحظہ فرمائیں، اس کے برعکس غیر مقلدین کے پاس کوئی بھی صحیح، صریح مرفوع
حدیث بچہ کی امامت سے متعلق موجود نہیں، تو حدیث کے مخالف یہ خود ہوئے
اور الزام فقہ حنفی پر۔

۵ : غیر مقلدین کے ایک غالی قسم کے مولوی طالب الرحمٰن صاحب
فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے عوام کے سامنے
فقہ کا یہ مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں کہ

فقہ کی کتاب ہدایہ میں ہے" وقدر الدرھم وما دونہ
من النجس المغلظ کالدم والبول والخمر وخرء
الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰۃ معہ وان
زاد لم تجز" [1]

درہم یا اس سے کم نجاست غلیظہ مثلاً خون، پیشاب، شراب،
مرغی کی بیٹ، گدھے کا پیشاب، کپڑے پر لگی رہی اور نماز پڑھ لی
تو نماز ہو جائے گی اور اگر نجاست اس سے زیادہ ہو گئی تو نہیں ہوگی،

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص۷۲

جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وثیابك فطهر اپنے کپڑے پاک کیجئے
اور حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول
نہیں ہوتی ۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ نماز میں کپڑے پاک ہونے
چاہئیں اور فقہ کہہ رہی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی
رہی تو نماز ہو جائے گی لہٰذا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے ۔

قارئین کرام غور فرمایئے کیا فقہ کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے ؟ قرآن
و حدیث کے خلاف جب ہوتا کہ ہدایہ میں یہ ہوتا کہ نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا
کوئی ضروری نہیں پھر آپ کہتے کہ دیکھئے قرآن و حدیث تو نماز میں کپڑوں کا پاک
ہونا ضروری قرار دے رہے ہیں اور فقہ میں ہے کہ پاک ہونا ضروری نہیں،
میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین کبھی بھی اصل مسئلہ عوام کو نہیں بتاتے
کیونکہ اگر بتا دیں تو سارا اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ اسی ہدایہ میں جس باب سے
طالب الرحمن صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ مسئلہ دکھاتے ہیں اسی
باب کی پہلی سطر یہ ہے ۔

" تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه
والمكان الذي يصلي عليه لقوله تعالىٰ وثيابك
فطهر وقال عليه السلام حتيه ثم اقرصيه
ثم اغسليه بالماء " [1]

نمازی کو اپنے بدن سے کپڑوں سے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں
سے نجاست کو دور کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور ایک عورت سے (جس نے حضور علیہ السلام

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابو بکر فرغانی ۔ ہدایہ ج ۱ ص۱۷

سے خون آلود کپڑے کے متعلق دریافت کیا تھا) آپ نے فرمایا پہلے اسے
اچھی طرح ہاتھوں سے رگڑ دے پھر پانی سے دھو دے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہ میں تو نمازی کے لیے کپڑے ، بدن ، جگہ سب کا
پاک ہونا واجب قرار دیا گیا ہے ، سوچئے کہاں اختلاف رہا فقہ کا قرآن و حدیث
سے ؟ ہاں فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ ضرور ہے کہ اگر کسی نمازی کے کپڑے یا بدن
پر ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ فقہائے
احناف فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی ۔ اس خاص جزی مسئلہ کے خلاف اگر طالب الرحمن
صاحب کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں جس میں صاف لکھا ہو
کہ اتنی نجاست لگی رہ جانے پر نماز نہیں ہو گی ۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ طالب الرحمن
صاحب قیامت تک ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے ، دیکھا جائے تو
ان کا دعوی ہی دلیل کے مطابق نہیں ہے ، کیونکہ ان کا دعوی خاص (جزی مسئلہ)
ہے اور دلیل عام جس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ، رہی یہ بات کہ فقہائے احناف
نے یہ تفریق کس دلیل سے کی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگے تو نماز
ہو جائے گی زیادہ لگے تو نہیں ہو گی ، یہ ہم بتلاتے ہیں ۔

بہت سی احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان بالکلیہ
نجاست کے ازالہ کا مکلف نہیں ہے تھوڑی نجاست معاف ہے ، مثلاً حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ " جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں گر
جائے تو اسے اس میں اچھی طرح ڈبو کر نکال دو کیونکہ اس کے دونوں پروں میں
سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے " [1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قلیل نجاست معاف ہے ، کیونکہ مکھی

[1] سلیمان بن اشعث سجستانی : محدث ۔ ابو داود ج ۲ ص۱۸۱

میں نجس و ناپاک چیزوں پر بیٹھنے کی وجہ سے تھوڑی سی نجاست ضرور ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اسے سالن وغیرہ میں ڈبو کر نکالنے کا حکم ہوا معلوم ہوا کہ اتنی نجاست معاف ہے ورنہ تو جس چیز میں مکھی گرتی وہ چیز ناپاک ہو جانی چاہیے تھی۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں، صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے۔" [1]

اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑی سی نجاست معاف ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم ہو جانے پر کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے جوتیاں اتار کر نماز پڑھاتے رہے اور نماز نہیں توڑی، اگر تھوڑی سی نجاست معاف نہ ہوتی تو آپ نماز توڑ دیتے اور جوتیاں اتار کر نئے سرے سے نماز پڑھاتے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کچھ نہ کچھ نجاست تو معاف ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوا کہ عوام کو کیسے بتلایا جائے کہ اتنی نجاست معاف ہے اس کے کپڑوں پر لگے رہنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی اس سے زیادہ لگی رہنے کی صورت میں نہیں ہوگی، یہ حد مقرر کرنے کے لیے فقہاء نے اس حدیث میں غور کیا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی

[1] سلیمان بن اشعث سجستانی: محدث ـ ابوداؤد ج ۱ ص ۹۵

پاخانے کے لیے جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لیتا جائے جن سے وہ استنجاء کرے، یہ تین پتھروں سے استنجاء کر لینا اس کے لیے کافی ہوگا۔" [1] (یعنی پھر پانی سے استنجاء کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے اگر کوئی پتھروں سے استنجاء کر لے تو یہ بھی کافی ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے سے نجاست بالکلیہ زائل نہیں ہوتی کیونکہ پتھر نجاست کو خشک یا پونچھ تو دیتے ہیں لیکن بالکلیہ زائل نہیں کرتے کچھ نہ کچھ نجاست رہ جاتی ہے لیکن اس نجاست کو شریعت نے معاف قرار دیا ہے، ورنہ تو پانی سے استنجاء کرنا لازمی قرار دیا جاتا، اور پاخانہ کی جگہ جہاں قلیل نجاست لگی رہ جاتی ہے وہ درہم کے برابر ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے فقہاء نے یہ تفریق کی کہ اگر نجاستِ غلیظہ درہم یا اس سے کم بدن یا کپڑوں پر لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ لگی رہی تو نماز نہیں ہوگی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نجاست کو لگا رہنے دیا جائے بلکہ اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔

قارئین محترم یہ ہے فقہ کا مسئلہ جو احادیث سے مستنبط ہے لیکن غیر مقلدین جو قیاس کو کارِ ابلیس قرار دیتے ہیں وہ اسے اس قدر بھونڈے انداز میں پیش کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ، خاص کر طالب الرحمٰن صاحب کا انداز اس قدر سوقیانہ ہوتا ہے کہ ہم اسے بیان نہیں کر سکتے وہ انہیں کے شایانِ شان ہے۔

ہماری اس تشریح سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی میں نجاست کو زائل کرنا واجب ہے اگر قدرِ درہم سے زائد نجاست لگے لگے نماز پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ جو لوگ فقہ کو قرآن و حدیث

[1] سلیمان بن اشعث سجستانی: محدث ـ ابوداؤد ج ۱ ص ۶

کے خلاف لکھتے ہیں ان کے بڑوں کا اس مسئلہ میں کیا موقف ہے۔

سنئے نواب صدیق حسن خان صاحب جو غیر مقلدین کے محدث، مجدد اور فقیہ ہیں، لکھتے ہیں۔

"فمن صلی ملابسا لنجاسۃ عامدا فقد اخل بواجب وصلاتہ صحیحۃ" [1]

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے لگے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا تاہم اس کی نماز صحیح ہے،

موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

"وطہارت محمول وملبوس را شرط صحت نماز گردانیدن کما ینبغی نیست" [2]

نماز صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔

نواب نور الحسن خان صاحب رقمطراز ہیں۔

"یا در جامۂ ناپاک نماز گذارد نمازش صحیح ست" [3]

کوئی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ذرا انصاف سے جواب دیجئے یہ مسئلے قرآن وحدیث کے مخالف ہیں یا نہیں؟

یقیناً یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، کیونکہ ان میں بلا تفریق نجاست لگے لگے نماز کے جائز ہونے کا قول کیا گیا ہے، لیکن طالب الرحمٰن صاحب اور ان کے

[1] صدیق حسن خان : نواب - الروضۃ الندیۃ ۱ ص ۸۵

[2] " " " - بدور الاھلۃ ص ۳۹

[3] نور الحسن خان : نواب - عرف الجادی ص ۲۲

حواریین کو اپنے بڑوں کے قرآن وحدیث کے مخالف مسائل نظر نہیں آتے۔

؎ غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر — دیکھ غافل ذرا اپنی آنکھ کا شہتیر بھی

قارئین محترم! جس فقہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں آپ نے غیر مقلدین کے دل آزار اقوال پڑھے، اور جس فقہ کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے آج کل ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے یہ وہ فقہ ہے جسے عند اللہ ایسی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں کوہ قاف کے دامن میں واقع سدِ سکندری تک اس کا دائرہ عمل پھیل گیا تھا، صدیوں یہ اسلامی ممالک میں بطور قانون نافذ رہی، جس پر ابتدا سے لے کر آج تک ہر دور میں تقریباً دو تہائی مسلمانوں کا عمل رہا جس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ - جن کی تعریف و توصیف میں غیر مقلدین رطب اللسان ہیں - فرماتے ہیں۔

"عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقۃ انیقۃ ہی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ" [1]

(دورانِ مکاشفہ) مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ (تشریح کتاب وسنت اور استنباط مسائل کے سلسلہ میں) مذہب حنفی کا طریقہ تمام طریقوں میں سب سے زیادہ سنت معروفہ (احادیث مبارکہ) کے موافق ہے جس کو امام بخاری وغیرہ کے زمانہ میں منقح کیا گیا اور جمع کیا گیا۔

جس کے طریقہ نماز کو غیر مقلدین کے خاتم المحدثین نواب صدیق حسن خان

[1] شاہ ولی اللہ - الانصاف مترجم ص ۷

صاحب اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔

چنانچہ جعفر شاہ پھلواری صاحب لکھتے ہیں۔

"اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ (نواب صاحب۔ ناقل) حنفی طریقۂ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔" [1]

صرف یہی نہیں کہ نواب صاحب حنفی طریقۂ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے بلکہ وہ نماز پڑھتے ہی حنفی طریقہ کے مطابق تھے۔ چنانچہ نواب سید علی حسن خان فرزند صاحب سوانح لکھتے ہیں۔

"والاجاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے" [2]

غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ

غیر مقلدین حضرات جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کیچڑ اچھالتے اور ان کی فقہ میں کیڑے نکالتے ہیں، ویسے ہی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے پیروکار احناف کثر اللہ سوادھم پر برستے ہیں، کہیں انہیں مشرک کا خطاب دیتے ہیں اور کہیں انہیں احبار ورھبان کا پجاری کہتے ہیں، کہیں انہیں تقلید کا مریض بتلاتے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے امام کو نبی و پیغمبر بلکہ خدا کے برابر سمجھتے ہیں اور یہ قرآن وحدیث پر عمل کے بجائے ائمہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، ان کے ہاں ائمہ کے اقوال اصل ہیں اور قرآن وحدیث ان کے تابع العیاذ باللہ۔

چنانچہ ایک غیر مقلد عالم مولوی داؤد راز صاحب لکھتے ہیں۔

"مگر ان فرقوں میں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے، تقلیدی مذاہب میں اولین بنیاد اقوال ائمہ کو قرار دیا گیا ہے پھر قرآن وحدیث کو ان اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ پر پیش کیا جاتا ہے

[1] جعفر شاہ پھلواری ۔ الدین یسر ص ۱۷۶

[2] سید علی حسن خان ۔ مآثر صدیقی ج ۴ ص ۹۳

اگر قرآن وحدیث، ان اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ کی موافقت کریں تو ان کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ کے خلاف واقع ہوں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ احادیث کو صرف تاویل سے رد نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی تضعیف و تردید کے لیے دماغوں کی ساری کاوشیں ختم کر دی جاتی ہیں۔" [1]

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک .... عبادت کہتے ہیں دوسروں کو بڑے سے بڑا جان کر اپنے آپکو اس کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھنا، یہی کچھ مقلد اپنے امام سے کرتا ہے وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود کو اس کے سامنے جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح سے اس کا قلادہ گلے میں ڈالنے کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے" [2]

مزید لکھتے ہیں۔

"حنفی اگر شروع کی رفع یدین کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ حنفی طریقہ نماز یہی ہے، وہ رکوع کو جاتے اور اٹھتے رفع یدین نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول نہیں بلکہ اس لیے کہ حنفی نماز میں یہ رفع یدین نہیں، جو رفع یدین حنفی مذہب میں نہیں خواہ وہ سنت رسول ہی ہو وہ اسے گھوڑے کی

[1] حقانیت مسلک اہلحدیث جلد اول ص ۱۴

[2] عبداللہ بہاولپوری : اصلی اہلسنت ص ۳۲

دم مارنے سے تشبیہ دیتا ہے"۔ [1]

قارئین کرام اختصار کے پیش نظر ہم صرف ان دو تین حوالوں پر اکتفار کر رہے ہیں ورنہ ان حضرات کی اکثر کتابوں میں اس قسم کی عبارات پائی جاتی ہیں اور تقریباً ہر چھوٹا بڑا غیر مقلد اسی کا پرچارک ہے۔

کہتے ہیں کہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو کوئی مات نہیں کر سکتا، لیکن غیر مقلدین کی ان تحریرات کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ وہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ اور بہتان ہیں جو غیر مقلدین نے احناف سے بغض و عداوت کی بنار پر اُن کے ذمے لگائے ہیں، احناف کثر اللہ سوادھم کا ان باتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور وہ ان سے بالکل بری ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے احناف قرآن و سنت کے درجات کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کے درجات کے مطابق ان پر عمل کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، احناف کے یہاں پہلا درجہ کتاب اللہ کا ہے دوسرا درجہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس کا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصول اجتہاد

چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے اصول اجتہاد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آخذ بکتاب اللہ فما لم اجد فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذت بقول اصحابہ آخذ بقول من شئت منہم وادع من

[1] عبداللہ بہاولپوری : اصلی اہلسنت ص۴۴

شئت منہم ولا اخرج من قولہم الی قول غیرہم فاما اذا انتہی الامر وجاء الی ابراہیم والشعبی وابن سیرین والحسن و عطاء وسعید بن المسیب وعَدَّدَ رجالاً فقوم اجتہدوا فاجتہد کما اجتہدوا" [1]

میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا، اور جب معاملہ ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ عطاءؒ اور سعید بن مسیبؒ تک - ان کے علاوہ کچھ اور نام بھی گنتے پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

احناف کثر اللہ سوادھم استنباط مسائل میں حتی الوسع قرآن و سنت کو سامنے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلہ کے صراحتاً قرآن و سنت میں ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع کے ساتھ ساتھ حدیث موقوف اور مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کرتے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں۔

"واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجمعون علی ان

[1] ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی - تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۶۸

مذهب ابي حنيفة ان ضعيف الحديث عنده اولیٰ من القياس والرای وعلیٰ ذالك بنیٰ مذهبه" [1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے سے اولیٰ و بہتر ہے، اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی الحصکفی المتوفیٰ ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں۔

" وقف علی اصحاب الحديث لايدخل فيه الشافعی اذا لم يكن فی طلب الحديث و يدخل الحنفی كان فی طلبه اولا- بزازية ای لكونه يعمل بالمرسل ويقدم خبرالواحد علی القياس" [2]

اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقف کی تو شافعی المسلک اس میں داخل نہیں ہوگا تاوقتیکہ وہ حدیث کی طلب نہ کرتا ہو، اور حنفی اصحاب الحدیث کے زمرے میں داخل ہوگا خواہ وہ طلب حدیث میں مشغول ہو یا نہ ہو وجہ یہ ہے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔

علامہ حصکفی کے اس بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ احناف خبر واحد کو بھی قیاس پر مقدم سمجھتے ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کہلانے کے مستحق بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد، مذکورہ حوالجات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ احناف کے یہاں قرآن وسنت مقدم ہیں اور قیاس کا درجہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے بعد کا ہے، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقعہ پر فقہ حنفی کے چند وہ مسائل ذکر کردیں جن میں احناف نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا ہے۔

چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے

(۱) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نوم (نیند) بلا تفریق ہر حال میں ناقض وضو ہو جیسا کہ بیہوش ہوجانا ہر حال میں ناقض وضو رہے، کیونکہ نقض وضو کی علت دونوں میں مشترک ہے، لیکن چونکہ نیند کے متعلق حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ نماز میں قیام، قعود، رکوع سجود میں کوئی سوجائے تو اس پر وضو لازم نہیں ہے اس لیے ہر نیند کو ناقض وضو قرار نہیں دیا گیا اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

" والاغماء حدث فی الاحوال كلها وهو القياس فی النوم الا انا عرفناه بالاثر والاغماء فوقه فلا يقاس عليه" [3]

بیہوشی ہر حال میں ناقض وضو ہے اور نیند کی بابت بھی قیاس یہی ہے (کہ وہ ہر حال میں ناقض وضو ہو) مگر نیند (میں تفصیل) کو ہم نے حدیث سے معلوم کیا ہے، اور اغماء نیند سے بڑھ کر بھی ہے اس لیے نیند کو اغماء پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے کیونکہ قہقہہ کوئی ناپاک چیز تو ہے نہیں جو بدن سے نکلی ہو، اور اس کے

---

[1] شمس الدین محمد بن ابی بکر: المعروف ابن قیم - اعلام الموقعین ج ۱ ص

[2] درمختار مع شرح رد المحتار ج ۴ ص ۴۵۶

[3] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابو بکر فرغانی - ہدایہ ج اول ص ۲۶

نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں قہقہہ مارنے والوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو کے ٹوٹنے کا قول کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔

چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"والقہقہۃ فی صلوٰۃ ذات رکوع وسجدۃ والقیاس انہا لا تنقض وہو قول الشافعی لانہ لیس بخارج نجس ولہذا لم یکن حدثا فی صلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ وخارج الصلوٰۃ ولنا قولہ علیہ السلام الا من ضحک منکم قہقہۃ فلیعد الوضوء والصلوٰۃ جمیعًا وبمثلہ یترک القیاس" [1]

اور وضو کو توڑنے والی چیز رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ مارنا (بھی) ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، اس لیے کہ قہقہہ کوئی نکلنے والی ناپاک چیز تو ہے نہیں یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور نماز سے باہر قہقہہ مارنا ناقض وضو نہیں۔ لیکن قہقہہ کے ناقض وضو ہونے پر ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے "خبردار تم میں سے جو بھی قہقہہ مار کر ہنسا ہے اسے چاہیئے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کو لوٹائے" اور اس جیسی حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے

(۳) کنوئیں میں اگر نجاست گر جائے تو از روئے قیاس اس میں دو صورتیں بنتی ہیں ایک تو یہ کہ نجاست نکال دینے کے باوجود بھی کنواں پاک نہ ہو کیونکہ

[1] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ صفحہ ۲۶

اس کی دیواروں وغیرہ پر جو نجاست لگی ہے اس سے پاکی ممکن نہیں، دوسری یہ کہ کنوئیں کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہو کر کبھی ناپاک ہی نہ ہو۔ لیکن چونکہ کنوئیں کے بارے میں آثار صحابہ پائے جاتے ہیں اس لیے کنوئیں کے مسائل کو ان آثار پر مبنی کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ومسائل البیر مبنیۃ علی اتباع الآثار دون القیاس" [1]

اور کنوئیں کے تمام مسائل اتباع آثار پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر

(۴) مسئلہ محاذات میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہو جیسے عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ محاذات کا تحقق دونوں سے ہوا ہے ایک سے نہیں لیکن چونکہ حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ دیا گیا چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"وان حاذتہ امرأۃ وہما مشترکان فی صلوٰۃ واحدۃ فسدت صلوٰتہ ان نوی الامام امامتہا والقیاس ان لا تفسد وہو قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اعتبارًا بصلوٰتہا حیث لا تفسد وجہ الاستحسان ما رویناہ وانہ من المشاہیر" [2]

اگر کوئی عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اس حال میں کہ دونوں ایک نماز میں مشترک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت کر لی، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز فاسد نہ ہو (اور

[1] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ صفحہ ۴۲

[2] " " " " - " صفحہ ۱۲۴

یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے) عورت کی نماز پر قیاس
کرتے ہوئے کہ عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی وجہِ استحسان وہ حدیث ہے
جو ہم روایت کر چکے جو کہ احادیث مشہورہ میں سے ہے۔

(۵) امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے اور اس کے مقتدی اس کے پیچھے
کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز ہو جائے گی، قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مقتدی
کی نماز نہ ہو کیونکہ اس صورت میں مقتدی کی حالت امام کی حالت سے قوی ہے،
لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الوفات میں
بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی اس
لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ويصلي القائم خلف القاعد وقال محمد
لا يجوز وهو القياس لقوة حال القائم ونحن
تركناه بالنص وهو ما روى ان النبي عليه السلام
صلى آخر صلوته قاعدا والقوم خلفه قيام" [1]

اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے نماز
پڑھ سکتا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور قیاس
کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ قائم کا حال قاعد سے قوی ہے لیکن ہم نے
قیاس کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا اور وہ حدیث یہ ہے کہ نبی علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی جب کہ صحابہ کرام آپ کے
پیچھے کھڑے تھے۔

(۶) نماز کے دوران بے وضوء ہو جانے کی صورت میں "بناء" جائز ہے قیاس

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۷

کا تقاضا تو یہ ہے کہ بناء جائز نہ ہو کیونکہ اول تو بے وضوء ہو جانا منافی صلوٰۃ ہے
دوسرے اپنی جگہ سے ہٹنا پھر وضوء کے لیے چل کر جانا یہ خود مفسدِ صلوٰۃ ہیں، لیکن
چونکہ حدیث میں بناء کو جائز قرار دیا گیا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر
عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ومن سبقه الحدث في الصلوة انصرف فان
كان اماما استخلف وتوضأ وبنى والقياس ان
يستقبل وهو قول الشافعي لان الحدث ينافيها
والمشي والانحراف يفسدانها فاشبه الحدث
العمد ولنا قوله عليه السلام من قاء اورعف
او امذى في صلوته فلينصرف وليتوضأ وليبن
على صلوته ما لم يتكلم" الخ [1]

جسے نماز میں حدث پیش آجائے وہ لوٹ جائے پھر اگر امام ہے
تو خلیفہ بنا جائے اور وضوء کر کے بناء کرے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ
ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ کا
قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ حدث منافی صلوٰۃ ہے اور وضوء کے
لیے چل کر جانا اور قبلہ سے پھرنا یہ چیزیں مفسدِ صلوٰۃ ہیں لہٰذا یہ جان بوجھ
کر بے وضوء ہو جانے کے مشابہ ہو گیا (جیسے اس میں نماز نئے
سرے سے پڑھنی پڑتی ہے اس میں بھی نئے سرے سے پڑھی جائے)
لیکن (قیاس کے برعکس) ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ
ارشاد ہے کہ جسے نماز میں قے آجائے یا نکسیر بہہ پڑے یا مذی نکل

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۸

جائے تو وہ جا کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ اُس نے بات نہ کی ہو۔

(۷) عید الفطر کے دن کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جا سکے تو دوسرے دن پڑھنی جائز ہے لیکن اگر دوسرے دن بھی کوئی عذر پیش آجائے تو تیسرے دن عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسرے دن پڑھنی بھی جائز نہ ہو کیونکہ یہ نماز جمعہ کی نماز کی طرح ایک مخصوص نماز ہے جس کی بہت سی شرطیں ہیں اور جیسے جمعہ کی نماز وقت نکلنے کے بعد قضاء نہیں کی جاتی ایسے ہی یہ بھی نہ کی جائے لیکن چونکہ حدیث میں عید الفطر کی نماز کی قضاء دوسرے دن تک جائز رکھی گئی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں۔

"فان حدث عذر یمنع من الصلوٰۃ فی الیوم الثانی لم یصلها بعده لان الاصل فیها ان لا تقضیٰ کالجمعة الا انا ترکناه بالحدیث وقد ورد بالتاخیر الی الیوم الثانی عند العذر" [1]

اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے عید الفطر کی نماز دوسرے دن بھی ادا نہ کی جا سکے تو پھر تیسرے دن ادا نہیں کی جائے گی، کیونکہ قیاس کا تقاضا تو اس میں یہ ہے کہ یہ دوسرے دن بھی قضاء نہ کی جائے جمعہ کی نماز کی طرح لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث میں عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز میں تاخیر صرف دوسرے دن تک ہی آئی ہے (اس لیے دوسرے دن تو پڑھی جائیگی تیسرے دن نہیں)۔

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی ۔ ہدایہ ج ۱ ص ۱۴۳

(۸) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں لیکن صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کی طرح صدقہ دینا بھی جائز نہ ہو، لیکن چونکہ حدیث میں صدقہ دینے کی اجازت موجود ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

"ویدفع الیه ماسوی ذالك من الصدقة وقال الشافعی لایدفع وهو روایة عن ابی یوسف اعتباراً بالزکوٰة ولنا قوله علیه السلام تصدقوا علی اهل الادیان کلها ولولا حدیث معاذ لقلنا بالجواز فی الزکوٰة" [1]

ذمی (دار الاسلام میں رہنے والے غیر مسلم) کو زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات دیئے جا سکتے ہیں، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں دیئے جا سکتے۔ (اور یہی قاضی ابو یوسفؒ سے بھی ایک روایت ہے) زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے لیکن (قیاس کے برخلاف) ہماری دلیل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ تمام دین والوں پر صدقہ کر دیا کرو اور اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نہ ہوتی جس میں زکوٰۃ دینے سے منع کیا گیا ہے تو ہم زکوٰۃ دینے کو بھی جائز قرار دے دیتے۔

(۹) اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھولے سے کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے کیونکہ روزہ کے منافی چیز پائی گئی، بعینہ ایسے ہی جیسے نماز میں کوئی بھولے سے بات چیت کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ بھولے سے کھا پی

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی ۔ ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۵

لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

" اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیا لم یفطر والقیاس ان یفطر وھو قول مالك لوجود ما یضاد الصوم فصار کالکلام ناسیا فی الصلوٰۃ ووجہ الاستحسان قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام للذی اکل و شرب ناسیا تم علیٰ صومك فانما اطعمك اللہ وسقاك " [1]

اگر روزہ دار نے بھولے سے کھا پی لیا، یا صحبت کرلی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ٹوٹ جائے یہی حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ روزہ کے مخالف چیز پائی جا رہی ہے لہٰذا یہ ایسے ہی ہوگیا جیسے کوئی بھولے سے نماز میں بات چیت کرے لیکن استحسان کی وجہ (کہ روزہ نہیں ٹوٹتا) یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص سے جس نے روزہ میں بھولے سے کھا پی لیا تھا یہ فرمایا تھا کہ اپنے روزہ کو پورا کرلو تمہیں اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص روزہ میں جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کر دے تو اس پر روزے کی قضا لازم ہے، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس پر قضا لازم نہ ہو کیونکہ کوئی چیز جوف بطن یا جوف دماغ میں تو گئی نہیں کہ جس سے روزہ ٹوٹے لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ جسے از خود قے ہو جائے اس پر قضا نہیں ہے اور جو عمداً قے کرے اس پر قضا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۲۱۶

" فان استقاء عمداً ملاٴ فیہ فعلیہ القضاء لما رویناہ والقیاس متروك بہ " [1]

اگر کسی نے عمداً منہ بھر کر قے کی تو اس پر روزہ کی قضا لازم ہے اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم پیچھے روایت کر چکے ہیں اور (یہ) قیاس (کہ اس پر قضا لازم نہ ہو کیونکہ کوئی چیز کھائی پی نہیں) اس حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۱۱) اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے، اگر کسی نے روزہ کے بغیر اعتکاف واجب کیا تو اس کا اعتکاف نہیں ہوگا، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اعتکاف واجب میں روزہ کی شرط نہ لگائی جائے کیونکہ روزہ مستقل عبادت ہے اگر اسے دوسری عبادت کے لیے شرط قرار دیں تو لازم آئے گا کہ یہ مستقل عبادت نہ رہے، لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

" والصوم من شرطہ عندنا خلافاً للشافعی ھو یقول ان الصوم عبادۃ و ھو اصل بنفسہ فلا یکون شرطاً لغیرہ ولنا قولہ علیہ السلام لا اعتکاف الا بالصوم والقیاس فی مقابلۃ النص المنقول غیر مقبول " [2]

روزہ اعتکاف واجب کی شرط ہے ہمارے نزدیک، بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ فرماتے ہیں کہ روزہ چونکہ خود مستقل عبادت ہے اس لیے کسی دوسری عبادت کی شرط نہیں بن سکتا، ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اور منقولہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس قبول نہیں کیا جاتا۔

---

[1] برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۲۱۹

[2] " " " " " ص ۲۲۹

قارئین محترم ہم نے فقہ کی صرف ایک کتاب ہدایہ سے یہ چند مسائل جو صرف
عبادات سے متعلق ہیں نقل کئے ہیں ان جیسے سینکڑوں مسائل ہیں جن میں قیاس
کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے بخوفِ طوالت ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں اس وقت
صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ غیر مقلدین نے عوام کو بہکانے کے لیے بہت سی باتیں
بے پر کی اُڑا رکھی ہیں جن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ احناف حدیث کو چھوڑ
کر قیاس و رائے اور اماموں کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ جس قدر حدیث پر
احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا، احناف کے یہاں حدیث مرفوع بھی حجت ہے
حدیث موقوف بھی حجت ہے، حدیث مرسل بھی حجت ہے اور ضعیف حدیث بھی
رائے و قیاس کے مقابلہ میں مقدم اور حجت ہے، جبکہ غیر مقلدین صرف مرفوع
کو حجت مانتے ہیں وہ بھی جب ان کے حق میں ہو۔ اگر خلاف ہو تو رد کر دیتے ہیں۔
ان کے ہاں نہ موقوفاتِ صحابہ حجت ہیں نہ مرسل احادیث حجت ہیں اور نہ ہی ضعیف
احادیث حجت ہیں پھر بھی یہ عامل بالحدیث ہیں اور احناف جو سب احادیث کو
حجت مانتے ہیں وہ ان کے گمان میں عامل بالقیاس اور تارک حدیث ہیں، درحقیقت
یہ لوگ خود تارکین حدیث ہیں سوائے چند متنازعہ مسائل میں احادیثِ مختلفہ پر عمل
کرنے کے ان کے پلے کچھ نہیں، متنازعہ مسائل میں بھی جن احادیث کو اپنے موقف
کے مطابق سمجھتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں باقی تمام احادیث کو پس پشت ڈال دیتے
ہیں۔ اس حقیقت کو ہم ذرا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں تاکہ ان حضرات کی اصلی صورت
قارئین کے سامنے آسکے اور انہیں ان کے قول و عمل کا حال معلوم ہو سکے، اس سلسلہ میں
ہم ان حضرات کے اکابر کی عبارات پیش کریں گے جو خود عمل بالحدیث کے دعویدار تھے۔

غیر مقلدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ لوگ واقعتاً زندگی کے تمام
شعبوں میں قرآن و حدیث ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ
ہی دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟ اس کو جاننے کے لیے غیر مقلدین کے
بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل
بالحدیث فقط دعاوی کی حد تک ہے ماسوا آمین بالجہر، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور
ان جیسے چند متنازعہ مسائل کے دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، سارا زور و شور
ان ہی مسائل پر ہے۔ تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں
بلکہ کفر و ایمان کی بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہل حدیث
اور پکا محمدی مسلمان ہے جو آمین پکار کر کہے، رفع یدین کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے
امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں
نہ ہو، ہاں جو ان مسائل پر عامل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل متقی و پرہیزگار کیوں نہ
ہو، وہ نہ "اہل حدیث" ہے نہ "محمدی مسلمان" ہے۔ یا للعجب خیر آپ غیر مقلدین
کے عمل بالحدیث کے متعلق ان کے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرمائیے:۔

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں

"اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر
قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن و حدیث کے علم
اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ اہل علم و عمل اور اہل عرفان
سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان "علوم آلیہ" سے جاہل ہے جن کی
واقفیت طالب حدیث کے لیے اس فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے
اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ فرقہ ان "علوم عالیۃ" سے بھی جاہل ہے جن
کے بغیر طریق سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف، نحو، لغت،
معانی اور بیان، چہ جائیکہ دوسرے کمالات ان میں پائے جائیں....
.... اسی لیے تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ یہ محض الفاظ

شیخ عباس قمی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہوگیا (تتمۃ المنتہی ص ۱۲۵)
عین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب کو شیعہ ہی کہا گیا ہے۔" [۱]

قارئین کرام! حکیم فیض عالم کی امام بخاری اور ابن شہاب پر اس شدید جرح کے بعد غیر مقلدین کو بخاری شریف پر سے اعتماد اٹھا لینا چاہیئے اور بخاری شریف کی ان سینکڑوں احادیث سے ہاتھ دھولینا چاہیئے جن کی سند میں ابن شہاب موجود ہیں بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہؓ کی قرأت فاتحہ والی حدیث سے تو بالکل دستبردار ہو جانا چاہیئے کیونکہ ان احادیث کی سند میں بھی ابن شہاب موجود ہیں، دیکھئے غیر مقلدین کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید

حکیم فیض عالم ترمذی شریف کی دو روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابوعیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹکسال میں انہیں گھڑا گیا ہے"۔ [۲]

مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں

حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"مسند احمد بن حنبلؒ کا جامع اول ابوبکر شافعی کے نام سے معروف ہے حقیقت میں یہ شخص رافضی تھا اور بظاہر شافعی بنا ہوا تھا .... مسند کا جامع دوم ابوبکر قطیعی متوفی ۳۶۸ھ ہے یہ بھی شیعہ تھا، ان دونوں شیعوں نے امام احمد اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کچھ حدیثیں لے کر ان میں جابجا اپنے مسلک کے مطابق محو و اثبات کرکے شیعی روایات کے الفاظ کو بدل کر اپنی

[۱] فیض عالم: حکیم صدیقہ کائنات ص ۱۰۸
[۲] فیض عالم: حکیم خلافت راشدہ ص ۱۱۸

خود ساختہ حدیثوں کے مناسب اسناد جوڑ کر چھ جلدوں میں ایک ضخیم مجموعہ احادیث مدون کروالا"۔ [۱]

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے مسند احمد میں ۳۰ ہزار (اور ایک قول کے مطابق ۴۰ ہزار) احادیث ہیں جنہیں امام احمد بن حنبلؒ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کرکے ان کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند میں جمع کیا ہے اور محدثین نے اس مسند کو دوسرے درجہ کی کتب حدیث میں شمار کیا ہے اور امہات الکتب میں سے قرار دیا ہے، لیکن کیا کہیئے غیر مقلدین کے ان محقق صاحب کو کہ انہوں نے اس قدر احادیث کو شیعوں کی کارستانی قرار دے کر ان پر سے اعتماد ختم کر ڈالا اور پھر بھی کہلائے اہلحدیث، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

شرح معانی الآثار مولوی عبدالعزیز مناظر ملتانی کی نظر میں

مولوی عبدالعزیز ملتانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سب امام طحاوی حنفی کا نظریہ ہے جو کسی طرح بھی قابل وثوق نہیں، آپ امام مزنی کے بھانجے اور شاگرد ہیں اپنے ماموں سے کسی وجہ سے ناراض ہو کر حنفی ہوگئے پھر کیا تھا حنفی مذہب کی حمایت اور تائید میں ایک مستقل کتاب بنام معانی الآثار لکھ ماری جس میں ضعیف حدیثوں کی تصحیح اور صحاح کی تضعیف کرکے احناف کی رضاجوئی حاصل کی"۔ [۲]

غیر مقلدین کے دل میں ذرا خوف خدا نہیں، اتنے بڑے جلیل القدر محدث پر الزام لگاتے ہوئے حیا نہیں آئی، بے دھڑک جو منہ میں آیا کہہ دیا، امام طحاویؒ اپنے ماموں سے ناراض ہو کر حنفی نہیں بنے بلکہ وجہ اور ہے یہ وجہ خود امام طحاویؒ بیان فرماتے ہیں امام طحاویؒ

[۱] فیض عالم: حکیم خلافت راشدہ ص ۸۴-۸۵
[۲] عبدالعزیز ملتانی فیصلہ رفع یدین ص ۱۰ مندرج استیصال التقلید طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

سے محمد بن احمد شروطیؒ نے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں کا مسلک کیوں ترک کیا اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک کیوں اختیار کیا ؟

فرمایا ۔

" اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں امام اعظم کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ فرماتے ہیں اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کرلیا۔" [1]

معلوم ہوا کہ امام طحاویؒ کی اپنے ماموں سے کوئی ناراضگی نہیں تھی یہ سب باتیں حاسدین کی اڑائی ہوئی ہیں ۔ دوسرے امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار بعض علماء کے اصرار پر لکھی تھی ۔ اصرار کی وجہ یہ تھی کہ بعض ملحدین لوگوں کے سامنے یہ ذکر کرتے تھے کہ احادیث آپس میں بہت متناقض و متعارض ہیں، جس سے کم علم اور کمزور ایمان والے کچھ تذبذب کا شکار ہوتے تھے، امام طحاویؒ نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جس میں ناسخ و منسوخ راجح و مرجوح معمول و متروک کو ظاہر کیا تاکہ عوام الناس کسی تذبذب کا شکار نہ رہیں مگر حاسدوں کا خدا بھلا کرے انہوں نے امام طحاویؒ کا احسان ماننے کے بجائے اُلٹا ان پر طعن شروع کر دیا اور الزام لگایا کہ امام طحاویؒ نے احناف کی رضاجوئی کے لیے یہ کام کیا حاشا وکلا ہرگز ہرگز امام طحاویؒ سے یہ گمان نہیں کیا جا سکتا خود ان کی کتاب شہادت دے رہی ہے کہ معاملہ ہرگز ایسا نہیں کیونکہ شرح معانی الآثار میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو احناف کے ہاں معمول بہا نہیں ہیں لیکن خود امام طحاویؒ کا معمول ہیں ۔

غیر مقلدین کا مقصد احیاء سُنّت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے

جس شخص کے دل میں بھی احیاء سنت کا جذبہ ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] سید فخر الحسنؒ حیاتِ امام طحاوی ص ۳۷

کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر بھی عمل کرتا ہے اور اس کے چھوڑنے کو بُرا سمجھتا ہے اور اس میں کسی مصلحت کی پرواہ نہیں کرتا ، جیسا کہ اس پر اسلاف کے واقعات شاہد ہیں ۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ غیر مقلدین جو اتباع سنت کے دعویدار ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام سنتوں کو اپناتے اور کسی بھی سنت کے چھوڑنے کو بُرا جانتے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے ان کے ہاں فقط ان اعمال پر زور ہے جو مختلف فیہ ہیں اور ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری سینکڑوں سنتوں سے جو سونے جاگنے چلنے پھرنے کھانے پینے ملنے جلنے معاشرت و معاملات سے متعلق ہیں کوئی سروکار نہیں ۔

اور جن متنازع فیہ اعمال پر ان کا زور ہے ان میں بھی یہ حال ہے کہ جہاں کوئی مصلحت دیکھی انہیں ترک کر دیا مثلاً رفع یدین کو لے لیجے ، ان لوگوں کے یہاں رفع یدین سنت مؤکدہ ، سنتِ دائمہ ، سنت متواترہ ، بلکہ فرض و واجب تک کے درجے میں ہے جس کے اثبات کے لیے انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں جس پر ہر وقت مناظرہ و مجادلہ بلکہ مقاتلہ تک کے لیے تیار ہیں ، اس عمل کو بھی یہ لوگ ذاتی اغراض کے لیے ترک کر دیتے ہیں ، چند حوالے ملاحظہ فرمایئے ۔

عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں :

" انہیں ایام کا ذکر ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی جب فلاں جگہ جاتے ہیں تو وہاں کے احناف کی خاطر رفع الیدین چھوڑ دیتے ہیں ۔" [1]

(۲) غیر مقلدین کے جماعتی آرگن " ہفت روزہ الاعتصام میں رفع یدین سے متعلق ایک سوال و جواب شائع ہوا ہے اُسے بھی ملاحظہ فرمائیں :

سوال یہ ہے ۔

(۱) " بندہ رفع الیدین کو سنت رسول سمجھ کر نماز میں ادا کرتا ہے والدین کا

---

[1] عنایت اللہ اثری - الجزاء البلیغ ص ۲۳

اصرار ہے کہ رفع الیدین چھوڑ دو مجھے اس صورت میں سنتِ رسول پر عمل کرنا چاہیئے

یا والدین کی اطاعت ؟

(۲) چونکہ اسلامی تعلیمات میں اس قسم کی نظائر ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور جہاد کے مواقع پر اطاعت و خدمتِ والدین کو ترجیح دی ہے اب جب کہ رفع الیدین سنت ہے اور اطاعت و خدمتِ والدین فرض ہے مجھے کس پہلو کو ترجیح دینا چاہیئے بہرحال ابھی تک میں سنت پر پابند ہوں مگر تذبذب ضرور رہتا ہے، کہ کہیں روزِ حشر خدا کے ہاں والدین کا نافرمان نہ ٹھہر جاؤں۔

سائل محمد گلزار عابد ولد محمد اسماعیل ارزانی پور)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی جواب دیتے ہیں۔

"الجواب بعون الوہاب' ان حالات میں والدین کی دلجوئی کے لیے ترک رفع یدین کی گنجائش ہے' البتہ وقتاً فوقتاً بطریق احسن افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا

ہمارے بعض اسلاف تبلیغی مصلحت کے پیشِ نظر ترکِ رفع پر عامل تھے اس طرح ممکن ہے آپ بھی کوئی بہتر ناصحانہ کردار ادا کر سکیں"۔ [1]

۳۔ خواجہ عطاء الرحمٰن صاحب رقمطراز ہیں۔

"مولانا خالد صاحب (گرجاکھی) نے بتایا ہے کہ والد صاحب (نور حسین گرجاکھی) نے ایک دن تہجد کی نماز میں اپنے استاد مولانا علاؤ الدینؒ صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کی تو مولانا علاؤ الدین صاحب کو تہجد میں رفع الیدین کر کے نماز پڑھتے دیکھا، حالانکہ مولانا دن کی نمازوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ میں نے پوچھا تو فرمانے لگے بیٹا یہ سنت سے ثابت ہے لیکن میں دن کو اس لیے نہیں کرتا

تاکہ لوگ بدک نہ جائیں، کہنے لگے میں ایک دن اپنے استاد حضرت مولانا غلام رسولؒ صاحب قلعوی کے ساتھ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے بھی رفع الیدین کیا۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ سنت رسولؐ ہے۔ ہم لوگ صرف اس لیے نہیں کرتے کہ لوگ بدک نہ جائیں اور ہماری تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو"۔ [1]

راقم کے علم میں ہے کہ تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور کے ایک بڑے مولوی صاحب جب دیوبندی اور بریلوی امام کے پیچھے ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں تو رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا رفع یدین سے عشق کہ جہاں مصلحت دیکھی اسے چھوڑ دیا، یہ ایک رفع یدین ہی کی بات نہیں بلکہ ان لوگوں کے یہاں مسئلہ ہی یہ ہے کہ سنت کی خلاف ورزی جائز اور اس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں۔

چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے سوال ہوا کہ

"کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنتِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ترک کردے تو خدا کے پاس اس ترکِ سنت کا کیا مواخذہ ہوگا"؟

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے جواب دیا

"جواب سنتوں کی وضع رفع درجات کے لیے ہے ترکِ سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ"۔ [2]

جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی عبدالستار صاحب کے چند فتاوی بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"سوال نمبر ۲۲۱۔ کیا قبلہ رُخ پاؤں کر کے سونا جائز ہے (محمد عاشق از ابوہر)

جواب نمبر ۲۲۱۔ لیٹنے والے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے اگر

---

[1] ثناء اللہ مدنی رسالہ الاعتصام ص ۹ مئی ۱۹۹۰ء

[1] خواجہ عطاء الرحمٰن ۔ سوانح مولانا نور حسین گرجاکھی ص ۱۲

[2] ثناء اللہ امرتسری ۔ فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۲۷

ہو تو نادرست ہے۔ نیت درست ہو تب بھی افضل و بہتر و مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو جنوب کی جانب پیر ہوں جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں جائز ہے"۔ ؎۱

سوال (۳) "سُنا ہے کہ آپ (مفتی عبدالستار) اور آپ کے طلبار نماز کی سنتیں کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں فقط والسلام آپکا مخلص عبداللہ عفی عنہ صفر ۱۳۸۲ھ"

جواب: (۳) میں یا میرے طلبار سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں فرض یا واجب نہیں جانتے۔ کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھے تو ثواب سے محروم ہوگا، کافر یا گنہگار نہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی اور ایک نجدی شخص کو توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ فرض کی ادائیگی پر مفلح اور جنتی فرمایا تھا نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم کو جو فرض نماز پڑھ کر کتاب و سنت کے درس دینے میں مصروف ہو جاتا ہے عابد پر فضیلت دی ہے۔

فقط ابو محمد عبدالستار امام جماعت غربار اہل حدیث کثر اللہ سوادھم مورخہ ۲ صفر ۱۳۸۲ھ ؎۲

سوال (۴) "نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ نوافل و سنت کے ترک پر گناہ تو نہیں؟

جواب (۴) نوافل و سننِ صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں"۔ ؎۳

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

؎۱ فتاویٰ ستاریہ: مفتی - فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۳۰

؎۲ مفتی - فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۴۵-۴۶ ؎۳ عبدالستار مفتی - فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۳۵

"والسنۃ ان تکون السورۃ بعد الفاتحۃ و بعد آمین و یقرأ علی ترتیب المصحف و لو خالف جاز وصح بلا کراھۃ"۔ ؎۱

اور سنت یہ ہے کہ سورۃ، فاتحہ اور آمین کے بعد ہو اور (باقی سورتوں میں بھی) قرآن کی ترتیب کے مطابق پڑھے اگر ترتیب کے خلاف پڑھا تو بھی جائز اور بلا کراہت صحیح ہے۔

نماز سے ہٹ کر دیگر سنتوں کے متعلق غیر مقلدین کے اکابر کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ میاں نذیر حسین صاحب کے ایک شاگرد مولوی سلامت اللہ جیراجپوری صاحب کے صاحبزادے اسلم جیراجپوری صاحب لکھتے ہیں۔

"ان (مولوی بشیر احمد سہسوانی شاگرد میاں نذیر حسین صاحب ناقل) کی بیٹی کو بیاہنے کے لیے سہسوان کے ایک معزز اور دولتمند رئیس آئے۔ جماعت اہل حدیث میں اس شادی کی بڑی دھوم تھی۔ میں بھی والد صاحب کے ساتھ مدار المہام صاحب کی مسجد میں گیا جہاں نکاح تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ مہر پچاس ہزار اشرفی مقرر کیا گیا۔ واپسی پر جب ہم سوار ہوئے تو میں نے والد سے کہا کہ اس قدر مہر تو سنت کے خلاف ہے، ہماری مسجد کے مؤذن حاجی نعمت اللہ پرتاپ گڑھی بھی ساتھ تھے جنہوں نے اجودھیا کے جہاد میں مولوی امیر علی کا ساتھ دیا تھا، متقی، مجاہد اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرنے والے، میری بات سن کر بولے کہ

"مولویوں کا حال مجھ سے سنو۔ یہی مولوی محمد بشیر اور قاضی شیخ محمد اور فلاں فلاں ہماری مسجد میں ایک دن بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے، مسئلہ یہ چلے ہوا کہ نماز میں سوائے اللہ کے کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں

؎۱ صدیق حسن خان، نزل الابرار ص ۸۳ - بحوالہ اظہار التحسین ص ۴۸

ہے۔ اسی درمیان میں نواب صدیق حسن خان آگئے جو اس وقت شیش محل میں رہتے تھے اور جماعت اسی مسجد میں پڑھتے تھے۔ یہ سارے مولوی ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے صرف میں بیٹھا ہوا تھا اور ہنس رہا تھا۔ نواب صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ سنایا وہ بھی ہنس پڑے۔ یہ مولوی ہم کو تو حدیث سناتے ہیں کہ جس عورت کا مہر کم ہو وہ برکت والی ہوتی ہے اور خود اپنی بیٹیوں کا مہر بندھواتے ہیں پچاس ہزار دینار سُرخ۔"[1]

راقم الحروف غیر مقلدین کے ایک مکتبہ پر ان کے مطبوعہ سیپارے تبدیل کروانے کے لیے گیا تو انہوں نے انتہائی حیل و حجت سے کام لیتے ہوئے تبدیل کرنے سے انکار کر دیا اس پر راقم نے اُن سے کہا کہ حدیث میں تو سودا واپس لینے کی فضیلت وارد ہوئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "مَن اقال اقال اللہ عثراتہ" اوکما قال جس نے سودا واپس لے لیا اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ آپ اچھے اہل حدیث ہیں کہ سودا واپس کرنا تو کجا تبدیل بھی نہیں کر رہے۔ اس پر وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے انہیں نماز (یعنی رفع یدین) کی حدیثیں نہیں آتیں یہ آتی ہیں۔

ڈسکہ کے ایک مولانا .... نے راقم کو بتلایا کہ میں غیر مقلدین کے مکتبہ پر گیا تو وہ زمین پر جگہ ہونے کے باوجود بنچ پر کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا حدیث میں تو آتا ہے کہ اللہ کے نبی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور آپ کسی مجبوری کے بغیر جگہ ہوتے ہوئے بھی بنچ پر بیٹھ کر کھا رہے ہیں، انہوں نے بلا تکلف فوراً یہ کہا کہ مولوی صاحب پہلے اپنی نماز صحیح کریں۔ آپ لوگ نماز تو صحیح پڑھتے نہیں (یعنی رفع یدین تو کرتے نہیں) ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے یہاں متفق علیہ اور مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی

[1] اسلم جیراجپوری، نوادرات ص ۳۸۴

ضروری ہے اور نہ ان کے چھوڑنے پر کوئی گناہ ہے بلکہ سنت سے ہٹا ہوا عمل جائز صحیح ہے مکروہ بھی نہیں۔ لیکن آمین بالجہر، رفع یدین وغیرہ جن کے مستحب ہونے میں بھی امت کا اختلاف ہے وہ ان کے یہاں اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر عملدرآمد کیے بغیر نہ کسی کی نماز صحیح ہے اور نہ کوئی ان کے بغیر محمدی بن سکتا ہے، ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ احیاء سنت میں مخلص نہیں اور نہ ان کا مقصد احیاء سنت ہے ان کا مطمح نظر فقط اختلافی مسائل کو ہوا دینا ہے اور ہر اس کام کا الٹ کرنا ہے جو اہلسنت کا معمول ہے۔

مشہور ہے کہ کسی شیعہ نے اپنے شیعہ ذاکر سے پوچھا یہ تو بتلائیے ہمارا مذہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہل سنت جو کریں اس کا الٹ کرنا ہمارا مذہب ہے۔

شاید غیر مقلدین نے بھی اسی روش کو اپنا لیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرنا جہاد سمجھنے لگے ہیں جو اہل سنت کے یہاں متفق علیہا ہے اور اہل سنت کا اس پر عمل ہے جس کا منطقی نتیجہ اختلاف و انتشار کا پیدا ہونا ہے۔

مثلاً

(۱) یہ لوگ گُدّی پر مسح کو بلا وجہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ گدی پر مسح احادیث سے ثابت ہے۔[1]

(۲) عام ٹائمن اور سوتی جرابوں پر لوگوں کو دکھلا کر مسح کرتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

(۳) دوران نماز زبردستی پاؤں سے پاؤں ملاتے ہیں حالانکہ کسی بھی مرفوع حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

[1] دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۲-۹۳ نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۸۰

(۴) چیخ کر آمین کہنے کو سنت سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں چیخنا منع آیا ہے،[1] بالخصوص مسجد میں۔

(۵) رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین نہ کرنے سے نماز کو ناقص بلکہ فاسد تک کہہ دیتے ہیں حالانکہ نہ یہ کسی حدیث میں ہے اور نہ ہی اہل سنت میں سے کسی امام کا یہ مسلک ہے۔

(۶) جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل کہتے ہیں، ان کے نزدیک اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، حالانکہ یہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے۔

(۷) فجر کی رہ جانے والی سنتوں کو فجر کی نماز کے فوراً بعد ادا کر لینے پر زور دیتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔[2]

(۸) دیگر متفق علیہ نوافل کو چھوڑ کر جمعہ کے خطبہ کے دوران اور مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نوافل ائمہ اہل سنت کے یہاں متردد مختلف فیہ ہیں اور کتب حدیث میں ان کے معارض احادیث موجود ہیں۔[3]

(۹) جمع بین الصلوٰتین پر بے خوف و خطر عمل کرتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔[4]

---

[1] دیکھیے سورۂ اعراف آیت ۵۵۔ بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ مسلم ج ۲ ص ۳۲۶
[2] دیکھیے بخاری ج ۱ ص ۸۲ نسائی ج ۱ ص ۶۷ مسلم ج ۱ ص ۲۷۶ وغیرہ [3] دیکھیے موطا امام مالک ج ۱ ص ۸۹ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۱۱ طحاوی ج ۱ ص ۱۵۳ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۸ [4] دیکھیے ترمذی ج ۱ ص ۲۶ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۷۵ موطا امام محمد ص ۱۲۹ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۵۹

(۱۰) ننگے سر نماز پڑھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ ننگے سر نماز پڑھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ کے خلاف ہے اور بقول مولانا محمد داؤد غزنوی کے بدرسم ہے۔[1]

(۱۱) عورت و مرد کی نماز میں فرق کو بدعت کہہ کر مٹانا کار ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں فرق موجود ہے۔[2]

(۱۲) عورتوں کے جمعہ و عیدین کے لیے کھلے میدان اور مساجد میں آنے پر زور دیتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔[3]

(۱۳) آٹھ رکعت تراویح کی ترویج و تبلیغ کو جہاد سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ۲۰ رکعات سے کم تراویح کا قائل نہیں۔[4]

(۱۴) گاؤں، دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھنے کو فرض عین قرار دیتے ہیں حالانکہ احادیث و آثار میں اس کی ممانعت آئی ہے۔[5]

(۱۵) مسجد محلہ میں دوسری تیسری بلکہ چوتھی جماعت کے کروانے کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول مبارک کے بالکل خلاف ہے۔[6]

(۱۶) عیدین کی نماز میں بارہ تکبیروں کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، جب کہ چھ تکبیریں کہنا صحیح آثار سے ثابت ہے۔

---

[1] دیکھیے فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۹۱ [2] دیکھیے مراسیل ابی داود ص ۸ جامع المسانید ج ۱ ص ۴۰۰ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۷۰ وغیرہ [3] دیکھیے بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰ و در منثور ج ۵ ص
[4] دیکھیے مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ کنز العمال مختصر قیام اللیل مروزی
[5] دیکھیے فتح الباری ج مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۸ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۱
[6] دیکھیے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵ کتاب الام جلد ۱ ص ۱۵۳-۱۵۵ المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹

۱۷۔ نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ مجتہدین ائمہ اہل سنت میں سے کسی کا مسلک ہے (البتہ روافض کا ضرور معمول ہے)

۱۸۔ قربانی عید کے چوتھے دن کرنے کو احیاء سنت سمجھتے ہیں حالانکہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے چوتھے دن قربانی کرنا ثابت نہیں۔

۱۹۔ اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کو شریک کرنا بھی صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں بلکہ صحیح حدیث کے خلاف ہے اور ائمہ اہل سنت ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مسلک نہیں۔

۲۰۔ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ یہی ائمہ اہلسنت ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔

۲۱۔ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں حالانکہ کسی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث سے صرف ایک داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت نہیں،

۲۲۔ تقلید کو شرک و بدعت اور تمام برائیوں کی جڑ کہتے ہیں حالانکہ تقلید قرآن وحدیث اجماع امت اور قیاس مجتہد چاروں دلائل سے ثابت ہے۔ اہل باطل کو چھوڑ کر ساری امت مسائل اجتہادیہ میں ائمہ مجتہدین کی تقلید پر متفق رہی ہے جن میں بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ان جیسے بیسیوں مسائل ہیں جن میں غیر مقلدین اہلسنت کے خلاف چلتے ہیں اور اس میں اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتے، لہٰذا اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان لوگوں کا مقصد احیاء سنت نہیں بلکہ امت میں اختلاف وانتشار پھیلانا ہے جس کا آج کل بخوبی مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس موقع پر غیر مقلدین کے ایک ماہانہ رسالے " ترجمان الحدیث " ج ۱۴ شمارہ نمبر ۵ کے ایک صفحہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ یہ صفحہ ایک غیر مقلد مولوی خواجہ قاسم کے مضمون کا ہے۔ اس صفحہ کو پڑھ کر قارئین اندازہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کی محنت وقوت کس کام میں صرف ہو رہی ہے؟ آیا یہ اختلاف وانتشار کو ہوا دی جا رہی ہے یا نہیں؟ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان قائم کیا ہے، "غیر اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں" کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، خواجہ صاحب کا اپنے رسالوں میں خود اپنا انداز تبرائی اور سوقیانہ ہے اس لیے دوسروں کی تنقید انہیں گالیاں نظر آتی ہیں، خیر سر دست اس کو چھوڑیئے اصل بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ اس وقت غیر مقلدین امت میں اختلاف وانتشار کو ہوا دینے میں مصروف ہیں جس کا ایک زندہ ثبوت خواجہ قاسم کی یہ تحریر ہے جس میں تمام اختلافی مسائل کا تذکرہ ہے جنہیں ہوا دے کر غیر مقلدین اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

لیجئے یہ ہے علس خواجہ قاسم کی تحریر کا۔

ماہنامہ ترجمان الحدیث

تحریر: جناب محمد قاسم خواجہ

غیر اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں

تقلید پر نزاع کا عالم !

تقلید کا زور ٹوٹ رہا ہے سمجھدار لوگ اس سے کنی کترانے لگے ہیں. بستیوں میں جمعے ہو رہے ہیں. عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت مل گئی ہے. غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جانے لگی ہے. احناف کی مساجد آٹھ تراویح کے بعد دو تہائی سے زیادہ خالی ہو جاتی ہیں مسجدوں میں دوبارہ جماعتیں ہونے لگی ہیں ــــ تین طلاق کے مسئلے پر حنفی علماء خود اپنے مقتدیوں کو اہلحدیث علماء کے پاس جانے کا مشورہ دینے لگے ہیں. حلالے کے علمبرداروں کو حلالہ کا مسئلہ بتلاتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہونے لگی ہے. اب انہیں مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں نوے برس کی عدت بتلانے میں بھی شرم آنے لگی ہے. بلکہ تقلید کے مبلغین ہر مسئلے پر تحقیق کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں. جو تقلید کی عین ضد ہے. ــــ الغرض تقلید پر نزاع کا عالم طاری ہے وہ جانکنی کے عذاب میں مبتلا ہے اور بچنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے. تقلید کے محافظ اسے آکسیجن لگا کر زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں. اور اسے ایسا خون دے رہے ہیں جس کا نمبر اس کے گروپ سے نہیں ملتا. جب کوئی صورت کارگر ثابت نہیں ہوتی تو غصہ نکالنے کیلئے پڑوسیوں کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں.

حنفی علماء کرام !

شہر گوجرانوالہ میں پہلے بھی حنفی علماء کرام رہتے تھے مثلاً حضرت مولانا محمد چراغ صاحب حضرت مولانا عبدالواحد صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی خلیل احمد صاحب

قارئین کے سامنے حال ہی میں پیش آنے والا کراچی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس کا تذکرہ مفتی رشید احمد صاحب نے کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں :

مفتی صاحب رقمطراز ہیں :

"ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہرحال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجا خانے گرا کر از سر نو قبلہ رُخ تعمیر کرائے ہیں وجہ دریافت کرنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اسکو زندہ کیا ہے" [1]

اندازہ کیجئے، کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا احیاء سنت ہے ؟ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے اور کیا صحابہ و تابعین اور دیگر مسلمان ایسا ہی کرتے تھے ہرگز نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم نیز صحابہ کرام کا قصہ اور انکا عمل سُن لیجئے

"حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرو نہ پیٹھ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کیا کرو (یہ حکم مدینہ شریف کے اعتبار سے ہے کیونکہ مسجد نبوی کا قبلہ جنوب کی طرف ہے) حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام آئے تو یہاں بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے ہم تو رُخ تبدیل کر کے بیٹھتے تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے" [2]

[1] رشید احمد رحیانوی مفتی - احسن الفتاوی ج ۴ ص ۱۱۰

[2] دیکھیے مسلم شریف عربی ج ۱ ص ۱۳۰

غیر مقلدین کی ایسی ناشائستہ حرکات جو سراسر حدیث کے خلاف ہیں ان کے ہوتے ہوئے اب بھی انہیں اگر انتشار و اختلاف کا باعث نہ سمجھا جائے اور بقول غیر مقلدین کے اسے احیار سنت ہی کہا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ برخلاف سنت کام سنت ہے اور صحیح سنت پر عمل کرنا دین سے دور رہنا ہے العیاذ باللہ۔

یوسف پنشنر کی کارروائی بھی سنتے چلئے وہ کہتا ہے۔

"امرتسر میں یہ گل کھلا کر میں اپنے وطن ضلع مظفر گڑھ میں شادی کرانے چلا گیا ریل نہ ہونے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا، راستے میں بھی یہی طریق رہا، جہاں نماز پڑھی آمین بالجہر کہی اور شورش ہوئی خدا خدا کر کے اپنے وطن حسین پور ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے وہاں بھی اپنے قصبہ (حسین پور) میں آمین بالجہر کہی تو عام شورش ہوئی یہاں تک کہ میرے سسرال والوں نے نکاح دینے سے انکار کر دیا۔" [1]

ملاحظہ فرمائیے یہ طریقہ ہے غیر مقلدین کے احیار سنت کا، جہاں جاتے ہیں گل کھلاتے ہیں اور وہ گل یہی کھلتا ہے کہ بھائی بھائی دست و گریباں ہو جاتے ہیں ماں باپ اور آل و اولاد میں نفرت ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں عام شورش اور اختلاف و انتشار پیدا ہوتا ہے نوبت مقدمہ بازی تک پہنچتی ہے۔ حالانکہ احیار سنت کا ثمرہ تو یہ ہوتا ہے کہ ٹوٹے دل جوڑ جاتے ہیں باہم الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ درحقیقت غیر مقلدین احیار سنت نہیں کرتے مسائل متنازعہ کو چھیڑتے ہیں جس کا نتیجہ تنازعہ ہوتا ہے یہ لوگ بے نمازی سے یہ نہیں کہتے کہ نماز پڑھو۔ نمازی سے کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اس سے اصل فساد پیدا ہوتا ہے۔

اب تک جو کردار غیر مقلدین کا بیان ہوا اس کی صداقت ان کے بعض علمار کی

[1] نقوش ابوالوفا ص۱۲

تحریرات سے ظاہر ہوتی ہے جو جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ قارئین غیر مقلدین کے بعض علمار کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں۔

پروفیسر محمد مبارک غیر مقلدین کی ایک ذیلی جماعت، جماعت غربار اہل حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"جماعت غربار اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ سنہ میں مولوی عبدالوہاب ملتانی صاحب نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا۔" [1]

میر ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علمار کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوز تجویز کے تحت انگریزی پالیسی تفرقہ ڈالو اور فتح کرو سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں"۔ [2]

قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری تحریر فرماتے ہیں:

[1] محمد مبارک: پروفیسر۔ علمار احناف اور تحریک مجاہدین ص ۲۸

[2] محمد ابراہیم سیالکوٹی: احیار المیت ص ۳۶ بحوالہ تحقیق مسئلہ تراویح ص۴۵

"اس زمانے کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے ....

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کرکے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کرکے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہلحدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کو ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد اور زندقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ، اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ والجماعۃ سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و مستکبر ہوگئے ہیں فافہم و تدبر" [1]

ماہانہ مجلہ "اہل حدیث دہلی" کے ایڈیٹر حکیم اجمل خان (یہ وہ حکیم اجمل خان نہیں جو خاندان شریفی کے مشہور و معروف حکیم و طبیب ہیں) اپنی جماعت کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

[1] عبدالاحد خانپوری : قاضی - التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ ص ۲۶۲

"فی الوقت ہماری جمعیت، مسلک کی دعوت و تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ روپیہ، اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے، عوام کو بیوقوف بنایا جارہا ہے اور مسلک و جماعت کے نام اور منصب کا بلیک میل کیا جارہا ہے جس شخص کے پاس جمعیت کا عہدہ و منصب ہو وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب دنیا میں چمکتا ہے پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے ذریعہ ویزا اور عرب شیوخ تک رسائی بہرحال آسان ہوجاتی ہے اس لیے ان عہدوں پر دوبارہ آنے اور ہمیشہ برقرار رہنے کی کوشش کی جارہی ہے جیسا کہ حالیہ جماعتی انتخابات کے نظارے سامنے آئے ہیں لوگوں نے ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے، آبروریزی کرنے، دھاندلی مچانے لاقانونیت اور شرعی تقاضوں کو پامال کرنے میں کوئی کور کسر باقی نہیں رکھی ہے اور آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سب سے بڑی دھاندلی اور لاقانونیت مرکزی جمعیت کے ناظم صاحب کی طرف سے ہو رہی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے عہدہ پر دوبارہ آنے کے لیے بے چین ہیں اور اس کے لیے جوڑ توڑ اور دھاندلیاں کر رہے ہیں" [1]

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"دہلی کا حال اس سے بھی زیادہ خراب۔ یہاں جمعیۃ کے کارکنان کو ہنگامہ آرائی اور دینی جماعت کے ماحول کو پراگندہ کرنے، پارٹی بازی پھیلانے کے لیے استعمال کیا گیا" [2]

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے

جماعت غرباء اہل حدیث کے دوسرے امام عبدالستار صاحب نے جماعت

[1] اجمل خان حکیم۔ مجلہ اہل حدیث انڈیا ص ۲ مارچ ۱۹۹۰ء [2] اجمل خان، حکیم۔ مجلہ اہل حدیث انڈیا ص ۵ مارچ ۱۹۹۰ء

غرباء اہلحدیث کے اجلاس دہلی ۱۳۵۲ میں ایک خطبہ امارت پیش کیا تھا جس میں چودھویں صدی کے اپنے مجدد کی خدمات ذکر کی تھیں، کچھ خدمات آپ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں ۔

" چودھویں صدی کے مجدد اعظم کی اہم ترین اسلامی خدمات، جناب حافظ کلام رب العلمین رئیس المحدثین امام زمانہ وحید دہرہ مولانا الحاج ابو محمد عبدالوہاب رضی اللہ عنہ حامی توحید وماحی الشرک محیی السنۃ قامع البدعۃ اپنے زمانہ کے بخاری نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم سے تحصیل علم کے بعد ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی بنیاد شہر دہلی میں قائم کر کے خالص درس قرآن حدیث شروع کیا اور دیگر علوم آلیہ وعقلیہ منطق وفلسفہ فقہ مروجہ وغیرہ کے ڈھول کا پول کھولنا شروع کیا اور قرآن حدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل عقیدہ رکھنا سخت جرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے بالکل منافی ہیں۔ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے"۔ [1]

مزید لکھتے ہیں:

" بعد نماز علی الصباح کلام مجید کا ترجمہ ہوتا ہے، قرآن کھل جاتے ہیں۔ کشن گنج کے تمام اہلحدیث بوڑھوں سے لے کر جوانوں اور شعور دار بچے تک ترجمہ پڑھتے ہیں۔ مولانا ممدوح ترجمہ میں وہ عام فہم دقائق بیان فرماتے ہیں اور شرک وبدعت کی وہ چیتھاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید ناسدید کا وہ کھوج کھوتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل کی جو قرآن وحدیث

[1] عبدالستار مفتی، خطبہ امارت ص ۱۳

کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے ہیں کہ باید وشاید اور بے تحاشا سامعین کی زبان سے سبحان اللہ اور بارک اللہ نکلتا ہے"۔ [1]

غیر مقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد اعظم کے پوتے عبدالغفار سلفی حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کی اقتدا میں بہتر نہیں۔ اگر سنت اور صحیح مسلک واشاعت کی خاطر احناف کی اقتدار میں نماز پڑھی جائے تو جائز کیا بلکہ ضروری ہے کیونکہ آپ احناف کی مسجد میں جاکر صحیح طریقہ کے مطابق صحیح وضو کریں گے پھر نماز سنت طریقہ کے مطابق آمین رفع یدین سے پڑھیں گے، مقتدین کو متبعین سنت کی نماز کا علم ہوگا وہ آپ سے دریافت کریں گے آپ نے آمین کیوں کہی رفع یدین کیوں کیا آپ ان کو جواب دیں گے، سننے والوں میں دس ہوں گے تو ایک تو آپ کا حامی بھی ہوگا۔ اس طرح آپ کا مسلک پھیلے گا۔ اگر اس پوری کارروائی کی ہمت وجرأت نہ ہو تو پھر آپ اہل حدیث مسجد بنانے کی الگ کوشش کریں اور تاقیام مسجد اپنی نماز گھر پر پڑھیں"۔ الخ [2]

[1] عبدالستار مفتی، خطبہ امارت ص ۱۵-۱۶

[2] عبدالغفار سلفی، فتاوی ستاریہ ج ۲ ص ۲۸-۲۹

قارئین محترم یہ ایک طویل موضوع ہے جس کے لیے دفتر درکار
ہیں اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور کچھ زیر نظر کتاب "حدیث
اور اہل حدیث" کے متعلق عرض کر کے مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ ـــ

کبھی فرصت سے سُن لینا بڑی ہے داستاں میری

سببِ تالیف

اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ بنا کہ اکثر غیر مقلدین کی زبانی یہ سننے میں
آتا تھا کہ مقلدین احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے پاس حدیثیں
ہیں۔ ان حضرات کی تحریرات میں بھی یہی چیز نظر آتی تھی۔ اس چیز کو دیکھ کر دل
میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں اپنی فقہ کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہیئے کہ کیا واقعی غیر
مقلدین کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس احادیث نہیں ہیں اور ہم اقوالِ رجال
ہی پر عمل کرتے ہیں، یا ہمارے پاس بھی احادیث ہیں اور ہمارا عمل بھی احادیث
پر ہے، چنانچہ جب ہم نے اپنی فقہ کا جائزہ لینا شروع کیا تو ہر ہر مسئلہ میں اس
قدر احادیث نظر آئیں کہ عقل حیران رہ گئی اور غیر مقلدین کی اُڑائی ہوئی باتوں کے
ڈھول کا اچھی طرح سے پول کھل گیا، اور یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی یہ سب باتیں
جھوٹ کا پلندہ ہیں جن سے فقہ حنفی کا دامن پاک ہے۔

اِن احادیث مبارکہ کو دیکھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ انہیں ترتیب دے کر ان
کا ترجمہ کیا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ احناف کا عمل اِن احادیث پر ہے،
اور غیر مقلدین ان احادیث پر عمل کرنے کے بجائے ان کے خلاف عمل کرتے ہیں
چنانچہ راقم الحروف نے زیر نظر کتاب "حدیث اور اہل حدیث" تصنیف کی جو
آپ کے سامنے ہے۔

کتاب کا طرز

اس کتاب کا طرز یہ ہے کہ اس میں اوّلاً اوپر ایک عنوان قائم کر کے اس
سے متعلق احادیث مبارکہ حدیث کی مستند کتابوں (صحاح ستہ وغیرھا) سے
باحوالہ نقل کی گئی ہیں، ساتھ ہی اُن کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً اُن احادیث مبارکہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ ذکر کیا گیا ہے، پھر اس
مسئلہ کے خلاف غیر مقلدین کے علماء کے اقوال ذکر کیئے گئے ہیں، بعد میں ان پر
تبصرہ کر کے فیصلہ عوام پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ فیصلہ کریں کہ غیر مقلدین حدیث کی
موافقت یعنی اس پر عمل کرتے ہیں یا اس کی مخالفت؟

زیر نظر کتاب میں غیر مقلدین کے جن علماء کی تحریرات ذکر کی گئی ہیں۔ مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کا غیر مقلدین کے ہاں جو مرتبہ و مقام ہے وہ بھی ذکر
کر دیں تاکہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ یہ اقوال معمولی غیر مقلدین کے
نہیں بلکہ ان کے بڑے بڑے علماء کے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث
پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے ایک مقتدر عالم بدیع الدین راشدی صاحب نے جنکے
درج ذیل القابات عطاء اللہ ثاقب صاحب نے لکھے ہیں۔

"ناصر السنة النبوية - ناصر العقيدة السلفية
قامع البدعة - المجاهد لاعلاء كلمة الله

الصلب فی السنۃ - الملازم للعبادۃ
العالم الفاضل المحدث الفقیہ
رئیس المحققین العلامۃ الشیخ
السید بدیع الدین الشاہ السندی الراشدی" ؎1

"ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید" کے مقدمہ میں اپنے اکابر علماء کا تعارف اور ان کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے القابات ذکر کئے ہیں ان میں سے چند ایک کے القابات کو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے پیش کردہ حوالوں کو پڑھتے وقت غیر مقلدین کے ذہن میں اپنے ان علماء کا درجہ و مقام ملحوظ خاطر رہے۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے القابات

"شیخ الکل، امام المتقین، سید المحدثین، تاج الفقہاء، علم العلماء، جامع العلوم النقلیہ والعقلیہ، ناصر السنۃ النبویۃ، عمدۃ العاملین، زبدۃ الکاملین، حجۃ اللہ علی الخلق مجدد القرن، الامام، المحدث الفقیہ الاصولی الشیخ شیخنا السید نذیر حسین" الخ ؎2

ثناء اللہ امرتسری صاحب کے القابات

"رئیس المفسرین، شیخ المحدثین، امام المناظرین، ابن تیمیہ زماں، شوکانی دوراں سردار اہلحدیث فی الہند شیخنا الشیخ، الامام المتقی النقی العادل الورع الکامل محب السنۃ، محو اہل البدعۃ، بقیۃ السلف عمدۃ الخلف، مجدد القرن ابو الوفاء ثناء اللہ بن محمد خضر الکشمیری الاصل ثم الامرتسری" ؎3

؎1 عطاء اللہ ثاقب ـ ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید ج ۱ ص ۳۴
؎2 بدیع الدین شاہ راشدی ـ ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید ج ۱ ص ۱۰۱
؎3 " " " - " ج ۱ ص ۱۰۳

نواب صدیق حسن خان صاحب کے القابات

"نواب معلی القاب، مرجع العلماء و عمدۃ الکملاء و منبع الفیوض الرحمانیۃ، ناشر السنۃ النبویۃ، المحدث الفقیہ العلامۃ السید صدیق بن حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی البوفالی"۔ ؎1

نواب وحید الزماں صاحب کے القابات

"نواب عالی جناب، عالم باعمل فقیہ وقت محب السنۃ وحید الزماں بن مسیح الزماں الدکنی" ؎2

حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب کے القابات

"شیخنا العلامۃ المحدث، استاذ العلماء، افضل الفضلاء، الصابر، الصائم الشیخ الحافظ عبد اللہ بن روشن دین الروپری الامرتسری الاھوری" ؎3

تالیف کتاب سے مقصود

اس کتاب کے لکھنے سے ہمارے پیش نظر تین مقاصد ہیں۔

(۱) اشاعت حدیث میں حصہ لینا۔

(۲) احناف کے دلائل کو یکجا کرنا تاکہ عام پڑھے لکھے لوگ بھی ان سے استفادہ کر سکیں اور انہیں عمل کرتے وقت اس بات پر پوری طرح سے شرح صدر ہو کہ ان کے پاس کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ موجود ہیں اور اُن کا عمل ان احادیث پر ہے۔

(۳) غیر مقلدین جو ہر وقت یہ راگ الاپتے ہیں کہ قرآن و حدیث پر عمل فقط ہم کرتے

؎1 بدیع الدین شاہ راشدی ـ ہدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید ج ۱ ص ۱۰۳
؎2 " " " - " ج ۱ ص ۱۰۴
؎3 " " " - " ج ۱ ص ۱۰۵

ہیں کوئی اور نہیں کرتا اور حنفی قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں، انہیں آئینہ میں ان کی صورت دکھلانا اور بتلانا کہ دیکھیے یہ کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ موجود ہیں جن پر ہمارا عمل ہے اور آپ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں - اس لیے حدیث کے مخالف آپ ہیں ہم نہیں -

راقم الحروف نے اس کتاب کی تدوین میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے کہ حوالے اصل کتابوں سے تلاش کر کے اصل کتابوں ہی کے دیئے ہیں اور جہاں کہیں کسی دوسری کتاب سے حوالہ نقل کرنا پڑا وہاں اس دوسری کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے، اس کتاب کی ترتیب سوائے چند مقامات کے حدیث کی مایہ ناز کتاب "اعلاء السنن" کی ترتیب پر رکھی ہے - اس کتاب کی ترتیب میں احقر کو بے شمار کتابوں سے استفادہ کا موقعہ ملا جن میں سب سے زیادہ استفادہ اعلاء السنن اور آثار السنن سے کیا، اللہ تعالیٰ انکے مصنفین کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض تاقیامت جاری وساری رکھے آمین -

چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے بہت ممکن ہے کہ کتاب میں کچھ اغلاط رہ گئی ہوں لہٰذا علماء کرام سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی سقم پائیں راقم کو اس پر متنبہ فرمائیں - راقم الحروف کسی بھی سقم کے دور کرنے اور کسی بھی غلطی کی اصلاح کرنے میں ذرا بھی پس وپیش سے کام نہ لے گا بلکہ ان علماء کا شکر گزار اور ان کے حق میں دعا گو ہوگا - دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مقبول ومنظور فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنائے اور جن بزرگوں عزیزوں دوستوں نے راقم الحروف سے جس درجے میں بھی تعاون کیا ہے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین - وما علینا الا البلاغ المبین

انوار خورشید

۲۹ جمادی الثانیۃ ۱۴۱۳ھ، ۲۵ دسمبر ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نجاسۃ الماء القلیل بوقوع نجس فیہ قلیلا کان او کثیرا

تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ

۱- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مرار

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالدے تو اُسے چاہیے کہ وہ اُسے بہا کر سات مرتبہ دھولے -

۲- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طھور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولاھن بالتراب

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈالدے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی بار مٹی سے مانجھیں -

۳- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لا يبولن احدكم فى الماء الدائم الذى لا يجرى ثم يغتسل فيه۔

(بخاری ج ۱ صـ۳۷)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو کہ بہتا نہیں رہا پھر اسی میں غسل کرے۔

۴۔ عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يبولنّ احدكم فى الماء الدائم ثم يتوضأ منه

(ترمذی ج ۱ صـ۱۲)

حضرت ابوہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پھر اسی سے وضو کرے۔

۵۔ عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اذا استيقظ احدكم من الليل فلا يدخل يده فى الاناء حتى يفرغ عليها مرتين او ثلثاً فانه لا يدرى اين باتت يده

(ترمذی ج ۱ صـ۱۳)

حضرت ابوہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو سو کر اٹھے تو جب تک ہاتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ بہالے اس وقت تک (پانی کے) برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے کہاں

رات گزاری۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے کیونکہ ان احادیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ ان تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے تو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے پانی کو بہا دینے کا حکم دیا ہے، اس کے بہا دینے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے (ورنہ پاک پانی کے بہا دینے کا آپ حکم نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو پانی کو ضائع کرنا ہوگا جو کہ ناجائز ہے) حالانکہ کتے کے منہ ڈالنے سے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے برتن کو پاک کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ برتن کو سات دفعہ دھویا جائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے جب برتن ناپاک ہوگا تو جو چیز اس میں ہوگی وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اسی لیے آپ نے اس چیز کے بہا دینے کا حکم دیا ہے، حالانکہ کتے کے منہ ڈالنے سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

تیسری اور چوتھی حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے اس سے وضو اور غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ وضو و غسل سے ممانعت اسی لیے ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے حالانکہ پانی میں پیشاب کرنے سے تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ کو دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوتے میں ہاتھ شرمگاہ کو چھو جانے سے شرمگاہ پر رہ جانے والی نجاست ہاتھ کو لگ جائے جس کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جائے اس لیے احتیاطاً ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرما دیا حالانکہ ناپاک ہاتھ ڈالنے سے پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔ الغرض ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کے تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"آب باراں و دریا و چاہ طاہر و مطہر ست پلید نمی گردد مگر بنجاستے کہ بو یا مزا یا رنگ اورا برگرداند" (عرف الجادی ص۹)

بارش، دریا اور کنویں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

" لا يفسد ماء البئر ولو كان صغيرا والماء فيه قليلا بوقوع نجاسة او موت حيوان دموي او غير دموي ولو انتفخ او تفسخ او تمعط شرط ان لا يتغير احد اوصافه" الخ

کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں چھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا ہو کسی نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے مرنے سے اگرچہ وہ جانور (مر کر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو یا اس کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ رنگ، بو، مزہ بدلے یا نہ بدلے لیکن غیر مقلدین قلیل و کثیر میں تفریق کے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔؟

نوٹ:۔ غیر مقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیئے کیونکہ پیشاب کے قطروں سے پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی نہیں بدلتی۔

نجاسة المنی — منی ناپاک ہے

١۔ عن یحیی بن عبدالرحمٰن بن حاطب انہ اعتمر مع عمر بن الخطاب فی رکب فیھم عمرو بن العاص وان عمر بن الخطاب عرس ببعض الطریق قریبا من بعض المیاہ فاحتلم عمرؓ قد کاد ان یصبح فلم یجد مع الرکب ماء فرکب حتی اذا جاء المیاہ فجعل یغسل ما رای من ذالک الاحتلام حتی اسفر فقال لہ عمرو بن العاص اصبحتَ ومعنا ثیاب فدع ثوبک یغسل فقال عمر بن الخطاب واعجبا لک یا عمرو بن العاص لئن کنتَ تجد ثیابا افکل الناس یجد ثیابا واللہ لو فعلتھا لکانت سنۃ بل اغسل ما رأیت وانضح مالم ار

(موطا امام مالکؒ ص۳۶)

یحیی بن عبدالرحمٰن بن حاطبؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ ایک ایسی جماعت میں شریک ہو کر عمرہ کیا جس میں حضرت عمرو بن العاصؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پانی کے قریب ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا (اتفاق سے) آپ کو احتلام ہوگیا۔ صبح ہونے کے قریب

تھی لیکن آپ کو ساتھیوں سے پانی نہیں ملا چنانچہ آپ سوار ہوئے اور پانی کے پاس پہنچ کر احتلام کے اثرات ونشانات کو دھونے لگے حتی کہ خوب روشنی ہوگئی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کہنے لگے کہ آپ نے تو صبح کردی (یہ) ہمارے پاس کپڑے ہیں (انہیں پہن کر نماز پڑھ لیجئے) اور اپنا کپڑا چھوڑ دیجئے۔ وہ بعد میں دھولیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عمرو بن عاصؓ تم پر تعجب ہے۔ اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا سب کے پاس کپڑے ہیں، بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ایک طریقہ بن جائیگا میں تو کپڑے میں منی دیکھتا ہوں تو دھولیتا ہوں ورنہ پانی چھڑک لیتا ہوں۔

٢۔ ابن وھب عن افلح بن جبیر عن ابیہ قال عرسنا مع ابن عمر بالابواء ثم سرنا حین صلینا الفجر حتی ارتفع النہار فقلت لابن عمر انی صلیت فی ازاری وفیہ احتلام ولم اغسلہ فوقف علیّ فقال انزل فاطرح ازارک وصل رکعتین واقم الصلوٰۃ ثم صل الفجر ففعلت۔

(المدونۃ الکبری ج۱ ص۲۲)

حضرت ابن وھبؒ بروایت افلح بن جبیر حضرت جبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے (ایک دفعہ) حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مقام ابواء میں رات گزاری۔ ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دن بلند ہوگیا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ جس کپڑے میں میں نے نماز پڑھی ہے اس میں منی لگی ہوئی تھی اور

میں اُسے دھو نہیں سکا تھا، آپ میری وجہ سے رُک گئے اور فرمایا کہ اُتر کر کپڑے بدلو اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی اقامت کہو اور فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔

۳- عن جابر بن سمرة قال سئل رجل النبی صلی الله علیه وسلم اصلی فی الثوب الذی آتی فیه اهلی قال نعم الا ان تری فیه شیئا فتغسله ۔

(موارد الظمآن ج ۱ ص ۸۲)

حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰة والسلام سے پوچھا کہ کیا میں ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہوں جو میں نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھو لو۔

۴- عن خالد بن ابی عزة قال سأل رجل عمر بن الخطاب فقال انی احتلمت علی طنفسة فقال ان کان رطبا فاغسله و ان کان یابسا فاحککه و ان خفی علیک فارششه (مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۸۵)

حضرت خالد بن ابی عزةؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے کپڑوں میں احتلام ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو منی تر ہے تو اسے دھولے اور اگر خشک ہے تو اسے کھرچ دے اور اگر منی کا پتہ ہی نہ چلے تو اسے ہلکا سا دھو ڈال۔

۵- عن عائشةؓ انها قالت فی المنی اذا اصاب الثوب اذا رأیته فاغسله و ان لم تره فانضحه

(طحاوی ج ۱ ص ۴۳)

حضرت عائشہؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ اگر تو کپڑے میں منی لگی ہوئی دیکھے تو اسے دھولے اور اگر نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے۔

۶- عن معاویة بن ابی سفیان انه سئل اخته ام حبیبة زوج النبی صلی الله علیه وسلم هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی الثوب الذی یجامعها فیه فقالت نعم اذا لم یر فیه اذی ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۵۳)

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ اور حضور علیہ الصلوٰة والسلام کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰة والسلام ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی گندگی (منی) نہ دیکھتے۔

۷- عن ابی هریرة قال فی المنی یصیب الثوب ان رأیته فاغسله و الا فاغسل الثوب کله

(طحاوی ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابوہریرہؓ نے منی کے متعلق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دکھائی دے تو اُسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

۸- عن عبد الملک بن عمیر قال سئل جابر بن سمرة و انا عنده عن الرجل یصلی فی الثوب الذی یجامع فیه اهله قال صل فیه الا ان تری

فیہ شیئاً فتغسلہ و لا تنضحہ فان النضح لا یزیدہ الا شرا، (طحاوی ج ۱ ص ۴۴)

عبدالملک بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہؓ سے میری موجودگی میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتا ہے جو اس نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوتے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لے اِلّا یہ کہ تو ان میں کوئی چیز (منی) دیکھے۔ ایسی صورت میں اس کو دھوئے اور پانی نہ چھڑکیو کیونکہ اس سے تو مزید گندگی بڑھے گی۔

۹۔ عن عبد الکریم بن رشید قال سئل انس بن مالک عن قطیفۃ اصابتہا جنابۃ لا یدری این موضعہا قال اغسلہا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۴۴)

عبدالکریم بن رشیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس میں منی لگ گئی تھی لیکن یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (ساری) چادر کو دھو۔

۱۰۔ عن عائشۃؓ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یابسا و اغسلہ اذا کان رطبا۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۵ طحاوی ج ۱ ص ۴۱ صحیح ابی عوانۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے

سے منی کو کھرچ دیتی تھی جب کہ منی خشک ہوتی اور جب کہ منی تر ہوتی تو پھر میں اس کو دھو دیتی تھی۔

۱۱۔ عن عمار بن یاسر قال اتی علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا علی بئر ادلو ماء فی رکوۃ لی فقال یا عمار ما تصنع؟ قلت یا رسول اللہ بابی و امی اغسل ثوبی من نخامۃ اصابتہ۔ فقال یا عمار انما یغسل الثوب من خمس من الغائط والبول، والقیء والدم، والمنی، یا عمار ما نخامتک و دموع عینیک والماء الذی فی رکوتک الا سواء، الحدیث

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے تھوک لگ گیا ہے، آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیئے۔ پیشاب، پاخانہ قے، خون اور منی۔ عمار تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر ہیں (یعنی سب پاک ہیں)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے کیونکہ اگر منی پاک ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام منی سے آلودہ کپڑے کو نہ تو خود

دھوتے نہ دھونے کا حکم دیتے بلکہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے لیکن حدیث نمبر ۲ اور ۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منی سے آلودہ کپڑے کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ حدیث نمبر ۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم بیان جواز کے لیے زندگی میں ایک مرتبہ تو آپ منی سے آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھتے لیکن ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ نے منی سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حدیث نمبر ۴، ۵، ۷، ۸، اور ۹ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ منی سے آلودہ کپڑے کے دھونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کو دھویا پھر نماز پڑھی حتیٰ کہ نماز میں تاخیر کی بھی پرواہ نہیں کی لیکن منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھی۔ حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منی سے آلودہ کپڑوں میں پڑھی گئی نماز کے لوٹانے کا حکم دیا۔ اگر منی پاک ہوتی تو آپ نماز لوٹانے کا حکم نہ دیتے۔ لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ منی پاک ہے اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"در نجاست منی آدمی دلیلی نیامدہ"۔

آدمی کی منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی، (بدور الاہلہ ص ۱۵)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

"منی ہر چند پاک است" (عرف الجادی ص ۱۰)

منی ہر صورت میں پاک ہے

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

"والمنی طاھر سواء کان رطبا او یابسا مغلظا او غیر مغلظ"۔

(کنز الحقائق ص ۱۶
نزل الابرار ج ا ص ۴۹)

منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ

ملاحظہ فرمائیے :- احادیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب منی بالکل پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی موافقت کرنا ہے یا مخالفت؟۔

الدلیل علی نجاسۃ الخمر (شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل)

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ ۵ : ۹

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

۱- عن ابی ثعلبۃ الخشنی انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا نجاور اھل الکتاب وھم یطبخون فی قدورھم الخنزیر ویشربون فی آنیتھم الخمر فقال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم غیرها فکلوا فیها واشربوا وان لم تجدوا غیرها فارحضوها بالماء وکلوا واشربوا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۱)

حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہلِ کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاپی لو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر (ان میں) کھاؤ پیو۔

۲- عن عثمان قال اجتنبوا الخمر فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سماها ام الخبائث

(المقاصد الحسنۃ للسخاوی ص ۲۰۲)

حضرت عثمانؓ (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ام الخبائث (تمام ناپاک چیزوں کی ماں) رکھا ہے۔

۳- عن طارق بن سوید الجعفی سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنهاه وکره ان یصنعها للدواء فقال انه لیس بدواء ولکنه داء

(مسلم ج ۲ ص ۱۶۳)

حضرت طارق بن سوید جعفیؓ نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے شراب کے متعلق سوال کیا، آپ نے انہیں روک دیا اور دوا کے لیے شراب بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے یہ تو بیماری ہے۔

۴- عن سلیمان بن موسی قال لما افتتح خالد بن الولید الشام نزل آمد فاعدله من بها من الاعاجم الحمام ودلوکا عجن بالخمر وکان لعمر عیون من جیوشه یکتبون الیه بالاخبار فکتبوا الیه بذلك فکتب الیه عمر ان اللہ حرم الخمر علی بطونکم واشعارکم وابشارکم" (کنز العمال ج ۹ ص ۵۲۳)

سلیمان بن موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب ملک شام فتح کیا اور آمد (شہر) میں نزول فرمایا، تو وہاں کے رہنے والے عجمیوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لیے حمام اور جسم پر ملنے کے لیے ایک خوشبو تیار کی جو شراب سے خمیر کی گئی تھی ان کے لشکر میں حضرت عمرؓ کے بہت سے جاسوس بھی تھے جو حضرت عمرؓ کو رپورٹیں لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات بھی لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دی ہے تمہارے بطنوں پر تمہارے بالوں پر اور تمہاری کھالوں پر۔

۵- عن ابی عثمان والربیع او ابی حارثة قال بلغ عمر ان خالد بن الولید دخل الحمام فتدلك بعد النورة بثخين عصفر معجون بخمر

فکتب الیہ بلغنی انک تدلکت بخمر وانہ قد حرم ظاہر الخمر و باطنہا وقد حرم مس الخمر کما حرم شربہا فلا تمسوھا اجسامکم فانہا نجس (کنز العمال ج ۹ ص ۵۲۲)

ابوعثمان دربیع سے یا ابوحارثہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے نورہ کے بعد کوئی خوشبو ملی جو شراب سے خمیر کی گئی تھی۔ ـــــ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا ـــ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے شراب کی مالش کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بلا شبہ شراب کے ظاہر و باطن کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اور شراب کے پینے کی طرح اس کے چھونے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ شراب اپنے جسموں پر مت لگاؤ کیونکہ یہ ناپاک ہے۔

۶- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم الخمر و ثمنہا وحرم المیتۃ و ثمنہا وحرم الخنزیر و ثمنہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت کو، خنزیر اور اس کی قیمت کو۔

۷- عن مجاہد قال اذا اصاب ثوبک خمر فاغسلہ

ھو اشد من الدم، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تمہارے کپڑے پر شراب لگ جائے تو اس کو دھوؤ یہ خون سے زیادہ شدید ہے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور انصاب و ازلام کو رجس قرار دیا ہے جس کے معنی ناپاکی کے ہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب اور خنزیر کے برتنوں میں دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے کھانے پینے سے روکا ہے اور دوسرے برتن نہ ہونے کی صورت میں ان کو دھو کر استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے ورنہ آپ ان برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے کا اور دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے اُن کے استعمال کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

دُوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب کو "اُمّ الخبائث" قرار دیا ہے۔ خبائث خبیثۃ کی جمع ہے اور خبیثۃ خُبث سے بنا ہے جس کے معنی نجاست و ناپاکی کے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "لَا یُصَلِّیَنَّ الرَّجُلُ وَھُوَ یُدَافِعُ الْاَخْبَثَیْنِ" یعنی آدمی ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اسے شدت سے پیشاب پاخانہ آرہا ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب پاخانہ کو اَخْبَث کہا ہے۔ اَخْبَث، خَبَث کا اسم تفضیل ہے جس کے معنی ہیں بہت ناپاک شراب کو آپ نے اُمّ الخبائث قرار دیا ہے جس کے معنی تمام ناپاک چیزوں کی اصل اور جڑ

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوا کے لیے بھی شراب بنانے کو ناپسند فرمایا ہے ۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ دوا کے لیے شراب بنانا صحیح نہیں ـــــ ـــــ دوسرے یہ ثابت ہوا کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ دوا دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کھائی یا پی جاتی ہے دوسری وہ جو بدن پر مل جاتی ہے ۔ شریعت نے مطلقاً دونوں قسم کی دوا کے لیے شراب بنانے کو منع فرمایا ہے ۔ اگر شراب پاک ہوتی تو کم از کم زخم پر لگانے کے لیے بنانی جائز ہوتی کیونکہ ہر ایسی چیز جو حرام ہو لیکن پاک ہو اس کا چھونا اجماعاً جائز ہے ۔

چوتھی اور پانچویں حدیث سے شراب کا ناپاک ہونا بالکل صراحت سے معلوم ہو رہا ہے حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ شراب کو جسم پر (بطور دوا یا خوشبو بھی) نہ ملو کیونکہ یہ ناپاک ہے ۔

چھٹی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اشیاء کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی چند وجوہات ہیں اول یہ کہ وہ چیز کرامت (عزت و احترام و بزرگی) والی ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے ۔ دوم یہ کہ اس چیز سے مالیت منتفی ہے جس کی بناء پر اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے سوم یہ کہ وہ چیز ایسی ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے کنوئیں کا پانی اور زمین پر اگی ہوئی گھاس پھوس ۔ چہارم یہ کہ وہ چیز ناپاک ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے پیشاب پاخانہ ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شراب کی خرید و فروخت کو جو حرام قرار دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ بن سکتی ہے چنانچہ جب آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شراب کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی ذیجوہ نہ تو یہ ہے کہ وہ کرامۃ (بزرگی اور عزت و احترام) رکھتی ہے اور نہ یہ ہے کہ اس سے مالیت منتفی ہے کیونکہ کافروں کے حق میں تو وہ مال ہی ہے اور نہ شراب ایسی چیز ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہو ۔ اب ایک ہی صورت اس کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی رہ جاتی ہے اور وہ ہے اس کا ناپاک ہونا پیشاب پاخانہ کی مانند ۔ جلیل القدر تابعی حضرت مجاہدؒ کے فتوے سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب خون سے بھی زیادہ ناپاک ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھوؤ ۔ اگر شراب پاک ہوتی تو آپ شراب آلود کپڑے کے دھونے کا حکم نہ دیتے ۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث و آثار کی بناء پر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شراب ناپاک ہے ، شراب کے ناپاک ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی فرماتے ہیں ۔ " اجمع الائمۃ علی نجاسۃ الخمر الا ما حکی عن داود انہ قال بطھارتھا مع تحریمھا " (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص۶) یعنی شراب کے ناپاک ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے البتہ داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتے ہوئے پاک کہتے ہیں ۔

لیکن آیت کریمہ ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے ۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے ۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں ۔

" فتحریم الحمُرِ و الخمر الذی دلت علیہ النصوص لا یلزم منہ نجاستھا بل لا بد دلیل اٰخر علیہ و الا بقیا علی الاصول المتفق علیھا من الطھارۃ " (الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص۲۰)

۳۔ عن عطاء عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیهرقه ولیغسله ثلث مرات ، (الکامل لابن عدی ج ص بحوالہ اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اُسے چاہیئے کہ پانی بہا دے اور برتن کو تین بار دھولے۔

۴۔ عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکلب یلغ فی الاناء انه یغسله ثلثا او خمسا او سبعا ،

(دارقطنی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو تین یا پانچ یا سات دفعہ دھو دیا جائے۔

۵۔ عن عطاء عن ابی هریرة قال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاهرقه ثم اغسله ثلث مرات ، (دارقطنی ج ۱ ص ۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی گرا کر تین دفعہ اُسے دھو دو۔

۶۔ عن عطاء عن ابی هریرة انه کان اذا ولغ الکلب فی الاناء اهراقه وغسله ثلث مرات (دارقطنی ج ۱ ص ۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو آپ پانی گرا کر تین مرتبہ اسے دھو لیتے۔

۷۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء کم یغسل الاناء الذی یلغ فیه الکلب قال کل ذالک سمعت سبعا وخمسا وثلث مرات ، (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۹۶)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے کتنی بار دھویا جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے سب سُنا ہے تین دفعہ بھی، پانچ دفعہ بھی، سات دفعہ بھی۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ کتا ناپاک ہے کیونکہ حدیث ۱، ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے کے پھینکنے اور برتن کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اور کتے کے جُوٹھے کا ناپاک ہونا اسی وجہ سے ہے کہ خود کتا ناپاک ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ برتن ناپاک ہو جاتا ہے اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے مٹی سے مانجا جائے پھر پانی سے دھویا جائے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتا ناپاک ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتے کے جوٹھے برتن کو ناپاک نہ قرار دیتے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی تھا اور وہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کتا بھی پاک کتے کا لعاب بھی پاک کتے کا جوٹھا بھی پاک کتے کا پیشاب بھی پاک کتے کا پاخانہ بھی پاک، ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"وحدیث ولوغ کلب دال بر نجاست تمامہ کلب ودم وشعر وعرق نیست بلکہ ایں حکم مختص بولوغ اوست" (بدور الاہلۃ ص ۱۶)

یعنی کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر وسورھما والارجح طہارتہ کما مرّ وکذلک فی بول الکلب وخراءہ والحق انہ لادلیل علی النجاستہ" (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹-۵۰)

لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جوٹھے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ان کا جوٹھا پاک ہے جیسا کہ گزر چکا اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا اور اس کا جوٹھا ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب کتا، کتے کا لعاب، کتے کا جوٹھا، کتے کا پیشاب، کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

بول ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ نجس

حلال وحرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے،

۱- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عذاب القبر من البول'

(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۸۳)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے

۲- عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا البول فانہ اول ما یحاسب بہ العبد فی القبر'

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر محاسبہ ہوتا ہے۔

۳- عن ابی ھریرۃ مرفوعا استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۹)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۴- عن عبادۃ بن الصامت قال سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البول فقال اذا مسکم شیٔ فاغسلوہ فانی اظن ان منہ عذاب القبر۔ (التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشاب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے ذرا سا بھی پیشاب لگ جائے تو اسے دھو دو کیونکہ میرا گمان یہی ہے کہ اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

۵- عن عمار بن یاسر قال اتی علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی بئر ادلو ماءً

فی رکوة لی فقال یا عمار ما تصنع؟ قلت
یا رسول الله بابی و امی اغسل ثوبی من نخامة
اصابته فقال یا عمار انما یغسل الثوب
من خمس من الغائط و البول و القیئ والدم
والمنی یا عمار ما نخامتك و دموع عینیك
والماء الذی فی رکوتك الا سواء (دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا
تھا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا
کہ عمار کیا کر رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے
تھوک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے
کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ پیشاب، پاخانہ، قے، خون اور منی، عمار
تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں
ہے سب برابر یعنی پاک ہیں۔

۲- روی انه علیه السلام لما فرغ من دفن صحابی
صالح ابتلی بعذاب القبر جاء الی امرأته فسالها
عن اعماله فقالت یرعی الغنم ولا یتنزه من بوله
فحینئذ قال علیه السلام استنزهوا من البول
فان عامة عذاب القبر منه۔ (نور الانوار
مثلہ وعزاہ فی حاشیتہ الی الحاکم)

مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نیک و صالح صحابی کی
تدفین سے فارغ ہوئے، تو آپ کو احساس ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا
ہوئے ہیں آپ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور ان صحابی کے
اعمال کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ بکریاں چرایا
کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے نہیں بچتے تھے۔ اس موقع پر
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر کا عذاب
عام طور پر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔ انسان کا پیشاب
ہو یا حیوان کا، حلال جانوروں کا ہو یا حرام کا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب
سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور نہ بچنے پر وعید ذکر کی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے
کہ پیشاب ناپاک ہے اس کے لگنے سے بدن ناپاک ہوگا اور جب بدن ناپاک ہوگا
اور بے خیالی میں کوئی پیشاب لگے ہوئے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدن اور کپڑے پر پیشاب لگ جانے کی
صورت میں ان کے دھونے کا حکم دیا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب
ناپاک ہے ورنہ آپ دھونے کا حکم نہ دیتے اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
پیشاب کے ناپاک ہونے میں حلال و حرام جانور کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی اس لیے
یہی کہا جائے گا کہ پیشاب مطلقاً ناپاک ہے۔ انسان کا ہو، حیوان کا ہو، حلال جانور
کا ہو یا حرام جانور کا۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا پیشاب
پاک ہے حلال جانور کا پیشاب ہو یا حرام جانوروں کا چنانچہ
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

" والمنی طاهر و کذلك الدم غیر دم الحیضة

وكذلك رطوبة الفرج وكذلك الخمر وبول
ما يؤكل لحمه وما لا يؤكل لحمه من
الحيوانات"۔ (نزل الابرار ج۱ ص۴۹)

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون، شرمگاہ
کی رطوبت، شراب اور حلال وحرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں
ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ
کسی کا بھی ہو لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے حیوانات کا پیشاب پاک ہے خواہ حلال
ہوں یا حرام۔
قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟۔

فرائض الوضوء

المسح علی العمامة (صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (الآیة ۵:۶)

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ
اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پہ مسح کرو اور
اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

۱۔ عن انس بن مالك قال رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية
فادخل يده من تحت العمامة فمسح مقدم
رأسه ولم ينقض العمامة (ابوداؤد ج۱ ص۱۹)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری پگڑی تھی۔ آپ
نے پگڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پگڑی کو
کھولا نہیں۔

٢- قال الشافعي اخبرنا مسلم عن ابن جريج عن عطاء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فحسر العمامة عن رأسه ومسح مقدم رأسه او قال ناصيته بالماء - (كتاب الام ج ١ ص ٢٦)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا، اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔ یا حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آپ نے اپنی ناصیہ پر مسح فرمایا پانی سے۔

٣- عن ابن عمر انه كان اذا مسح رأسه رفع القلنسوة ومسح مقدم رأسه - (رواه الدارقطني ج ١ ص ١٠٤ وفي التعليق المغني سنده صحيح)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے اور سر کے اگلے حصہ پر مسح فرماتے۔

٤- مالك انه بلغه ان جابر بن عبد الله الانصاري سئل عن المسح على العمامة فقال لا حتى يمسح الشعر بالماء (مؤطا امام مالک ص ٢٣)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

٥- مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عروة بن الزبير كان ينزع العمامة ويمسح رأسه بالماء - (مؤطا امام مالک ص ٢٣)

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

٦- عن نافع انه رای صفية بنت ابي عبيد امرأة عبد الله بن عمر تنزع خمارها وتمسح على رأسها بالماء ونافع يومئذ صغير، قال يحيى وسئل مالك عن المسح على العمامة والخمار فقال لا ينبغي ان يمسح الرجل ولا المرأة على العمامة ولا الخمار وليمسحا على رؤسهما - (مؤطا امام مالک ص ٢٣)

امام نافعؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو عبید کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ کو دیکھا کہ انہوں نے دوپٹہ سر سے ہٹا کر پانی سے سر پر مسح کیا نافعؒ ان دنوں بچے تھے۔ امام مالکؒ سے پگڑی اور دوپٹہ پر مسح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مرد و عورت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ پگڑی اور دوپٹے پر مسح کریں انہیں چاہیئے کہ سر پر مسح کریں۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دوران وضو سر پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے لہٰذا جو شخص دوران وضو سر پر مسح نہیں کریگا اس کا وضو نہیں ہوگا۔

احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے سر پر پگڑی یا ٹوپی ہو تو دوران وضو یا تو ان کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرے یا پھر سر سے پگڑی یا ٹوپی اتار کر مسح کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی کیا کرتے تھے صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کی اہلیہ صفیہؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ کے بارے میں صراحت ہے کہ وہ دورانِ وضو سر سے پگڑی ہٹا کر سر پر مسح کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے یہی فتویٰ دیا کہ پگڑی پر اس وقت تک مسح صحیح نہیں ہوگا جب تک پانی بالوں کو نہ لگے۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر کسی نے صرف پگڑی یا ٹوپی یا دوپٹہ پر مسح کیا سر پر نہ کیا تو اس کا وضو نہیں ہوگا کیونکہ مسح فرض ہے اور فرض رہ جانے سے وضو نہیں ہوتا۔ ہاں اگر سر پر مسح کر کے پگڑی یا ٹوپی پر بھی مسح کرلے یا پہلے سے باوضو ہو اور دوبارہ ثواب کی نیت سے وضو کر رہا ہو اور صرف پگڑی یا ٹوپی پر مسح کرلے تو وضو ہو جائے گا۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سر پر مسح کے بغیر صرف ٹوپی یا پگڑی پر بھی مسح کرلینا کافی ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک تنہا پگڑی پر بھی مسح صحیح ہے۔

(الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص [illegible])

عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

"صرف پگڑی پر بھی مسح کافی ہے۔" (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۲۷۵)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

"و الجمع بین الصلوٰتین والمسح علی الخفین والمسح علی العمامۃ والجوربین جائز عندنا" (نزل الابرار ج ۱ ص [illegible])

"نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، موزوں پر مسح کرنا اور پگڑی و جرابوں پر مسح

کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔"

ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ تو سر پر مسح کا حکم دے رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر پگڑی وغیرہ ہونے کی صورت میں پگڑی ہٹانے یا اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب صرف پگڑی وغیرہ پر بھی مسح کافی ہے سر پر مسح کرنے کے لیے پگڑی وغیرہ ہٹانے کی ضرورت نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غسل الرجلین فی الوضوء

وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۔ الآیۃ: ۵: ۶

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

۱۔ عن عبداللہ بن عمرو قال تخلف عنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر سافرناہ فادرکنا وقد حضرت العصر فجعلنا نمسح

علی ارجلنا فنادی ویل للاعقاب من النار

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پالیا اس اثنا میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے آگ سے۔

۲- عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا لم یغسل عقبیہ فقال ویل للاعقاب من النار، (مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا ایک شخص نے (دوران وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے آگ سے۔

آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو پاؤں (میں موزے نہ ہوں تو ان) کا دھونا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے لہٰذا اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے کیونکہ آپ ذراسی ایڑی کے خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔

خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دورانِ وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے اسی پر اجماعِ امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماعِ امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دورانِ وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔ ایک غیر مقلد صاحب اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح ہی فرض ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

" ولا یجوز الانکار علی امور مختلفۃ فیھا بین العلماء کغسل الرجل ومسحہ" (ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۶۸)

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ (دورانِ وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں:

" پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے"۔

(فتاویٰ ابراہیمیہ ص ۱۔ بحوالہ فتح المبین ص ۲۵۲)

ملاحظہ فرمائیے قرآن وحدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے ہیں اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا عمل ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کرے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

استحباب التسمیۃ عند الوضوء وعدم کونھا فرضا

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں،

۱- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد

لله فان حفظتك لا تبرح تكتب لك الحسنات حتى تحدث من ذالك الوضوء ۔

(معجم طبرانی صغیر ج۱ ص۷۳ و اسنادہ حسن مجمع الزوائد ج ۱ ص۲۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ بسم اللہ والحمد للہ بلاشبہ تیرے محافظ فرشتے تیرے لیے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تو اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔

۲۔ (عن البراء مرفوعا) ما من عبد يقول حين يتوضأ بسم الله ثم يقول بكل عضو اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله ثم يقول حين يفرغ اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين الا فتحت له ثمانية ابواب الجنة يدخل من ايها شاء فان قام من فوره ذالك فصلى ركعتين يقرأ فيهما ويعلم ما يقول انتقل من صلاته كيوم ولدته امه ثم يقال له استأنف العمل ۔

(کنز العمال ج ۹ ص ۲۹۹)

حضرت برا رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص وضو کرتے وقت کہے بسم اللہ پھر ہر عضو کو دھوتے وقت کہے اشہدان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ، پھر وضو سے فارغ ہو کر کہے ۔ اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين ۔ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے ۔ پھر اگر وضو سے فارغ ہوتے ہی فوراً دو رکعتیں اس طرح سے پڑھے کہ ان میں قراءۃ کرے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا اسے علم بھی ہو تو وہ اپنی نماز سے ایسے منتقل ہوتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر

۳۔ عن رفاعة بن رافع انه كان جالسا عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال انها لا تتم صلاة لاحد حتى يسبغ الوضوء كما امره الله تعالى يغسل وجهه ويديه الى المرفقين ويمسح برأسه ورجليه الى الكعبين ؛

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۴ ابن ماجہ ص ۳۶)

حضرت رفاعۃ بن رافعؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ نے فرمایا کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح سے وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے اپنے چہرہ کو دھوئے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے ۔

۴۔ عن عبد الله بن مسعود قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا تطهر احدكم فليذكر اسم الله عليه فانه يطهر جسده كله فان لم يذكر احدكم اسم الله

علی طہورہ لم یطہر الا ما مر علیہ الماء الحدیث

(بیہقی ج ۱ ص۴۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیئے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

۵۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضاء فذکر اسم اللہ علی وضوئہ کان طہورا لجسدہ قال و من توضأ ولم یذکر اسم اللہ علی وضوئہ کان طہورا لاعضائہ۔

(دارقطنی ج ۱ ص۷۴)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت اللہ کا نام لیا تو یہ اس کے (سارے) بدن کی طہارت ہوگا، فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس کے اعضاء وضو کی طہارت ہوگا۔

۶۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ و ذکر اسم اللہ تطہر جسدہ کلہ و من توضأ ولم یذکر اسم اللہ لم یطہر الا موضع الوضوء (دارقطنی ج ۱ ص۷۴)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا بدن پاک ہوگا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا

نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی۔

۷۔ عن الحسن قال یسمی اذا توضأ فان لم یفعل اجزأہ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۳)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہوجائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینی چاہیئے اس کا بڑا اجر و ثواب ہے لیکن اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو بہر حال ہوجائے گا (گو ترک سنت کی وجہ سے ثواب کم ہوگا) حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک صاحب کی نماز کی اصلاح کرتے ہوئے وضو کا طریقہ بتلایا لیکن انہیں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہوتی تو آپ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے۔ حدیث نمبر ۴۔۵۔۶ سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو ہوجائے گا حضرت حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ۲۰۶ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ چنانچہ مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

" الغرض ہر متوضی کو وضو کے شروع میں بسم اللہ یا بسم اللہ والحمد للہ ضرور کہنا چاہیئے۔ اگر ابتداء وضو میں بھول جائے تو اثناء وضو میں بسم اللہ اولا و آخرا کہہ لے ورنہ وضو نہ ہوگا اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں"۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص۱۹)

خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں۔

" وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر وضو شروع کرنا چاہیئے جو بسم اللہ

نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوتا"۔ (صلاۃ النبی صفحہ ۹۶)

ملاحظہ فرمائیے:۔ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر کیا اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے بسم اللہ کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے ائمہ اربعہ میں سے بھی بسم اللہ کے ضروری ہونیکا کوئی قائل نہیں نہ ان میں سے کسی نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا لیکن عمل بالحدیث کے دعویدار کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو نہیں ہوگا۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟۔

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ صرف یہی اس بات کے قائل ہیں۔

چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰنؒ لکھتے ہیں۔

"وحکی عن داود انہ قال لا یجزئ وضوء الا بہا سواء ترکہا عامدا او ناسیا" (رحمۃ الامۃ صفحہ ۱۶)

داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا چاہے کوئی عمدًا چھوڑے یا سہوًا۔

المسح علی الرقبۃ

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

۱۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح بیدیہ علی عنقہ

وقی الغل یوم القیامۃ (التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۳)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن (گدی) پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائیگا

۲۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح یدیہ علی عنقہ امن یوم القیامۃ من الغل (مسند فردوس مع تسدید القوس ج ۴ ص ۲۴۴)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھیرے تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔

۳۔ عن لیث عن طلحۃ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح مقدم رأسہ حتی بلغ القذال من مقدم عنقہ۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۸)

حضرت طلحہ بن مصرف بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا حتیٰ کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخر حصہ تک لے گئے۔

۴۔ عن طلحۃ عن ابیہ عن جدہ انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح رأسہ حتی بلغ القذال وما یلیہ من مقدم العنق

بمرة ۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٤٨١)

حضرت طلحہ بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سر پر مسح فرما رہے ہیں یہاں تک کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخری حصے اور اس سے متصل گردن کے اوپر کے حصے تک ایک بار لے گئے۔

٥۔ عن موسى بن طلحة قال من مسح قفاه مع رأسه وقى الغل يوم القيامة، قلت فيحتمل ان يقال هذا وان كان موقوفا فله حكم الرفع
(التلخيص الحبير ج ١ ص ٩٢)

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گدی کا بھی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائے گا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

٦۔ حدثني طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده كعب بن عمرو اليمامي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا يأخذ لكل واحدة ماء جديدا وغسل وجهه ثلاثا فلما مسح رأسه قال هكذا واومأ بيده من مقدم رأسه حتى بلغ بهما الى اسفل عنقه من قبل قفاه ۔ (غاية المقصود ج ١ ص ١٣٧)

حضرت کعب بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، ہر مرتبہ آپ نیا پانی لیتے تھے پھر تین دفعہ چہرہ کو دھویا جب آپ نے سر پر مسح کیا تو اس طرح کیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر کے اگلے حصے سے (مسح شروع کیا) یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

٧۔ عن وائل بن حجر (في حديث طويل) فغسل وجهه ثلاثا وخلل لحيته ومسح باطن اذنيه ثم ادخل خنصره في داخل اذنه ليبلغ الماء ثم مسح رقبته وباطن لحيته من فضل ماء الوجه ۔ الحديث
(معجم طبرانی کبیر ج ٢٢ ص ٤٢)

حضرت وائل بن حجرؓ سے ——— مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر ڈاڑھی میں خلال کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا چھنگلی کان میں ڈال کر تاکہ پانی پہنچ جائے پھر آپ نے گردن (گدی) کا اور ڈاڑھی کے اندر کے حصہ کا مسح کیا چہرہ کے بچے ہوئے پانی سے۔

٨۔ عن وائل بن حجر (في حديث طويل) ثم مسح على رأسه ثلاثا وظاهر اذنيه ثلاثا وظاهر رقبته واظنه قال وظاهر لحيته

(کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت وائل بن حجرؓ سے (ایک دوسری حدیث میں) مروی ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر تین دفعہ مسح کیا اور کانوں کے اوپر کے حصہ پر تین دفعہ مسح کیا اور گردن کے اوپر کے حصہ (گدی) پر راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت وائل نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاڑھی کے اوپر کے حصہ پر (بھی) تین دفعہ مسح کیا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی گردن (گدی) پر مسح فرمایا ہے اور لوگوں کو بھی گردن (گدی) پر مسح کی ترغیب دی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ احادیث میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا "احداث فی الدین" ہے، بدعت ہے چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"گردن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں" (صلاۃ الرسول ص ۹۳)

مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

"اور گردن کا مروّجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احداث فی الدین ہے"۔ (فتاوی ستاریہ ج ۳ ص ۵۳)

خالد حسین گرجاکھی لکھتے ہیں۔

"وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے"۔

(صلاۃ النبی ص ۲۷)

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کی حدیث دانی اور عمل بالحدیث کی

حالانکہ ذخیرۂ احادیث میں گردن کے مسح کی کئی حدیثیں موجود ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں، احادیث سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن (گدی) پر خود بھی مسح کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت ہے۔ یہ ہے غیر مقلدیت کا نتیجہ کہ بے دھڑک فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہہ دیا۔ العیاذ باللہ

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو بدعت کہنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟۔

نواقض الوضوء

الوضوء من خروج الدم

بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱- عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصابہ قیئ اور عاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضاء ثم لیبن علی صلاتہ و ھو فی ذالک لا یتکلم۔

(ابن ماجہ ص ۸۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دورانِ نماز الٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ پڑے یا منہ بھر کر قے

ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے اور نماز پر بنا کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ کی ہو۔

۲- عن عائشۃ انہا قالت قالت فاطمۃ بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ انی لا اطہر افادع الصلوٰۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذالک عرق ولیس بالحیضۃ فاذا اقبلت الحیضۃ فاترکی الصلوٰۃ فاذا ذھب قدرھا فاغسلی عنک الدم وصلی' (بخاری ج ۱ ص۴۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھوئے اور نماز پڑھے۔

۳- عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء من کل دم سائل" (کامل ابن عدی ج ۱ ص۱۹۳)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون (کے نکلنے سے) سے وضو (لازم ہو جاتا) ہے۔

۴- عن عمر بن عبد العزیز قال قال تمیم الداری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الوضوء من کل دم سائل" (دار قطنی ج ۱ ص۱۵۶)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بہنے والے خون (کے نکلنے) سے وضو (لازم ہو جاتا) ہے۔

۵- عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین فی الرجل یبصق دما قال اذا کان الغالب علیہ الدم توضأ (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص۱۴۸)

حضرت ابن سیرینؒ نے اس شخص کے متعلق جسے خون آلود تھوک آتا ہے فرمایا کہ جب تھوک پر خون غالب ہو تو وضو کرے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکسیر بہنے کی صورت میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نکسیر بہتی ہے تو خون ہی نکلتا ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ بنت ابی حبیش کو خونِ استحاضہ آنے کی صورت میں نماز کے لیے وضو کا حکم دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلاۃ تو نہیں ہے البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑیگا۔

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے تو پھر ہر خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا۔

کیونکہ بہنے والا خون رگ ہی کا ہوتا ہے شاید اسی لیے آپ نے یہ کلیہ بیان فرما
دیا ہے کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے ۔ جلیل القدر تابعی حضرت
امام ابن سیرینؒ سے کسی نے خون آلود تھوک کے متعلق مسئلہ پوچھا تو فرمایا اگر خون
غالب ہو تو وضو کرنا پڑے گا ۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی
حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں ۔

" ونمی شکند از برآمدن خون وقے " (عرف الجادی ص ۱۲)

خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

" فلا ینقض بخروج الدم من غیر السبیلین
ولو سال .... والدم الخارج من الجروح
والثبور لا ینقض وکذا القیح والصدید "

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۸)

پیشاب پاخانہ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ
بہہ پڑے ...... وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں توڑتا
ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا ۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :۔

" بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا " (دستور المتقی ص ۷۷)

ملاحظہ فرمائیے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ کسی بھی جگہ سے
خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں
صاحب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الوضوء من القیئ والرعاف

قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصابہ قیئ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ الحدیث ۔ (ابن ماجہ ص ۸۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے
دوران نماز الٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ جائے یا منہ بھر کر قے ہو جائے یا
مذی نکل آئے تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے ۔

۲۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قاء احدکم فی صلاتہ او قلس فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی ما مضی من صلاتہ مالم یتکلم قال ابن جریج فان تکلم استانف (دارقطنی ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
تم میں سے کسی کو دوران نماز الٹی ہو جائے یا منہ بھر کر قے ہو جائے
تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس پر بنا
کرے جب تک بات چیت نہ کی ہو ۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ اگر
بات چیت کر لی تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے ۔

۳۔ عن ابی الدرداء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاء فتوضاء فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق

فذكرت ذلك له فقال صدق وانا صببت له وضوئه۔ (ترمذی ص ۲۵)

حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قے ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے اُن سے اس بات کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا کہ ابودرداءؓ نے سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

۴۔ عن ابن عمر انه كان اذا رعف رجع فتوضأ ولم يتكلم ثم رجع وبنى على ما قد صلى۔

(بیہقی ج ۱ ص ۲۵۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی نکسیر پھوٹ جاتی تو لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آکر پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیتے۔

۵۔ عن ابن عمر قال اذا رعف الرجل في الصلوٰة او ذرعه القيء او وجد مذيا فانه ينصرف ويتوضأ ثم يرجع فيتم ما بقي على ما مضى ما لم يتكلم۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کسی کی نماز میں نکسیر بہہ پڑے یا قے غالب آجائے یا مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے اور واپس آکر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر (بنا کرتے ہوئے) پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منہ بھر کر قے آنے سے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قے ہوئی تو آپ نے وضو کیا۔ صحابہ کرام کو بھی آپ نے اسی کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام اسی پر عمل کرتے کراتے رہے۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں :۔

" ونمی شکند از برآمدن خون وقے " (عرف الجادی ص ۱۲)

یعنی خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" وكذا القيح والصديد " (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۸)

ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضو نہیں ٹوٹتا

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قے آنے سے خود وضو فرماتے صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیتے کہ قے آنے سے وضو کرو لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا لہذا وضو کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نقض الوضوء من القهقهة في الصلوٰة

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ عن ابي موسى قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم يصلي اذ دخل رجل فتردى في حفرة كانت في المسجد وكان في بصره ضرر

فضحك كثير من القوم وهو فى الصلوٰة فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعيد الوضوء ويعيد الصلوٰة ۔ (رواه الطبرانى فى الكبير مجمع الزوائد ج ۱ ص۲۴۶)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ دوران نماز ہی ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

۲۔ عن ابى العالية (الرياحى) ان رجلا اعمىٰ تردى فى بئر والنبى صلى الله عليه وسلم يصلى باصحابه فضحك بعض من كان يصلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فامر النبى صلى الله عليه وسلم من ضحك منهم ان يعيد الوضوء والصلوٰة

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص۳۷۶)

حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ہنس پڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنسنے والوں کو حکم دیا کہ وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائیں۔

۳۔ عن الحسن البصرى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال بينما هو فى الصلوٰة اذ اقبل رجل اعمىٰ من قبل القبلة يريد الصلوة والقوم فى صلوٰة الفجر فوقع فى زُبْيَةٍ فاستضحك بعض القوم حتى قهقه فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان قهقه منكم فليعد الوضوء والصلوٰة '

(كتاب الآثار للامام ابى حنيفه بروايت الامام محمد ص۳۵)

حضرت حسن بصریؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک نابینا آدمی قبلہ کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا۔ لوگ فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ یہ نابینا ایک گڑھے میں گر گیا۔ کچھ لوگ ہنس پڑے حتیٰ کہ انہوں نے ٹھٹھہ لگایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے ٹھٹھہ مارا ہے وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔

يوسف عن ابيه عن ابى حنيفة عن منصور بن زاذان

۴۔ عن الحسن عن معبد رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم انه بينما هو فى الصلوٰة اذ اقبل رجلٌ اعمىٰ يريد الصلوٰة فوقع فى زبية فاستضحك بعض القوم حتى قهقه فلما انصرف النبى صلى الله عليه وسلم قال من كان منكم قهقه فليعد الوضوء والصلوٰة ۔

(كتاب الآثار للامام ابى حنيفة بروايت الامام ابى يوسف ص۳۸)

حضرت معبدؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز پڑھانے میں مشغول تھے کہ ایک نابینا آدمی نماز کے ارادہ سے آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا کچھ لوگ ہنس پڑے حتٰے کہ انہوں نے قہقہہ لگایا۔

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ نماز قہقہہ لگانے سے جس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے ایسے ہی وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دورانِ نماز قہقہہ لگانے والوں کو وضوٗ اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

" ولا ينتقض بالقهقهة ولو من مصل بالغ في صلاة كاملة " (نزل الابرار ج ا ص ۱۹)

یعنی قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ بالغ نمازی کامل نماز میں قہقہہ لگائے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ دورانِ نماز قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

مس الذکر غیر ناقض

شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

۱- عن طلق بن علیؓ قال قال رجل مسست ذكري او قال الرجل يمس ذكره في الصلوٰة أعليه الوضوء؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا انما هو بضعة منك (اخرجه الخمسة وصححه ابن حبان، وقال ابن المديني هو احسن من حديث بسرة، بلوغ المرام مترجم ص۶۳)

حضرت طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگاؤں یا کہا کہ کوئی شخص بھی ایسا کرے تو کیا اُسے وضو کرنا پڑے گا ؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نہیں، وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

(امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مدینی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حضرت بسرہ کی حدیث سے زیادہ بہتر ہے۔)

۲- عن سلام الطويل عن اسماعيل بن رافع عن حكيم بن سلمة عن رجل من بني حنيفة يقال له جدي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اني ربما اكون في الصلوٰة فتقع يدي على فرجي فقال امض في صلاتك۔

(رواه ابن [illegible] و معرفة السنن بحواله اعلاء السنن ج ا ص ۱۱۹)

حکیم بن سلمہ بنو حنیفہ کے ایک شخص سے جسے جری کہا جاتا ہے۔
روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات میں نماز
میں مشغول ہوتا ہوں اور میرا ہاتھ شرمگاہ پر پڑ جاتا ہے؟ آپ نے
فرمایا نماز جاری رکھا کرو۔

۳- عن ارقم بن شرجیل قال حککت جسدی وانا
فی الصلوٰۃ فافضیت الی ذکری فقلت
لعبد اللہ بن مسعود فقال لی اقطعہ وھو یضحک
این تعزل لہ منک انما ھو بضعۃ منک۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۴)

حضرت ارقم بن شرجیل فرماتے ہیں۔ دوران نماز میں نے اپنا بدن کھجایا
تو (ہاتھ) شرمگاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے
عرض کیا۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا اسے کاٹ دو، اسے اپنے سے
جدا کرکے کہاں لے جاؤ گے یہ تمہارے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

۴- عن الحسن ان خمسۃ من اصحاب محمد صلی
اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب وابن مسعود
وحذیفۃ وعمران بن حصین ورجلا آخر
قال بعضھم ما ابالی مسست ذکری او انفی
وقال الآخر فخذی وقال الآخر رکبتی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۴)

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
پانچ صحابہ حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت
حذیفہؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور ایک اور صحابی کا (شرمگاہ کو ہاتھ
لگ جانے کے متعلق مذاکرہ ہوا) ایک نے کہا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں
ہے کہ میں شرمگاہ کو چھوؤں یا ناک کو، دوسرے نے کہا کہ یا اپنی ران
کو، تیسرے نے کہا کہ یا اپنے گھٹنے کو۔

۵- عن قیس قال سأل رجل سعدا عن مس
الذکر فقال ان علمت ان منک بضعۃ نجسۃ
فاقطعھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴)

حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت سعدؓ سے
شرمگاہ کو چھونے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے
ہو کہ یہ تمہارے بدن کا ناپاک ٹکڑا ہے تو اسے کاٹ دو۔

۶- اخبرنا ابو العوام البصری قال سأل رجل
عطاء بن ابی رباح قال یا ابا محمد
رجل مس فرجہ بعد ما توضأ قال رجل
من القوم ان ابن عباسؓ کان یقول ان کنت
تستنجسہ فاقطعہ قال عطاء بن ابی رباح
ھذا واللہ قول ابن عباس۔ (موطا امام محمد ص ۵۲)

ابو العوام بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے
ایک شخص نے سوال کیا کہ اے ابو محمد ایک شخص نے وضو کرنے

کے بعد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگالیا ہے۔ لوگوں میں سے ایک
صاحب بولے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو اسے
ناپاک سمجھتا ہے تو کاٹ دے۔ حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ نے
فرمایا بخدا یہ ابن عباسؓ ہی کا قول ہے۔

۷- عن علی بن ابی طالب فی مس الذکر قال
ما ابالی مسستہ او طرف انفی (مؤطا امام محمد ص۵۲)

حضرت علیؓ سے شرمگاہ کو چھونے کے متعلق مروی ہے کہ
آپ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی شرمگاہ کو چھوؤں
یا اپنی ناک کا کنارہ۔

۸- عن البراء بن قیس قال سألت حذیفة بن
الیمان عن الرجل مس ذکرہ فقال انما ھو
کمسته رأسه۔ مؤطا امام محمد ص۵۵

حضرت براءؒ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ بن
یمانؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی شرمگاہ
کو ہاتھ لگالیا ہو تو آپ نے فرمایا ایسے ہی ہے جیسے سر کو ہاتھ
لگالینا۔

۹- عن عمیر بن سعد النخعی قال کنت فی
مجلس فیه عمار بن یاسر فذکر مس الذکر
فقال انما ھو بضعة منك وان لكفك
موضعا غیرہ۔ (مؤطا امام محمد ص۵۵)

عمیر بن سعد نخعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی مجلس میں موجود

تھا جس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے
کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے
البتہ تیری ہتھیلی کے لیے اس کے علاوہ (بھی) جگہ ہے۔

۱۰- عن ابی الدرداء انه سئل عن مس الذکر فقال
انما ھو بضعة منك۔ (مؤطا امام محمد ص۵۸)

حضرت ابو درداءؓ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے متعلق سوال کیا گیا
تو آپ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک حصہ ہے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں
ٹوٹتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا
کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عام صحابہ کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے چنانچہ حضرت
علیؓ، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن
عباسؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمان، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو درداءؓ
اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ احادیث میں موجود ہیں۔ ان سب
کے نزدیک شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شرمگاہ
کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"ومس کردن ناقض وضو است" (النہج المقبول ص۱۱)

یعنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"وینقض بمس الذکر والفرج ببطن الکف او

بطون الاصابع من غیر حائل و ینقض وضوء اللامس و الملموس"۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۹)

مرد و عورت کی شرمگاہ پر ہتھیلی کے اندر کے حصہ یا انگلیوں کے اندر کے حصہ سے بغیر کسی رکاوٹ کے ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ہاتھ لگانے اور لگوانے والے دونوں کا ٹوٹتا ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

" ذکر یا فرج کو ہاتھ لگانے یا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دستور المتقی ص ۷۷)

ابو سعید شرف الدین لکھتے ہیں۔

" مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا وضو کرنا فرض ہے"۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۱۲)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ مس ذکر (شرمگاہ کو ہاتھ لگانے) سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن غیر مقلدین بالکل بے دھڑک بلا جھجک فتویٰ دے رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچئے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان غلط ہے۔ کیا صحابہ کرام غلط فتوے دیتے رہے ہیں؟ اگر غیر مقلدین کی بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب صحابہ اور ان سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرنے والے سب تابعین بے وضو ہی نماز پڑھتے پڑھاتے رہے۔ العیاذ باللہ۔ نواب وحید الزماں صاحب کی عقل کی داد دیتے چلئے کہ انہوں نے یہ فتویٰ اپنی طرف سے جڑ دیا کہ اگر کوئی دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو جس نے لگایا ہے اور جس کے لگایا ہے دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ نواب صاحب تو گزر گئے کیا نواب صاحب کے حواری اس کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں؟

ذرا اس پر بھی غور فرمایئے کہ نواب صاحب کے نزدیک دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر دونوں مباشرت فاحشہ کریں (یعنی بالکل برہنہ ہو کر ایک دوسرے سے مل کر لیٹیں) تو اس سے نواب صاحب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

" وکذا بمباشرۃ الفاحشۃ" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۹ و کنز الحقائق ص ۱۲)

اور ایسے ہی مباشرۃ فاحشہ سے (بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔)

قارئین کرام ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے مسلک اہل حدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و سنت کے موافق ہے یا مخالف؟

ایک نئی دریافت

مردوں کے لیے شلوار یا تہبند ٹخنوں سے نیچے کرنا گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس عمل پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے اور بالکل واضح ہے محتاج بیان نہیں۔ لیکن کیا کپڑے کے ٹخنوں سے نیچا ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کا نہ کسی حدیث میں تذکرہ ہے نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے ہاں غیر مقلدین نے اسے نواقض وضو میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو از سر نو وضو کرنا چاہئے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔

" ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہئے"۔

(دستور المتقی ص ۷۸)

من ترک جزأ یسیرًا مما یجب تطہیرہ لا تصح طہارتہ

اعضاءِ وضو میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال اخبرنی عمر بن الخطاب ان رجلا توضاء فترک موضع ظفر علی قدمہ فابصرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوئک فرجع ثم صلی۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بتلایا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح سے وضو کرو۔ وہ گیا (اور اچھی طرح وضو کرکے) نماز پڑھی

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو اگر اعضاء وضو میں سے کوئی جگہ ناخن کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا ـــــ ہر آدمی جانتا ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک رہتے ہیں اس لیے اگر کسی نے ناخن پالش لگا لی ہے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔

لیکن اس حدیث اور اتنی عام فہم بات کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ناخن پالش لگے ہونے کے باوجود وضو ہو جاتا ہے چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :۔ کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کرکے نماز پڑھ سکتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا ؟

جواب :۔ ناخن پالش مہندی کی قسم سے مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے

سے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیئے۔"

(فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۲۵۱)

ملاحظہ فرمائیے :۔ غیر مقلدین کے مجتہد العصر صاحب کو چاہیئے تھا کہ اس سوال ـــــ کا جواب حدیث سے دیتے کیونکہ غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہے، لیکن چونکہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی حدیث تھی نہیں اور جواب دینا ضروری تھا اس لیے مجتہد صاحب نے خود اجتہاد کیا وہ اس طرح سے کہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کیا اور حکم لگایا کہ چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے تو ناخن پالش سے بھی وضو ہو جائے گا لیکن مجتہد صاحب نے اس قیاس میں بُری طرح ٹھوکر کھائی اور غلط قیاس کر بیٹھے، جو لوگ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کو غلط قرار دینے پر تلے ہوئے ہوں وہ خود کیسے صحیح قیاس کر سکتے ہیں۔ ناخن پالش قطعاً مہندی کی قسم سے نہیں ہے کیونکہ مہندی میں انسانی صنعت کو دخل نہیں۔ مہندی کے پتے ہوتے ہیں جنہیں پیس کر پانی میں ڈال کر گوندھ لیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ چڑھ جاتا ہے جبکہ ہاتھوں پر مہندی کا کوئی جُز بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ناخن پالش خالص انسانی صنعت ہے اس کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا بلکہ ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی ناخن پالش اترتی ہے ناخن صاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی رنگ نظر نہیں آتا دوسرے مہندی کا رنگ گہرا ہوتا ہے، ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روک سکے۔ تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں روکتا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ کسی صاف کاغذ پر مہندی کا رنگ چڑھائیں اور مہندی ہٹا

ہیں اور اس پر پانی ڈال کر دیکھیں پانی سرایت کر جائیگا اس کے بعد کاغذ پر ناخن پالش لگائیں اور اس پر پانی ڈالیں پانی نیچے سرایت نہیں کرے گا ۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے لہٰذا جب پانی ناخنوں تک نہیں پہنچا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے ۔ غیر مقلدین جو اس انوکھے اجتہادی فتوے پر عمل کر رہے ہیں ۔ وہ سراسر حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں کہ اللہ کے نبی تو ناخن کے برابر جگہ خشک رہ جانے سے وضو کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں اور یہ ہیں کہ ۱۰ - ۲۰ ناخنوں کی جگہ خشک رہ جانے پر بھی وضو کے

لوٹانے کا حکم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے العیاذ باللہ ۔ یہ ہے حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل جس کا الزام غیر مقلدین حضرات احناف پر لگاتے نہیں تھکتے ۔

ے الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

عمل بالحدیث کے دعویدار بتلائیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

النھی عن استقبال القبلۃ واستدبارھا فی البول والتغوط
پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے

۱۔ عن ابی ایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا ببول ولا غائط ولکن شرقوا او غربوا قال ابو ایوب فقدمنا الشام فوجدنا مراحیض قد بنیت قبل القبلۃ فننحرف عنھا و نستغفر اللہ ۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۷، مسلم ج ۱ ص ۱۳۰ واللفظ لمسلم)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رُخ کرو نہ پیٹھ کرو البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرو ۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام میں آئے تو ہم نے بیت الخلا قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے ہم تو رُخ تبدیل کر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے ۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس احدکم علی حاجتہ فلا یستقبلن القبلۃ ولا یستدبرھا (مسلم ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز قبلہ کی طرف رُخ کرے نہ پیٹھ ۔

۳۔ عن سهل بن حنيف ان النبي صلى الله عليه وسلم بعثه قال انت رسولي الى اهل مكة قل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ارسلني يقرأ عليكم السلام ويامركم بثلث لا تحلفوا بغير الله واذا تخليتم فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولا تستنجو بعظم ولا ببعرة

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا فرمایا تم میرے قاصد بن کر اہل مکہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تین چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔ (۱) غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ (۲) جب بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پیٹھ، (۳) ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو۔

۴۔ عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ذهب احدكم الخلاء فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کی طرف نہ رُخ کرے نہ پشت ۔

۵۔ عن سلمان قال : قال له بعض المشركين وهو يستهزئ به انى لارى صاحبكم يعلمكم كل شيئ حتى الخراءة قال اجل امرنا صلى الله عليه وسلم ان

لا نستقبل القبلة ولا نستدبرها ، الحديث ۔

(دار قطنی ج ۱ ص ۵۸)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن سے کسی مُشرک نے استہزاءً کہا کہ تمہارے صاحب تو تمہیں ہر چیز سکھلاتے ہیں حتی کہ پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی، آپ نے کہا کہ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف نہ رُخ کریں نہ پشت۔

۶۔ عن معقل بن ابی معقل الاسدی قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبلتين ببول او غائط ، (ابوداؤد ج ۱ ص ۳)

حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن سلمة بن وهرام قال سمعت طاؤسا قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتى احدكم البراز فليكرم قبلة الله فلا يستقبلها ولا يستدبرها، الحديث ۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۵۷)

حضرت سلمہ بن وہرام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤس رحمہ کو سُنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے کے لیے آئے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کے قبلہ کا اکرام کرے، نہ اس کی طرف رُخ کرے نہ پشت

۸۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

من لم يستقبل القبلة ولم يستدبرها في الغائط كتبت له حسنة ومحي عنه سيئة" (مجمع الزوائد ج ۱ ص۲۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت الخلاء میں نہ قبلہ کی طرف منہ کیا، نہ پیٹھ کی تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القیمؒ:

"ومن خواصها (ای الکعبۃ) ایضاً انہ یحرم استقبالها واستدبارها عند قضاء الحاجۃ دون سائر بقاع الارض واصح المذاهب فی هذه المسئلۃ انہ لا فرق فی ذالک بین الفضاء والبنیان لبضعۃ عشر دلیلا قد ذکرت فی غیر هذا الموضع،"

(زاد المعاد فی هدی خیر العباد ج ۱ ص۸)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
بیت اللہ شریف کے خواص میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قضاءً حاجت کے وقت اس کی طرف رُخ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے دنیا کی باقی تمام جگہوں کے علاوہ، اور اس مسئلہ میں صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ استقبال واستدبار میں کوئی فرق نہیں خواہ فضاء میں ہو یا عمارت میں (ہر جگہ حرام ہے) ان دس سے زیادہ دلائل کی وجہ سے جو میں

نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ بول وبراز (پیشاب پاخانہ) کرتے وقت بغیر کسی عذر کے قبلہ رُو ہونا اور پشت کرنا مطلقاً ناجائز ہے آبادی میں ہو یا صحرا میں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے' اور قبلہ شریف کے اکرام کرنے کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہی بتلائی ہے کہ بول وبراز کے وقت اُس کی طرف نہ رُخ کیا جائے اور نہ پشت' نیز آپ نے اس شخص کے لیے جو بول وبراز کے وقت نہ قبلہ رُو ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرتا ہے نیکیوں کے ملنے اور گناہوں کے مٹنے کی نوید سنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بول وبراز کے وقت قبلہ رُو ہونے اور اس کی طرف پشت کرنے سے بچتے تھے، اور اگر کہیں بیت الخلاء قبلہ رُو بنے ہوئے بھی ہوتے تو رُخ بدل کر بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث (ع۱) سے واضح ہے، امام ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق صحیح ترین مذہب بھی یہی ہے کہ آبادی ہو یا صحراء ہر حال میں بول وبراز کے وقت قبلہ رُو ہونا اور اس کی طرف پشت کرنا منع ہے الا یہ کہ کسی عذر کی وجہ سے کیا جائے تو وہ دُوسری بات ہے۔

لیکن ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے۔ ناجائز ہونا تو دور رہا مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ محمد یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مگر گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے"۔ (دستور المتقی ص۴۵)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

" ولا یکره الاستقبال والاستدبار للاستنجاء"

(نزل الابرار ج ۱ ص۵۳)

استنجے کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں :-

" ایک اور اعجوبہ سماعت فرمائیں ۔ آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہرحال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اہلحدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے

استنجا خانے گرا کر از سرِ نو قبلہ رُخ تعمیر کرائے ہیں ۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے ۔"

(احسن الفتاوی ج ۲ ص۱۰۹)

ملاحظہ فرمائیے :- اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت ہرگز قبلہ رو نہ ہونا ۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں ۔ حتی کہ استنجا خانے قبلہ رُخ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو خود رُخ بدل لیتے ہیں لیکن وائے نادانی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اس کی طرف پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے اور صرف جائز ہی نہیں مسنون ہے حتی کہ وہ قبلہ رُو ہو کر پیشاب کرنے کے لیے دوسرے رُخ پر بنے ہوئے استنجا خانے گرا کر قبلہ رُخ بنواتے ہیں اور اسے مردہ سنت کو زندہ کرنا سمجھتے ہیں ۔

قارئین کرام دل پر ہاتھ رکھ کر اور کلیجہ کو تھام کر بتلائیے کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف کوئی عمل سنت ہو سکتا ہے ؟ کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف کسی عمل کو سنت قرار دینا یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی نہیں ؟ کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف عمل کو سنت قرار دینے والے اہلحدیث کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں ۔ کلا

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

قارئین کرام انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

عدم وجوب غسل الجُمعة وكونه سنّة

جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سُنّت ہے

١- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعۃ فدنی واستمع وانصت غفرلہ ما بینہ وبین الجمعۃ وزیادۃ ثلثۃ ایام ومن مس الحصا فقد لغا۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح ج ١ ص ١١٢)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خوب اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ کے لیے آیا اور قریب ہوکر کان لگائے اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

٢- عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ یوم الجمعۃ فبھا ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل۔

(ترمذی ج ١ ص ١١١، ابوداؤد ج ١ ص ٥١)

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیا تو خیر اچھا کیا اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

٣- عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا یوم عید جعلہ اللہ للمسلمین فمن جاء الجمعۃ فلیغتسل وان کان طیب فلیمس منہ وعلیکم بالسواک۔ (ابن ماجہ ص [illegible])

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے (خاص) کردیا ہے پس جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگالے اور تم پر مسواک لازم ہے۔

٤- عن ابن مسعودؓ قال من السنۃ الغسل یوم الجمعۃ (رواہ البزار ورجالہ ثقات، مجمع الزوائد ج ٢ ص ١٧٣)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

٥- عن علیؓ قال یستحب الغسل یوم الجمعۃ ولیس بحتم۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات مجمع الزوائد ج ٢ ص ١٧٥)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

٦- عن عکرمۃ ان ناسا من اھل العراق جاءوا فقالوا یا ابن عباس اتری الغسل یوم الجمعۃ واجبا قال لا ولکنہ اطھر وخیر لمن اغتسل ومن لم یغتسل فلیس بواجب۔ الحدیث (ابوداود ج ١ ص ٥١)

حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ کچھ اہل عراق (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس) آئے اور کہنے لگے ابن عباسؓ کیا تم جمعہ کے دن غسل کرنے کو واجب سمجھتے ہو آپ نے فرمایا نہیں البتہ غسل زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور جو غسل کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو واجب بھی نہیں ہے۔

۷۔ عن ابی وائل قال ذکروا غسل یوم الجمعۃ عندہ فقال ابو وائل انہ لیس بواجب رب شیخ کبیر لو اغتسل فی البرد الشدید یوم الجمعۃ لمات

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۹۷)

حضرت عبیدہؒ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابو وائلؒ کے سامنے جمعہ کے دن کے غسل کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا (جمعہ کے دن) غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے بوڑھے جمعہ کے دن سخت سردی میں نہاتے اور مر جاتے۔

۸۔ عن زاذان قال سألت علیا عن الغسل فقال اغتسل اذا شئت فقلت انما اسئلک عن الغسل الذی ھو الغسل قال یوم الجمعۃ و یوم عرفۃ و یوم الفطر و یوم الاضحیٰ،

(طحاوی ج ۱ ص ۸۴)

حضرت زاذانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب چاہو غسل کرلو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس غسل کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کے کرنے میں فضیلت ہے۔ آپ

نے فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کے دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔

۹۔ عن ابن عمرؓ ان عمر بن الخطاب بینا ھو قائم فی الخطبۃ یوم الجمعۃ اذ جاء رجل من المھاجرین الاولین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فناداہ عمر ایۃ ساعۃ ھذہ قال انی شغلت فلو انقلب الی اھلی حتی سمعت التاذین فلم ازد ان توضأت قال والوضوء ایضا وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بالغسل،

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہاجرین اولین صحابہ میں سے ایک صاحب (حضرت عثمانؓ) حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ یہ (آنے کا) کونسا وقت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کسی کام میں مشغول تھا اور ابھی گھر بھی نہیں لوٹا تھا کہ میں نے اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف وضو ہی کیا؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے

دن اچھی طرح سے وضو کر کے آنے پر اجر و ثواب ذکر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا کہ جمعہ کے لیے اگر کوئی صرف وضو ہی کرے تو بھی کافی ہے۔ غسل واجب نہیں اگر غسل واجب ہوتا تو اس کو چھوڑ کر محض وضو کر لینے پر اتنا اجر و ثواب نہ ملتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن صرف وضو کر لینے کو بھی کافی بتلایا ہے البتہ غسل کو افضل قرار دیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل واجب نہیں صرف افضل ہے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن غسل کے ساتھ ساتھ خوشبو لگانے اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غسل سنت ہے واجب نہیں ورنہ تو غسل کے ساتھ خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

چوتھی پانچویں چھٹی ساتویں آٹھویں احادیث سے بالترتیب ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابووائلؓ سب جمعہ کے دن غسل کو سنت سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اگر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہوتا تو یہ صحابۂ کرام اس کا انکار نہ فرماتے۔

نوویں حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت ہے واجب نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ کے وضو کر کے آنے پر حضرت عمرؓ نے صرف انہیں ٹوکا تھا واپس نہیں بھیجا تھا کہ جاؤ غسل کر کے آؤ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور انہیں واپس بھیج دیتے اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمرؓ اور عثمانؓ دونوں کے نزدیک بھی غسل واجب نہیں ہے۔ یہی تابعین و تبع تابعین کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی لکھتے ہیں "والغسل للجمعۃ سنۃ عند جمیع الفقہاء الا داود والحسن"

(رحمۃ الامۃ ص ۶۱)

جمعہ کے لیے غسل تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے سوائے داود ظاہری اور حسن کے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"وبرائے جمعہ واجب ست" (عرف الجادی ص ۱۳)

اور جمعہ کے لیے غسل واجب ہے

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

"ولمن یرید ان یصلی الجمعۃ واجب"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۲۵)

اور جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر غسل واجب ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:۔

"جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے"۔ (دستور المتقی ص ۵۷)

ملاحظہ فرمائیے:۔ احادیث و آثار سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ یہی صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ جمعہ کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

ذیل میں غسل سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے نبی مختار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی فقہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:۔

۱۔ "ولو ادخل ذکرہ فی دبر نفسه لا یلزم الغسل الا بالانزال" (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۴)

اگر کسی شخص نے اپنا عضوِ تناسل اپنے پچھلے حصہ میں داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا مگر یہ کہ انزال ہو جائے۔

۲۔ "ولو لف الحشفة فی خرقة ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا" (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۴)

اگر کسی نے اپنا عضو تناسل پٹی میں لپیٹ کر عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا تو اس صورت میں اگر صحبت کا مزہ پایا ہے تو غسل کرے گا ورنہ نہیں۔

۳۔ "ولو اتی عذراء ولم یزل عذرتها لا یجب الغسل ولو حبلت" (نزل الابرار ج ۱ ص ۲۴)

اگر کسی نے کنواری لڑکی سے صحبت کی اور لڑکی کا پردۂ بکارت زائل نہ ہوا تو غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ لڑکی حاملہ ہو جائے۔

یہ اور ان جیسے دسیوں مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے نبی مختار کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کیا ہے۔ نواب صاحب اگر حیات ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے وہ تو اس دنیا سے جا چکے اس لیے اب ہم نواب صاحب کے مرثیہ خوانوں اور ان کی تعریف کے پل باندھنے والے غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ نواب صاحب کے یہ مسائل قرآن و حدیث کے مطابق ہیں یا مخالف؟ اگر یہ قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو پھر ان کے اثبات میں قرآن کی کوئی آیت یا احادیث میں سے کوئی حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ مسائل درج ہوں۔

اور اگر یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو پھر نواب صاحب اور ان کے متبعین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو ان مسائل کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ

انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل قرار دیتے ہیں؟

نواب صاحب اگر ان مسائل کو اجتہادی مسائل کہہ کر پیش کرتے تو ہمیں اس سوال و جواب کی ضرورت نہ پڑتی لیکن انہوں نے چونکہ یہ مسائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کیے ہیں۔ (نواب صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے "نزل الابرار من فقہ النبی المختار"۔ جس کا مطلب ہے نبی مختار کی فقہ سے نیک لوگوں کی مہمانی) اس لیے اس سوال و جواب کی ضرورت پیش آئی۔

التیمم ضربتان
تیمم میں دو ضربیں ہیں

۱۔ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۱۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۲۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت جابرؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں ایک ضرب چہرہ کے لیے ہے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں بازوؤں کے لیے۔

۳- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔
(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۴- عن ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما قال کان تیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضربتین ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔
(جامع المسانید ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم دو ضربیں تھا ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۵- عن نافع ان ابن عمر تیمم فی مربد النعم فقال بیدیہ علی الارض فمسح بہما وجہہ ثم ضرب بہما علی الارض ضربۃ اخری ثم مسح بہما یدیہ الی المرفقین۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چوپایوں کے باڑہ میں تیمم کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ زمین پہ مارے اور ان سے چہرہ پہ مسح کیا پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔

۶- عن نافع قال سألت ابن عمر عن التیمم فضرب بیدیہ الی الارض ومسح بہما یدیہ ووجہہ وضرب ضربۃ اخری فمسح بہما ذراعیہ
(طحاوی ج ۱ ص ۸۱)

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا پھر دوسری بار دونوں ہاتھ مارے اور ان سے دونوں بازوؤں کا مسح کیا۔

۷- عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین
(مسند امام زید ص ۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۸- عن جابر انہ ضرب بیدیہ الارض ضربۃ فمسح بہما وجہہ ثم ضرب بہما الارض ضربۃ اخری فمسح بہما ذراعیہ الی المرفقین
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

۹- عن حبيب الشهيد انه سمع الحسن سئل عن التيمم فضرب بيديه على الارض فمسح بهما وجهه ثم ضرب بيديه على الارض ضربة اخرى فمسح بهما يديه الى المرفقين -

حضرت حبیب شہید سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت حسنؒ (بصری) کو سنا کہ آپ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۱۵۸)

۱۰- عن ابن طاؤس عن ابيه انه قال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين -

ابن طاؤسؒ اپنے والد طاؤسؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں - ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے -

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۱۵۹)

۱۱- عن الزهرى قال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين -

امام زہریؒ فرماتے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں کے لیے -

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۱۵۹)

۱۲- عن ابراهيم فى التيمم قال تضع راحتيك فى الصعيد فتمسح وجهك ثم تضعهما ثانية فتنفضهما فتمسح بيديك وذراعيك الى المرفقين -

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد ص۱۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر رکھ کر چہرہ کا مسح کر لو پھر دوبارہ دونوں ہاتھ رکھ کر جھاڑو اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں —— کا مسح کر لو۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں - پہلی ضرب چہرہ پر مسح کے لیے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں پر مسح کے لیے نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں - جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت علیؓ المرتضی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ کے نزدیک بھی تیمم میں دو ضربیں ہیں - حضرت حسن بصریؒ، زہریؒ، طاؤسؒ، ابراہیم نخعیؒ جیسے اجلۂ تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں - حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ بھی تیمم میں دو ضربوں ہی کے قائل ہیں (رحمۃ الامۃ ص۲۱)

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں صرف ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر نہیں۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں:-

"تیمم یک ضربہ ست بر زمین" (عرف الجادی ص۱۶)

تیمم ایک ضرب ہے زمین پر -

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں -

"ودر احادیث صحیحہ جز یک ضربہ از برای وجہ و کفین دیگر ہیچ نیامدہ" (بدور الاہلۃ ص۲۵)

صحیح احادیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے لیے سوائے ایک ضرب کے

اور کچھ نہیں آیا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام، تابعین عظام سب کہہ رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب دو نہیں ایک ہے۔
قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت ہے۔

اقل الحیض واکثرہ

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

۱۔ عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقل الحیض ثلاث و اکثرہ عشر۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت ابوامامہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۲۔ عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقل الحیض ثلثۃ ایام و اکثرہ عشرۃ ایام (دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت واثلۃ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۳۔ عن انس قال ادنی الحیض ثلثۃ ایام

(رواہ الدارمی ج ۱ ص ۲۱۲، قلت رجالہ رجال مسلم اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن ہے۔

۴۔ عن انس قال ادنی الحیض ثلثۃ واقصاہ عشرۃ۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۵۔ عن الحسن ان عثمان بن ابی العاص الثقفی قال الحائض اذا جاوزت عشرۃ ایام فھی بمنزلۃ المستحاضۃ تغتسل وتصلی۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۰)

حضرت حسنؒ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حائضہ عورت جب دس سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

۶۔ عن سفیان قال اقل الحیض ثلث و اکثرہ عشر۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۰)

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل و اکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعیین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:۔

"و در تقدیر اقل و اکثر حیض آنچہ بتمسک ارزد نیامدہ"۔

(بدور الاہلۃ ص ۳۵)

اور حیض کی اقل، اکثر مدت کی تعیین سے متعلق کوئی قابل تمسک دلیل نہیں آئی۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :۔

"نیست مدت برائے اقل و اکثر حیض .... و در شرع دلیلی از برائے اقل و اکثر طہر و حیض نیامدہ۔"
(عرف الجادی ص ۱۶)

اور اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں۔ اور شریعت میں اقل و اکثر طہر و حیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آئی۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

ولا حد لاقلہ و اکثرہ"
(نزل الابرار ج ۱ ص ۴۵)

اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں

ایک دوسرے مقام پر نواب صاحب رقمطراز ہیں :۔

"اور اس باب میں جو حدیثیں حنفیوں نے روایت کی ہیں، وہ سب موضوع اور باطل ہیں اور صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے۔"
(تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو رہی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حیض کی کوئی مدت متعین نہیں، قارئین فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

لا یجوز مس المصحف الا بطہارۃ

طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں

"لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" ۵۶: ۷۹ نہیں چھوتے اسکو مگر پاک لوگ

۱۔ عن حکیم بن حزام رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ والیا الی الیمن قال لا تمس القرآن الا وانت طاھر،
(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۵ دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یمس القرآن الا طاھر۔
(رواہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر ورجالہ موثقون مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم ان فی الکتاب الذی کتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرو بن حزم ان لا یمس القرآن الا طاھر،
(موطا امام مالک ص ۱۸۵)

حضرت عبد اللہ بن ابوبکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۴- عن انس بن مالك قال خرج عمر متقلد السيف فقيل له ان ختنك و اختك قد صبوا فاتاهما عمر وعندهما رجل من المهاجرين يقال له خباب وكانوا يقرؤن طٰهٰ فقال اعطوني الكتاب عندكم اقرأه وكان عمر يقرأ الكتاب فقالت له اخته انك رجس ولا يمسه الا المطهرون فقم فاغتسل او توضأ فقام عمر فتوضأ ثم اخذ الكتاب فقرأ طٰهٰ۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر نکلے آپ سے کہا گیا کہ آپ کے تو بہنوئی اور بہن صابی ہو گئے ہیں۔ آپ سیدھے بہن بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک صاحب جنہیں خبابؓ کہا جاتا ہے موجود تھے یہ سب سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں اس لیے کھڑے ہو اور غسل یا وضو کرو حضرت عمرؓ اٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورۃ طٰہٰ پڑھی۔

۵- کان ابو وائل یرسل خادمه وهی حائض الی ابی رزین فتاتیه بالمصحف فتمسك بعلاقته۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابو وائلؒ اپنی خادمہ کو حالت حیض ہی میں حضرت ابو رزینؒ کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ طہارت (وضو یا غسل) کے بغیر قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اسی پر عمل ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن الشافعی لکھتے ہیں۔

"ولا يجوز مس المصحف ولا حمله لمحدث بالاجماع" (رحمۃ الامۃ ص ۱۵)

اور جائز نہیں ہے قرآن کا چھونا اور اٹھانا بے وضو شخص کے لیے اجماعی طور پر۔

لیکن آیت کریمہ احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

"وقيل لا يشترط الطهارة لمس المصحف وجزم به الشوكاني وغيره من اصحابنا" (نزل الابرار ج ۱ ص ۹)

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ محدث را مس مصحف جائز باشد" (عرف الجادی ص ۱۵)

اگرچہ بے وضو شخص کے لیے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام تابعین عظام ائمہ مجتہدین سب کہہ رہے ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا طہارت بھی چھونا جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن وحدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت ؛ یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داؤد ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی قرآن مجید کو بلا طہارت چھونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

طہارۃ الثوب والبدن شرط لصحۃ الصلوٰۃ

کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ : ۷۴: ۴ ۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔

۱۔ عن عائشۃ انہا قالت قالت فاطمۃ بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ انی لا اطہر افادع الصلوٰۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذٰلک عرق ولیس بالحیضۃ فاذا اقبلت الحیضۃ فاترکی الصلوٰۃ فاذا ذہب قدرہا فاغسلی عنک الدم وصلی (بخاری ج ۱ ص ۴۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابو حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

۲۔ عن ابی سعید الخدری ـــــ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضعہما عن یسارہ فلما رای القوم ذالک القوا نعالہم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رأیناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیہما قذرًا الحدیث۔

(ابو داود ج ۱ ص ۹۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابۂ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

بدن کا پاک ہونا اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے ۔ اگر بدن پر اور کپڑوں پر مقدارِ عفو سے زیادہ نجاست لگی رہی اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہو گی ۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ صحتِ صلاۃ کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے ۔ اگر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو صحیح نہیں ہو گی ۔

حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعلین پہن کر نماز پڑھا رہے تھے ۔ جبریل امین نے آکر اطلاع دی کہ یہ ناپاک ہیں تو آپ نے وہ اتار دیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑوں وغیرہ کا پاک ہونا بھی صحتِ نماز کے لیے شرط ہے ورنہ آپ اپنی جوتیاں نہ اتارتے انہی میں نماز پڑھاتے رہتے ۔ رہی یہ بات کہ آپ نے ان جوتیوں میں پڑھی ہوئی نماز کیوں نہیں لوٹائی تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجاست تھوڑی ہو گی جو معاف ہے ؟

حدیث نمبر ایک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو بدن سے خون صاف کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا بھی شرط ہے اور اس پر اجماعِ امت بھی ہے ۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلا تفریق یہ کہنا ہے کہ اگر چہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی ۔ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :۔

" فمن صلی ملابسا لنجاسۃ عامدا فقد اخل بواجب وصلاتہ صحیحۃ " (

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے ۔

نیز فرماتے ہیں :۔

" وطہارتِ محمول وملبوس را شرطِ صحتِ نماز گردانیدن کما ینبغی نیست " (بدور الاہلۃ صفحہ ۳۹)

نماز کے صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں ۔

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں :۔

" یا در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست " ۔ (عرف الجادی ص ۲۲)

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے ۔

ملاحظہ فرمائیے :۔ آیت کریمہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے ۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہو گی ۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب طہارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں ۔ ناپاک لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے ۔

قارئین آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

طہارۃ المکان شرط لصحۃ الصلوٰۃ

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا

بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ، ۲: ۱۲۵

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو، طواف واعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔ ۲۲: ۲۶

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنیوالوں کے لیے پاک رکھنا۔

۱۔ عن ابن عمر انَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہٰی ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المَزْبَلَۃِ وَالْمَجْزِرَۃِ والمقبرۃ وقارعۃ الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظہر بیت اللہ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں، جانور ذبح کرنے کی جگہ میں، قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

۲۔ عن انس بن مالک قال بینما نحن فی المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاء اعرابی فقام یبول فی المسجد فقال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَہْ مَہْ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تُزْرِمُوْہُ دعوہ فترکوہ حتی بال ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاہ فقال لہ ان ھٰذہ المساجد لا تصلح لشئ من ھذا البول ولا القذر انما ھی لذکر اللہ والصلوٰۃ وقراءۃ القرآن او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فامر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فَشَنَّہٗ علیہ۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہؓ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے رک جا رک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کرلیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب پاخانہ کے لیے نہیں ہوتیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہیں، یا ایسا ہی کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کر لے آیا اور پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے اگر کسی نے ناپاک جگہ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز

صحیح نہیں ہو گی۔

لیکن آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

" وطہارتِ مکانِ نماز واجب ست شرطِ صحت نماز نیست "

(بدور الاہلہ ص۳۲)

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

" وطہارت مکانِ نماز واجب ست نہ شرطِ صحتِ نماز (عرف الجادی ص۲۱)

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نہ کہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط۔

ملاحظہ فرمایئے :- آیات کریمہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہوئی تو نماز صحیح نہیں ہو گی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ستر العورة شرط لصحة الصلوٰة

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۷:۳۱)

اے بنی آدم تم اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے وقت

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلوٰة الحائض الا بخمار،

(ترمذی ج ۱ ص۸۶ ابو داؤد ج ۱ ص۹۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوان عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن عبد الله بن ابي قتادة عن ابيه رفعه لا يقبل الله من امرأة صلاة حتى توارى زينتها ولا جارية بلغت المحيض حتى تختمر

(اخرجه الطبراني في الاوسط بحوالہ الدرایہ ج ۱ ص۱۲۲)

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنی زینت نہ چھپا لے اور نہ کسی ایسی لڑکی کی نماز قبول فرماتے ہیں جو کہ بالغ ہو گئی ہو جتی کہ وہ اوڑھنی اوڑھ لے۔

آیت کریمہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے ستر ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ اگر دوران نماز بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہو گی اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ؛ احادیث مبارکہ اور اجماعِ امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلا رہنے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں :-

" واما آنکہ نمازِ زن اگرچہ تنہا یا با زناں یا با شوہر یا دیگر محارم باشد

بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست"۔ (بدور الاہلہ ص۳۹)
رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگرچہ وہ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔
نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں:۔
"واز ینجا دریافتہ باشی کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامۂ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح ست"۔ (عرف الجادی ص۲۲)
یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔
ملاحظہ فرمائیے: قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمّت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں ہوتی۔ ستر ڈھانپے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔
قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فضیلۃ الاسفار بالفجر

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

۱- عن عبد اللہ بن مسعود قال ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتہا الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء (بجمع) وصلی الفجر قبل میقاتہا۔ (بخاری ص۲۲۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوائے دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اکٹھا پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔

۲- عن رافع بن خدیج ــــ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ (ترمذی ج ۱ ص۴۰)
حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

۳- عن محمود بن لبید عن رجال من قومہ من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسفرتم بالصبح فانہ اعظم للاجر۔ (نسائی ج ۱ ص۹۵)
حضرت محمود بن لبیدؓ نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کرو گے تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

۴- عن بیان قال قلت لانس حدثنی بوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ قال کان یصلی الظہر عند دلوک الشمس و یصلی العصر بین صلوتیکم الاولی والعصر وکان یصلی المغرب

۸- عن علی بن ربیعۃ قال سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول لمؤذنہ اسفر اسفر یعنی بصلوۃ الصبح - (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۶۹، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۲۱، طحاوی ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت علی بن ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا آپ اپنے مؤذن سے کہہ رہے تھے کہ خوب اجالا کر خوب اجالا کر مراد یہ تھی کہ صبح کی نماز اجالے میں پڑھو۔

۹- عن جبیر بن نفیر قال صلی بنا معاویۃ الصبح بغلس فقال ابو الدرداء اسفروا بھذہ الصلوۃ فانہ افقہ لکم انما تریدون ان تخلوا بحوائجکم - (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت جبیرؒ بن نفیر فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت معاویہؓ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائی۔ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا اس نماز کو خوب اجالے میں پڑھو۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ سمجھداری کی بات ہے تم چاہتے ہو کہ اپنے کام کاج کے لیے فارغ ہو جاؤ۔

۱۰- عن مجاھد قال کنت اقود مولای قیس بن السائب فیقول ادلکت الشمس فاذا قلت نعم صلی الظھر و یقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس بیضاء وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المغرب والصائم

یتماری ان یفطر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الفجر حتی یتغشی النور السماء

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آقا قیس بن سائبؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا تھا۔ آپ فرماتے سورج ڈھل گیا۔ میں کہتا ہاں تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے اور فرماتے کہ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ سورج بالکل سفید ہوتا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ روزہ دار روزہ افطار کرنے کے متعلق شک میں ہوتا کہ ابھی افطار کرے یا نہ کرے ــــــــ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ روشنی آسمان پر چھا جاتی۔

۱۱- عن ابراھیم قال ما اجمع اصحاب محمد علی شئی ما اجمعوا علی التنویر بالفجر۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۲۲، طحاوی ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا کسی چیز پر اتنا اتفاق رائے نہیں ہے جتنا اتفاق نماز فجر کے روشنی میں پڑھنے پر ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (خوب اجالے) میں پڑھنا افضل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول فجر کی نماز کے اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا اور آپ نے فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی ہے اور فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کو بڑے اجر کا باعث بھی بتلایا ہے

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقعہ پہ مزدلفہ میں غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غلس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ کے مزدلفہ میں غلس میں نماز پڑھنے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نہ نقل فرماتے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو درداءؓ اور ان کے علاوہ عام صحابۂ کرام کا معمول بھی فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا یہ فرمانا کہ صحابۂ کرام جس قدر فجر کی نماز کے خوب روشن کر کے پڑھنے پر متفق تھے اتنا کسی اور پہ نہیں تھے اس پہ شاہد ہے

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکیدی حکم اور عام صحابۂ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے"۔ (دستور المتقی صفحہ ۸)

غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے"۔ (فتاوی علماء حدیث ج ۲ ص ۱۵۵)

ملاحظہ فرمایئے:- احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجالے میں پڑھتے تھے اور صحابۂ کرام کو بھی یہی حکم دیتے تھے کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابۂ کرام

آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے لہٰذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیئے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

قارئین ذرا سوچیئے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں افضلیت ہو سکتی ہے؟

کیا یہ بات مانی جا سکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس میں نماز پڑھتے رہے؟ کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب تو نعوذ باللہ یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل میں مطابقت نہیں۔ دوسروں کو حکم تو دیں کہ اجالے میں نماز پڑھو اور خود اندھیرے میں پڑھیں العیاذ باللہ، غیر مقلدین کو اس کی کیا پرواہ ہے انہیں تو اپنا خود ساختہ مسلک عزیز ہے چاہے جو ہوتا ہے سو ہوتا رہے۔ قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تاخیر الظہر فی الصیف وتعجیلھا فی الشتاء

ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیئے

۱۔ عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلوة واذا كان البرد عجل (نسائی جلد ۱ ص ۵۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور

سردی میں جلدی پڑھ لیتے تھے۔

۲- عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم۔ (بخاری ج ۱ ص۷۷)

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ (کی وجہ) سے ہوتی ہے۔

۳- عن ابی ذر الغفاری قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن للظہر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی رأینا فیئ التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ۔

(بخاری ج ۱ ص۷۷، مسلم ج ۱ ص۲۲۴)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتی کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے لہٰذا جب

گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنی چاہئے اور سردیوں میں جلدی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی معمول ہے اور اسی کا آپ نے حکم دیا ہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اول وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:۔

"نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص۵۵۳)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھی جانے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے؟

قارئین فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراهة الصلوٰة فی الاوقات الثلث

تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

١- عن عقبة بن عامر الجهنی یقول ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینهانا ان نصلی فیهن او ان نقبر فیهن موتانا حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب ۔ (مسلم جلد اول ص۲۷۶)

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اور مُردوں کو دفنانے سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک زوال نہ ہو جائے۔ تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں کوئی بھی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب، نہ سنت نہ نفل۔ (١) طلوعِ آفتاب (٢) زوال آفتاب (٣) غروبِ آفتاب۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور کسی نماز اور کسی دن کو اس ممانعت سے خاص

نہیں کیا۔

لیکن اس صریح و صحیح مرفوع حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے جائز ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" ومنها تحیة المسجد .... وهی مشروعة فی جمیع الاوقات حتی فی الاوقات المنهی عن الصلوٰة فیها " الخ

(نزل الابرار ج ١ ص ١٢٧)

انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے حتی کہ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:۔

" مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ١ ص ٥٤٤)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ تین اوقات میں کوئی سی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک چیز کو منع کر دینے کے بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

عدم جواز الجمع بين الصلوتين بغير عذر

بلا عُذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى : ۲ : ۲۳۸

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا : ۴ : ۱۰۳

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ : ۱۰۷ : ۴ - ۵

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

۱- عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات۔
(نسائی ج ۲ ص ۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے

۲- عن عبد الله قال ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الا لميقاتها الا صلاتين صلوة المغرب والعشاء بجمع وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھا نماز وقتوں پر پڑھتے دیکھا سوائے دو نمازوں یعنی مغرب و عشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے پڑھی۔

۳- عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال سئل ابو هريرة رضى الله عنه ما التفريط فى الصلوة قال ان تؤخر حتى يجيئ وقت الاخرى۔
(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفریط (قصور) کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۴- عن ابى قتادة (فى حديث طويل) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اما انه ليس فى النوم تفريط انما التفريط على من لم يصل الصلوة حتى يجيئ وقت الصلوة الاخرى، الحديث۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نیند میں کوئی تفریط نہیں ہے، تفریط اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے، حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۵- عن ابى ذر قال قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف انت اذا كانت عليك امراء يؤخرون الصلوة عن وقتها او يميتون الصلوة عن وقتها

قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلوة لوقتها فان ادرکتها معهم فصل فانها لك نافلة۔

(مسلم ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ (اے ابوذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے یا نماز کو مار کے پڑھیں گے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیں گے۔

۶۔ عن طاؤس عن ابن عباس قال لا یفوت صلوٰة حتی یجیئ وقت الاخری ، (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز اس وقت (قضا) ہوتی ہے، جب دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۷۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتی بابا من الکبائر۔ (ترمذی ج ۱ ص ۴۸، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

۸۔ قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب انه کتب فی الآفاق ینهاهم ان یجمعوا بین الصلوتین ویخبرهم ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرة من الکبائر۔ (موطا امام محمد ص ۱۲۹)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے تمام اطراف میں یہ لکھ بھیجا تھا کہ لوگ دو نمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں اطلاع دی تھی کہ ایک وقت میں اکٹھی دو نمازیں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

۹۔ عن ابی موسیٰ انه قال الجمع بین الصلوتین من غیر عذر من الکبائر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۹)

حضرت ابوموسیٰؓ (اشعری) فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۰۔ عن ابی قتادة العدوی ان عمر کتب الی عامل له، ثلث من الکبائر الجمع بین الصلوتین الا من عذر والفرار من الزحف ، والنهبی۔

(بیہقی ج ۳ ص ۱۶۹، مستدرک حاکم ج ص)

حضرت ابوقتادہ عدویؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، لڑائی سے بھاگنا اور لوٹنا۔

۱۱۔ عن قتادة عن ابی العالیة ان عمر کتب الی ابی موسیٰ ، واعلم ان جمعا بین الصلوتین

من الكبائر الا من عذر۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۵۲)

حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ جان لیجئے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۲- عن ابی بن عبد الله قال جاءنا كتاب عمر بن عبد العزيز لا تجمعوا بين الصلوتين الا من عذر،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۴۵۸)

حضرت ابی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا خط پہنچا (جس میں یہ تھا) کہ دو نمازوں کو بغیر عذر کے اکٹھے نہ پڑھو۔

آیاتِ کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں کیونکہ آیات کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، انکی محافظت واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے، آپ نے بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کے اکٹھا کر کے پڑھنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ یہی صحابہ کرام کا مؤقف تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی مملکت کے اطراف واکناف میں لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہ پڑھا جائے، دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا کہنا بھی یہی تھا کہ دو نمازوں کو بغیر کسی عذر شرعی کے اکٹھا کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ

"جمع بین الصلوتین" دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا، حقیقتاً جمع کر کے پڑھا جائے یا صورۃً جمع کر کے پڑھا جائے۔ بہر دو صورت جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو عذر بھی عام ہے، دینی ہو یا دنیاوی۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"ويجوز الجمع بين صلوتى الظهر والعصر وكذالك بين المغرب والعشاء جمع تقديم او تاخير بسفر او عذر او مرض او حاجة من حوائج الدنيا والآخرة" (نزل الابرار ج ۱ ص ۵۷)

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں، یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے، یا دینی و دنیوی کاموں میں کسی کام کی وجہ سے۔

مزید لکھتے ہیں۔

"الجمع بين الصلوتين من غير عذر ولا سفر ولا مطر جائز عند اهل الحديث، والتفريق افضل واشترط بعضهم ان لا يتخذوه عادة ورواه الامامية فى كتبهم عن العترة الطاهرة۔"

(ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۰۹)

اہل حدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر بغیر کسی سفر اور بغیر بارش کے بھی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا جائز ہے، تفریق افضل ہے، بعضوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ لوگ اسے عادت نہ بنالیں اور جمع بین الصلوتین کو امامیہ نے اپنی کتابوں میں آل پاک سے روایت کیا ہے۔

فٹ بال کھیلنے کیلئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلدین کے یہاں جمع بین الصلوٰتین کے لیے کسی عذر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے ذیل میں ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمایئے

سوال : — فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصولِ انعام کے لیے مثلاً آپ شیلڈ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضاء نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفیٰ)

جواب :۔ نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کرلیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملالیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

نوکری کے لیے جمع بین الصلوٰتین

سوال :۔ مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے

(محمد عبد الحفیظ)

جواب :۔ واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۶)

ملاحظہ فرمایئے :۔ یہ ہے غیر مقلدین کا قرآن و حدیث پر عمل، قرآن کہتا

ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، نماز کی محافظت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے، اسی کی صحابہ کرام کو تاکید فرماتے تھے۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہ کبیرہ قرار دے رہے ہیں، اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب، جمع بین الصلوٰتین بالکل جائز ہے۔ عذر وغیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں۔ عذر ہو یا نہ ہو، حتی کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمایئے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تثنیۃ الاقامۃ

اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں،

۱- عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد اللہ بن زید الانصاری جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ رأیت فی المنام کأن رجلا قام وعلیہ بردان اخضران علی جذمۃ حائط فاذن مثنیٰ واقام مثنیٰ وقعد قعدۃ قال فسمع ذالک بلال فقام فاذن مثنیٰ واقام مثنیٰ وقعد قعدۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

اللہ غیرک پڑھتے۔

۶- عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی بابھامیہ اذنیہ ثم کبر،

(ابوداود ج ۱ صـ۱۰۵)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

۷- عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابھاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ،

(نسائی ج ۱ صـ۱۰۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہو گئے۔

۸- عن وائل بن حجر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا،

(معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ صـ۱۸)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے۔

۹- عن وائل بن حجر انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ کبّر وصف ھمامؒ حیال اذنیہ، الحدیث

(مسلم ج ۱ صـ۱۷۳)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، (حدیث کے راوی ہمامؒ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو کانوں تک اُٹھائے۔

۱۰- عن مالك بن الحویرث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبّر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ، وفی روایۃ عنہ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ،

(مسلم ج ۱ صـ۱۶۸)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے کیونکہ اوّل تو حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا عام معمول مبارک یہی تھا۔ دوسرے آپ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ سے واضح ہے۔ تیسرے اس طرح کانوں تک ہاتھ اُٹھانے سے اس باب میں وارد تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

" وذکر الطیبی ان الشافعی حین دخل مصر سئل عن کیفیۃ رفع الیدین عند التکبیر فقال یرفع المصلی یدیہ بحیث یکون کفاہ حذاء منکبیہ وابہاماہ حذاء شحمتی اذنیہ واطراف اصابعہ حذاء فروع اذنیہ لانہ جاء فی روایۃ یرفع الیدین الی المنکبین و فی روایۃ الی الاذنین و فی روایۃ الی فروع الاذنین فعمل الشافعی بما ذکرنا فی رفع الیدین جمعا بین الروایات الثلاث"۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۵۴)

علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام شافعیؒ مصر تشریف لائے تو آپ سے سوال ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کیسے اُٹھائے جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سے اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلیاں تو کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہو جائیں اور انگلیوں کے پوروے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں۔ کیونکہ ایک روایت میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے، دوسری میں کانوں تک اور تیسری میں کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ پس امام شافعیؒ نے تینوں روایات پر عمل کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے وقت

رفع یدین میں ہمارے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا۔

لیکن مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:۔

" اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے"۔

(صلاۃ النبی ص ۱۵۲)

امام خان نوشہروی لکھتے ہیں:۔

" تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اوپر اٹھانا"

(اہلحدیث کے دس مسئلے ص ۲۸)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اُٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ کندھوں تک ہی اٹھاتے ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الیدین تحت السرۃ

نماز میں دونوں ہاتھ، ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے

۱۔ اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألتہ قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینہ علی ظاہر کف شمالہ و یجعلہما اسفل من السرۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۱)

حجاج بن حسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلزؒ سے سُنا، یا ان سے

پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۲۔ عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۳۔ عن ابراهيم النخعي انه كان يضع يده اليمنىٰ على يده اليسرىٰ تحت السرة۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت امام محمدؒ)

حضرت امام نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۴۔ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے

۵۔ عن ابي جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوٰة تحت السرة،

(ابوداود نسخہ ابن الاعرابی ص ۲۸، بیہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے۔

۶۔ عن ابي وائل قال قال ابو هريرة رضي الله عنه اخذ الاكف على الاكف في الصلوٰة تحت السرة۔

(ابوداؤد نسخہ ابن الاعرابی ص ۳۱، ۴۸۰ ومحلی ابن حزم ج ۳ ص ۳۰)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۷۔ عن علي ــــــ قال ثلثة من اخلاق الانبياء تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع الاكف تحت السرة في الصلاة،

(منتخب کنز العمال برمسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۸۔ عن انس ــــــ قال ثلث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنىٰ على اليسرىٰ في الصلوٰة تحت السرة۔

(محلی ابن حزم ج ۳ ص ۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا (۳) اور دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۹۔ ذکر الاثرم: قال حدثنا ابو الوليد الطيالسي قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقبة بن صهبان سمع عليا يقول في قول الله عز وجل "فصل لربك وانحر" قال وضع اليمنىٰ على اليسرىٰ تحت السرة،

(التمہید ج ۲۰ ص ۷۸)

حضرت عقبہ بن صہبانؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

قال ابن المنذر ——— "وبه قال سفیان الثوری واسحق وقال اسحق: تحت السرة اقوی فی الحدیث، واقرب الی التواضع"

(الاوسط ج ۳ ص ۹۳)

علامہ ابن المنذرؒ (م: ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔

قال ابن قدامة الحنبلیؒ:

"وروی ذالك عن علی وابی هریرة وابی مجلز والنخعی والثوری واسحق لما روی عن علی انه قال من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة رواه الامام احمد وابو داؤد وهذا ینصرف الی سنة النبی صلی الله علیه وسلم" (المغنی ج ۱ ص ۴۷۲)

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابومجلزؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحق بن راہویہؒ سے مروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے، روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے، اور سنت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران نماز ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے، کیونکہ حضرت وائلؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت ابومجلزؒ اور

حضرت ابراہیم نخعیؒ اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ اور اسحق بن راہویہؒ اور ان جیسے دیگر بہت سے اکابر اسی کو اپناتے ہیں۔ محدث اسحق بن راہویہؒ اسی کو حدیث کی رُو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب بتلاتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نامناسب ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:-

"دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھے۔" (دستور المتقی ص ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

"ویضع الیمنی علی الیسری ثم یضعهما علی صدره وهو المختار"۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۷۳)

اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی مختار مذہب ہے۔

مولوی خالد گرجاکھی لکھتے ہیں:-

"مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے، نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں"۔

(صلاۃ النبی ص ۱۵۸)

حکیم فیض عالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:-

"یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں آزار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے آزار بند سنبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی

سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔

(اختلاف امت کا المیہ ص۸۷)

ملاحظہ فرمائیے :- جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اخلاقِ نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں چوکتے اور جو عمل (سینہ پر ہاتھ باندھنا) صحاح ستہ وغیرھا کی احادیث میں سے کسی بھی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں، جس پر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی عمل نہیں اور جو اجماع امت کے خلاف ہے وہ ان کے یہاں مسنون و مختار ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کوئی امام بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں۔ کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ تینوں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ مشہور روایت کے مطابق ارسال (ہاتھ چھوڑنے) اور امام شافعیؒ ایک دوسری روایت کے مطابق ناف کے اوپر سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن الشافعیؒ رقمطراز ہیں :-

"واجمعوا علیٰ انہ یُسَنُّ وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک وھی المشہور

انہ یرسل یدیہ ارسالاً وقال الاوزاعی التخییر واختلفوا فی محل وضع الیدین فقال ابو حنیفۃ تحت السرۃ وقال مالک والشافعی تحت صدرہ و فوق سرتہ و عن احمد روایتان اشہرھما و ھی التی اختارھا الخرقی کمذھب ابی حنیفۃؒ۔"

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص۳۲)

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا مسنون ہے الا یہ کہ امام مالکؒ سے ایک روایت میں جو کہ مشہور روایت ہے یہ ہے کہ نمازی ارسال کرے گا امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی کو اختیار ہے (باندھے یا نہ باندھے) البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کے متعلق فقہا کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ ناف کے نیچے باندھے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھے جائیں۔ امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں مشہور روایت جسے امام خرقی نے بھی اپنایا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے (یعنی ناف کے نیچے باندھنا)

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے بھی جو کہ عام طور پر ترمذی شریف میں فقہاء کے مسالک بھی ذکر کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے کے متعلق صرف دو مسلک ذکر کئے ہیں ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا دوسرا ناف کے اوپر۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

"ورأی بعضھم ان یضعھما فوق السرۃ ورأی بعضھم

ان یضعهما تحت السرة وكل ذالك واسع عندهم"

(ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف سے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق

علامہ ابن قیم حنبلیؒ شاگرد رشید علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرماتے چلیں وہ لکھتے ہیں :-

" واختلف فی موضع الوضع فعنه فوق السرة وعنه تحتها وعنه ابو طالب سألت احمد اين يضع يده اذا كان يصلى قال على السرة او اسفل وكل ذالك واسع عنده ان وضع فوق السرة او عليها او تحتها، على رضى الله عنه من السنة فى الصلاة وضع الاكف على الاكف تحت السرة عمرو بن مالك عن ابى الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير على الا انه غير صحيح والصحيح حديث على قال فى رواية المزنى اسفل السرة بقليل ويكره ان يجعلها على الصدر وذالك لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه نهى عن التكفير وهو وضع اليد على الصدر"

(بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱)

دورانِ نماز ہاتھ باندھنے کی جگہ میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ سے ایک[1] روایت ناف کے اوپر باندھنے کی ہے۔ ایک[2] ناف کے نیچے باندھنے

کی ہے۔ ایک[3] روایت آپ سے وہ ہے جو ابو طالب نے ذکر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ نمازی نماز پڑھتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھے۔ آپ نے فرمایا "ناف کے اوپر یا نیچے رکھے"۔ اور آپ کے نزدیک سب جائز ہے چاہے ناف سے اوپر رکھے، چاہے ناف پر رکھے اور چاہے ناف سے نیچے رکھے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہتھیلیوں پہ ہتھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے عمرو بن مالک نے بروایت ابوالجوزاء حضرت ابن عباسؓ سے حضرت علی کی تفسیر کے مانند روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، صحیح حضرت علیؓ کی حدیث ہے۔ امام مزنیؒ کی روایت کے مطابق امام احمدؒ کا یہ فرمان ہے کہ ناف سے تھوڑا نیچے باندھے، اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے اور تکفیر سینہ پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں۔

قارئین کرام : غیر مقلدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، اسے ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے بھی گریز نہیں کرتے چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

" سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں"۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۳)

اگر کوئی غیر مقلد ہمت کر سکے تو ہمیں بخاری و مسلم سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی (روایات تو درکنار) صرف ایک روایت ہی دکھلا دے، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی غیر مقلد بھی قیامت تک بخاری و مسلم سے یہ نہیں دکھا سکتا۔

ایک جھوٹ مولوی یوسف جے پوری کا ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں :-
" ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے ۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۵۰ ۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ۔ وہ قول حضرت علیؓ سے ہے اور ضعیف شرح (وقایہ) ص ۹۳ ، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے ۔ (مقدمہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۱ و ص ۳۵۱ "
(حقیقت الفقہ ص ۱۹۳)

بعینہٖ یہی جھوٹ فیض عالم صدیقی صاحب نے بولا ہے ملاحظہ ہو اختلاف امت کا المیہ ص ۹۶ ۔ اسی جھوٹ کا اعادہ خالد گرجاکھی صاحب نے کیا ہے ملاحظہ ہو صلاۃ النبی ص ۱۵۷ ۔

قارئین کرام ۔ ہم نے ان حوالوں کی تلاش میں شرح وقایہ، ہدایہ، مقدمہ ہدایہ ساری کی ساری چھان ماریں لیکن یہ حوالے ہمیں نہ مل سکے ۔ اس لیے ہم ان حوالوں کو جھوٹا سمجھنے پر مجبور ہیں ۔ اور ان حوالوں کا جھوٹا ہونا اس ایک بات سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ ان حوالہ دینے والوں نے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کا حوالہ مقدمہ ہدایہ میں دیا ہے ۔

حالانکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۵۹۳ھ میں ہوئی ہے اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی وفات ۱۱۹۵ھ میں ہوئی ۔ اس لحاظ سے صاحب ہدایہ اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے زمانہ میں پانچ سو سال کا فرق ہوا ۔ سوال یہ ہے کہ پانچ سو سال بعد کے بزرگ کا ذکر مقدمہ ہدایہ میں کیسے آگیا ؟

یوسف جے پوری اور فیض عالم صدیقی اس دنیا سے جا چکے وہ تو اللہ

کے حضور جواب دہ ہوں گے تاہم خالد گرجاکھی ابھی حیات ہیں ان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے ثابت کر کے دکھائیں ۔ معلوم وہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں ۔ اس لیے ہم تمام غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے نکال کر دکھائیں لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی غیر مقلد قیامت تک یہ حوالے اصل کتابوں سے ثابت نہیں کر سکتا ۔

؎ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سنیة الثناء بعد التکبیر

تکبیر تحریمہ کے بعد سُبحانکَ اللّٰھم پڑھنا مسنون ہے

۱- عن انس (رضی اللہ عنہ) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی اذنیہ یقول سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الٰہ غیرک (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ موثقون، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۷)

حضرت انسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے اور یہ پڑھتے ۔ سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک ولا الٰہ غیرک ۔

۲- عن حمید الطویل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوٰۃ قال سُبحانك اللھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك

(کتاب الدعاء للطبرانی ج ۲ صلاگ لسنادہ جید، آثار السنن ص۹۲)

حضرت حمید طویل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك۔

۳۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ قال سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك (نسائی ج ۱ ص۱۴۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك

۴۔ عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ قال سبحٰنك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك (نسائی ج ۱ ص۱۴۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك

۵۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوٰۃ قال سبحانك اللھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص۲۳۵ - ابوداؤد ج ۱ ص۱۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کہتے۔ سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك۔

۶۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا استفتحنا الصلوٰۃ ان نقول سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك وکان عمر بن الخطاب یعلمنا و یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو کہیں سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہمیں یہی سکھلاتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کہتے تھے۔

۷- عن ابن جریج قال حدثنی من اصدق عن ابی بکر و عمر و عثمان و عن ابن مسعود رضی اللہ عنہم انہم کانوا اذا استفتحوا قالوا سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا الٰہ غیرک قبل القراءۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۶)

ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسکی میں تصدیق کرتا ہوں، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ یہ اصحاب جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک قرأت شروع کرنے سے پہلے۔

۸- عن عمر (رضی اللہ عنہ) انہ کان اذا کبر للصلوٰۃ قال سبحانک اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا الٰہ غیرک (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہہ لیتے تو کہتے سُبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

۹- عن عبدۃ و ھو ابن ابی لبابۃ ان عمر بن الخطاب کان یجھر بھؤلاء الکلمات یقول سُبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک

و تعالیٰ جدک و لا الٰہ غیرک۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت عبدۃ بن ابی لبابۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب یہ کلمات اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

۱۰- عن ابی وائل قال کان عثمان اذا افتتح الصلوٰۃ یقول سُبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۲)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ جب نماز شروع فرماتے تو کہتے سبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد "سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک" پڑھنا مسنون اور افضل ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی یہی پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے جیساکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سب یہی پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ ______ کا اس کو اونچی آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ سیکھ لیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی ثنا افضل و مسنون ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :۔

" واختيار هؤلاء يعني الصحابة الذين ذكرهم بهذا الاستفتاح وجهر عمر به احيانا بمحضر من الصحابة ليتعلمه الناس مع ان السنة اخفائه يدل على انه الافضل وانه الذى كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يداوم عليه غالبا ۔ (نيل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۳)

اور جن صحابۂ کرام کو ذکر کیا ہے ان کا اس ثناء کو اختیار کرنا، اور حضرت عمرؓ کا کبھی کبھی اس کو صحابۂ کرام کی موجودگی میں بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں حالانکہ سنت تو اس کو آہستہ پڑھنا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی ثناء (سبحانك اللّٰهم) افضل ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام غالباً اسی پر مداومت فرماتے تھے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اللّٰھم باعد بینی الخ پڑھنا چاہیئے یہی راجح ہے، یہی افضل ہے، چنانچہ

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :۔

" تکبیر تحریمہ کے بعد آہستہ سے یہ دُعا پڑھیں جو سب سے زیادہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔ اللّٰھم باعد بینی"۔ الخ

(دستور المتقی ص ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :۔

" ويكفي في دعاء الاستفتاح كل دعاء روى عن النبي صلى الله عليه وسلم والارجح فيه ان يقول اللّٰهم باعد بيني" الخ (نزل الابرار ج ۱ ص ۷۲)

اور ثناء میں ہر وہ دُعا کافی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے البتہ زیادہ راجح اس میں یہ ہے کہ کہے اللّٰھم باعد بینی الخ

صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں :۔

" اس دعا (سبحانك اللّٰهم) کی سند منقطع ہے اس لیے بہ نسبت اس دُعا کے اوپر والی صحیحین کی دُعا (اللّٰھم باعد بینی) افضل ہے"۔ (صلاۃ الرسول ص ۱۹۳)

ملاحظہ فرمائیے : جس ثناء کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پڑھتے ہیں جس کی صحابۂ کرام کو تعلیم دیتے ہیں، جس پر خلفاء راشدین عامل ہیں وہ ثناء تو غیر مقلدین کے نزدیک غیر افضل ہے۔ البتہ جسے انہوں نے اپنا معمول بنالیا ہے وہ افضل ہے۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نوٹ :۔ صادق سیالکوٹی صاحب کا اس ثناء والی حدیث کی سند کو منقطع قرار دینا غلط ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۷۶

ترك الجهر بالتسمية

نماز میں بسم اللہ اُونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے

۱۔ عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابوبکرؓ وعمرؓ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ موثقون، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۸)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سب بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔

۲۔ عن انسؓ قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منہم یجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۰۵)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۳۔ عن انس قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منہم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۴۔ عن انس بن مالک انہ حدثہ قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العلمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی آخرھا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب الحمد للہ رب العلمین سے (قرأت) شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ذکر نہیں کرتے تھے نہ قرأت کے شروع میں نہ آخر میں۔

۵۔ عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔

۶۔ عن ابی وائل قال کان علی وابن مسعود لا یجہران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۲)

حضرت ابووائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔

٧- محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم قال قال ابن مسعود فی الرجل یجهر ببسم الله الرحمن الرحیم انها اعرابیة وکان لا یجهر بها هو ولا احد من اصحابه۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفة ص٢٢)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے بروایت حماد ابراہیم نخعیؒ سے یہ خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے فرمایا کہ یہ گنوار پن ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ خود اور ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔

٨- عن عکرمة عن ابن عباس فی الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم قال ذالك فعل الاعراب۔

(طحاوی ج ١ ص١٤٠)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ تو گنواروں کا فعل ہے۔

٩- عن ابن عبد الله بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰة اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لی ایْ بُنَیَّ محدث ایاك والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم

کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه وقال قد صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العلمین قال ابو عیسی حدیث عبد الله بن مغفل حدیث حسن والعمل علیه عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم منهم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وغیرهم ومن بعدهم من التابعین وبه یقول سفیان الثوری وابن المبارك واحمد واسحٰق لا یرون ان یجهر ببسم الله الرحمن الرحیم قالوا ویقولها فی نفسه۔

(ترمذی ج ١ ص٥٧)

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا۔ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو اور فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا لہٰذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ رب العلمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن

ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جی میں کہہ دے۔

۱۰۔ عن ابراهيم قال جهر الامام ببسم الله الرحمٰن الرحيم بدعة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۴۱۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۱۔ قال وكيع والجهر بالبسملة بدعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۳۰۹)

امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۲۔ قال (سفیان الثوری) یا شعیب لا ینفعك ما كتبت حتى ترى المسح على الخفين وحتى ترى ان اخفاء بسم الله الرحمٰن الرحيم افضل من الجهر به الخ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۲۰۶)

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے شعیب جو کچھ تو نے (مجھ سے سن کر) لکھا ہے یہ تجھے اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ تو موزوں پر مسح کرنے کو صحیح نہ سمجھے، اور جب تک کہ تو

یہ عقیدہ نہ رکھے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز سے پڑھنا اونچی آواز سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں قرأۃ شروع کرتے وقت بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے۔ یہی معمول خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا بھی تھا۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ آواز ہی سے پڑھتے تھے اور اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو گنوار پن قرار دیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے گنواروں کا فعل قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے ایک مرتبہ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسے روکا اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، اسی طرح حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت امام وکیعؒ نے بھی اسے بدعت قرار دیا۔ حضرت سفیان ثوریؒ آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو خود بھی افضل سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ آج بھی حرمین شریفین میں بسم اللہ آہستہ آواز ہی سے پڑھی جاتی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

"والحاصل ان الحق ثبوت قراءتها وانها آية من كل سورة وانها تقرأ في الصلوٰة جهرا في

الجهرية وسراً في السرية"۔

(الروضة الندية ج ۱ ص۱۰۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جہراً (اونچی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سراً (آہستہ)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں :۔

"در نماز جہریہ بجہر و در سریۃ بسر باید خواند"۔ (عرف الجادی ص۳۶)

اور بسم اللہ جہری نماز میں اونچی آواز سے اور سری نماز میں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے"

(دستور المتقی ص۹۲)

ملاحظہ فرمائیے :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اونچی آواز سے پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اسے گنواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل بدعت کو بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت ؟ بھلا جس عمل کو صحابہؓ اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے ؟ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔ قارئین کرام فیصلہ آپ کے سر ہے آپ سوچئے کہ یہ حدیث کی موافقت

ہے یا مخالفت ؟

نوٹ :۔ غیر مقلدین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جہراً پڑھا جائے اور سری میں بالسر یہ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

ترک القرأۃ خلف الامام

امام کے پیچھے قرارت نہیں کرنی چاہیئے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۷ : ۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

۱۔ عن يُسَيْرِ بن جابر قال صلى ابن مسعود فسمع ناسا يقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لكم ان تفقهوا اما آن لكم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا كما امركم الله"۔

(تفسیر طبری ج ۹ ص۱۱۰)

حضرت یسیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرارت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قراۃ ہوتی ہو تو تم اسکی طرف

توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

٢- عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا یعنی فی الصلوٰة المفروضة

(کتاب القراءة للبیہقی ص٨٨)

حضرت ابن عباس رضؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذا قرئ القرآن الآیة کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

٣- عن ابن عمر قال كانت بنو اسرائيل اذا قرأت ائمتهم جاوبوهم فكره الله ذلك لهذه الامة قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ٣ ص ١٥٦)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاوبت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس امت کے لیے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔

٤- عن عبد الله بن المغفل فی هذه الآیة واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال فی الصلوٰة۔

(کتاب القراءة للبیہقی ص٨٨)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ واذا قرئ القرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قال ابن تیمیة الحرانی " وذکر احمد بن حنبل الاجماع

على انها نزلت فی ذالك (فی الصلوٰة) وذكر الاجماع على انه لا تجب القراءة على المأموم حال الجهر

(فتاوی کبری ج ٢ ص ١٢٨)

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت (واذا قرئ القرآن الآیة) نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے۔

٥- عن ابی موسی الاشعری قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین الحدیث (بروایت الجریر عن سلیمان عن قتادة) (مسلم ج ١ ص ١٧٤)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کر لو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

٦- عن ابی موسیٰ قال علمنا رسول الله صلی الله

علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرأ الامام فانصتوا ۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

۷۔ عن حطان بن عبد اللہ ان ابا موسیٰ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلمنا سنتنا وبین لنا صلوٰتنا فقال اذا کبر الامام فکبروا واذا قرأ فانصتوا ۔ (صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت حطان بن عبد اللہؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر ——— کہو اور جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

۸۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین ۔

(صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر

المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۹۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشہد ۔

(ابن ماجہ ص ۶۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہیئے۔

۱۰۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللّٰھم ربنا لک الحمد ۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۰۷)

ومصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۷ ۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرائت کرے، تو تم خاموش رہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو۔

۱۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا (نسائی ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۲- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب (علیھم) ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔

(ابن ماجہ ص۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۳ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین الحدیث۔

(مسند احمد ج ۲ ص۳۷۶)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اسی لیے (مقرر) ہوتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو اور جب

وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۴- عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قرأ الامام فانصتوا۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۱۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۵- عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الظہر فقرأ معہ رجل من الناس فی نفسہ فلما قضی صلاتہ قال ھل قرأ معی منکم احد قال ذالک ثلثا فقال لہ الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ بسبح اسم ربک الاعلی قال مالی انازع القرآن اما یکفی احدکم قراءۃ امامہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۱۳)

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرات کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرات کی ہے تین دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہوگیا کہ مجھے قرآن کی قرات میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا

تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے لہٰذا جب وہ قرائت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

١٦- عن عطاء الخراسانی قال کتب عثمان رضی اللہ عنہ الی معاویۃ رحمہ اللہ اذا قمتم الی الصلوۃ فاستمعوا وانصتوا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للمنصت الذی لا یسمع مثل اجر السامع المنصت۔ (کتاب القراۃ للبیہقی ص١١٥)

حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے اور اسے سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔

١٧- عن علی رضی اللہ عنہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام ام انصت قال لا بل انصت فانہ یکفیک۔ (کتاب القراۃ للبیہقی ص١٦٣)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرائت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرائت ہی کافی ہے۔

١٨- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف

من صلاۃ جہر فیہا بالقرأۃ فقال ہل قرأ معی منکم احد آنفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (موطا امام مالک ص٦٩)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرائت کی ہے، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں نے قرائت کی ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرائت میں منازعت کیوں ہو رہی ہے، اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرائت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرائت ترک کر دی تھی۔

١٩- ثنا سفیان بن عیینۃ عن الزہری عن ابن اکیمۃ قال سمعت ابا ہریرۃ یقول صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلاۃ نظن انہا الصبح فقال ہل قرأ منکم من احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن (ابن ماجہ ص٦١)

ابن اکیمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو فرماتے

ہوئے سُنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآنِ کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔

۲۰۔ ثنا معمر عن الزهري عن ابن اكيمة عن ابي هريرة قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر نحوه وزاد فيه قال فسكتوا بعد فيما جهر فيه الامام۔ (ابن ماجہ ص۶۱)

معمرؒ بروایت زہریؒ ابن اکیمہ سے روایت کرتے ہیں اور اکیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے آگے پہلی حدیث کی طرح ذکر کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کے بعد ان نمازوں میں خاموشی اختیار کر لی جن نمازوں میں امام جہر سے قرأت کرتا۔

۲۱۔ عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم آنفا فقال رجل نعم يا رسول الله قال اني اقول مالي انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يجهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم

من الصلوٰة بالقراءة حين سمعوا ذالك من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (ترمذی ج ۱ ص۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرارت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۲۔ عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم آنفا فقال رجل نعم يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اني اقول مالي انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القرأة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلوٰة حين سمعوا ذالك من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (ابوداؤد ج ۱ ص۱۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں

سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قرارت میں مجھ سے منازعت کیوں کیجا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرائت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرائت ترک کر دی تھی۔

۲۳- عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم آنفا قال رجل نعم يا رسول الله قال اني اقول مالي انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلوة حين سمعوا ذالك - (نسائی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جارہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرارت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۴- عن عمران بن حصين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر فجعل رجل يقرأ خلفه بسبح

اسم ربك الاعلى فلما انصرف قال ايكم قرأ او ايكم القارئ قال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضكم خالجنيها - (مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قرارت کی ہے یا تم میں سے کون قاری ہے۔ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے خلجان میں ڈال رہا ہے۔

۲۵- عن عمران بن حصين قال صلى النبي صلى الله عليه وسلم الظهر فقرأ رجل خلفه بسبح اسم ربك الاعلى فلما صلى قال من قرأ بسبح اسم ربك الاعلى قال رجل انا قال قد علمت ان بعضكم قد خالجنيها - (نسائی ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے ایک صاحب بولے میں نے آپ نے فرمایا میں نے جانا تم میں سے کوئی مجھے قرأت میں الجھا رہا ہے۔

۲۶- عن عمران بن حصين ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلوة الظهر او العصر ورجل يقرأ خلفه

قال من كان له امام فقراءة الامام له قراءة۔

(كتاب القراءة للبيهقي ص١٥٣)

٤١- عن انس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم باصحابه ثم اقبل بوجهه فقال اتقرءون والامام يقرأ فسكتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا۔ (طحاوی ج۱ ص۱۵۰ وکتاب القراءة للبیہقی ص۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہوکر) آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرارت کرتے ہو جبکہ امام قرارت کر رہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے مت کرو۔

٤٢- عن النواس بن سمعان قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الظهر وكان عن يميني رجل من الانصار فقرأ خلف النبي صلى الله عليه وسلم وعلى يساري رجل من مزينة يلعب بالحصا فلما قضى صلوته قال من قرأ خلفي قال الانصاري انا يا رسول الله قال فلا تفعل من كان له امام فان قراءة الامام له قراءة وقال للذي يلعب بالحصا هذا حظك من صلوتك (كتاب القراءة للبيهقي ص١٦٦)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے کس نے قرارت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ: آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو امام کی قرارت ہی مقتدی کی قرارت ہوتی ہے، جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔

٤٣- عن يحيى بن عبد الله بن سالم العمري ويزيد بن ابي عياض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان منكم له امام فائتم به فلا يقرأن معه فان قراءته له قراءة۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص١٨٣)

یحیی بن عبد اللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتدار کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قرأت نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرارت ہے۔

٤٤- عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام۔ (طحاوی ج۱ ص۱۲۹ مصنف عبدالرزاق ج۲ ص۱۲۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت
پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ
وہ امام کے پیچھے ہو۔

۴۵۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب فھی خداج الا وراء
الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۳۶، دار قطنی ج ۱ ص۳۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے
سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۴۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب فلا
صلوٰۃ لہ الا وراء الامام (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۴۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نہیں
ہوتی سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۴۷۔ عن بلال قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان لا اقرأ خلف الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۴۵)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔

۴۸۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ما کان من صلاۃ یجھر فیہا الامام بالقراءۃ
فلیس لاحد ان یقرأ معہ۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۲۲)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قرأت کرتا ہو اس میں کسی
کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرے۔

۴۹۔ عن ابی ھریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کل صلاۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب
فھی خداج الا صلاۃ خلف امام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۱۷۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی
ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

۵۰۔ عن الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا قراءۃ خلف الامام۔ (دار قطنی ج ۱ ص۳۳۱)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں۔

۵۱۔ عن ابن عباس قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ کان فی
بیت عائشۃ فقال ادعوا لی علیا قالت عائشۃ
ندعو لک ابابکر قال ادعوہ قالت حفصۃ
یا رسول اللہ ندعو لک عمر قال ادعوہ قالت
ام الفضل یا رسول اللہ ندعو لک العباس قال نعم

فلما اجتمعوا رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رأسہ فنظر فسکت فقال عمر قوموا عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء بلال یؤذنہ
بالصلوۃ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت
عائشۃ یا رسول اللہ ان ابابکر رجل رقیق حصر
ومتی لا یراک یبکی والناس یبکون فلو امرت
عمر یصل بالناس فخرج ابو بکر فصلی بالناس
فوجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ
خفۃ فخرج یہادی بین رجلین ورجلاہ
تخطان فی الارض فلما رآہ الناس سبحوا ابابکر
فذھب لیتأخر فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ای مکانک فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فجلس عن یمینہ وقام ابوبکر وکان
ابوبکر یأتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس
یأتمون بابی بکر قال ابن عباس واخذ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القراءۃ من حیث کان
بلغ ابوبکر الحدیث۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۸، طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۶۱، مسند احمد ج ۱ صفحہ ۲۳۲، دارقطنی ج ۱ صفحہ ۳۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ
مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر
میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہؓ

بولیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت
حفصہؓ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیں، آپ
نے فرمایا بلا لو۔ حضرت اُمِ فضل بولیں یا رسول اللہ عباسؓ کو بھی بلا لیں
آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے
اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے
اس وقت آپ کے پاس سے اُٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر
آپ کو نماز کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو
نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابوبکرؓ بہت نرم دل
ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ
بھی روویں گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن
حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ
دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ
کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ
کو دیکھا تو (حضرت ابوبکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے) سبحان اللہ کہا
حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ
گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدار
کرنے لگے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ
بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءۃ اسی

جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

۵۲- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قولہ قول اھل السماء غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۳- عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امّن القاری فامّنوا فان الملٰئکۃ تؤمن فمن وافق تامینہ تامین الملٰئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۷ و نسائی ج ۱ ص ۱۰۸، ابن ماجہ ص ۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۴- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

فقولوا آمین فان الملٰئکۃ تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تامینہ تامین الملٰئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۰۸، دارمی ج ۱ ص ۲۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۵۵- عن الحسن عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۵۶- عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان یفتتحون القراءۃ بالحمد

للہ رب العٰلمین۔ (ترمذی ج اص۳۵، ابوداود ج اص۱۱۴ نسائی ص۱۰۳/۱)

حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراءۃ الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کرتے تھے۔

۵۷۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح الصلوٰۃ بالتکبیر والقراءۃ بالحمد للہ رب العٰلمین۔ الحدیث (ابوداود ج اص۱۱۴)

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قراءت الحمد للہ رب العٰلمین سے۔

۵۸۔ عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا قال سفیان لمن یصلی وحدہ (ابوداود ج اص۱۱۹)

حضرت عبادہ بن صامت رض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رح فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

قال الامام الترمذی واما احمد بن حنبل فقال معنیٰ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب اذا کان

وحدۃً (ترمذی ج ۱ ص ۷۱)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرارت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابیه قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرنی اشیاخنا ان علیا قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ له قال واخبرنی موسی بن عقبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

امام عبدالرزاق عبدالرحمٰن بن زیدؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زیدؒ فرماتے ہیں۔ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرارت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہؒ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان

۱۔ عن نافع و انس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قراءة الامام۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

امام نافعؒ اور انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲۔ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه لا یقرأ خلف الامام جهرا ولم یجهر

(کتاب القراءة للبیهقی ص ۱۸۴)

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرارت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

۳۔ اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔

(موطا امام محمدؒ ص ۹۸)

محمد بن عجلانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔

حضرت علیؓ کا فرمان

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا"۔

۲۔ عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرة۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۳۹ وطحاوی ج ۱ ص ۱۵۰)

محمد بن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول وعمل

۱- عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد الله (بن مسعود) فقال یا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلوٰة شغلا وسیکفیك ذلك الامام، (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶، کتاب القرأت للبیہقی ص ۱۴۶، موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرارت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲- عن علقمة بن قیس ان عبد الله بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه وفیما یخافت فیه فی الاولیین ولا فی الاخریین الحدیث

(موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت علقمہ بن قیسؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

۳- عن علقمة عن عبد الله قال لان اعض علی جمرا لغضا احب الی من ان اقرأ خلف الامام۔

(کتاب القرأت للبیہقی ص ۱۳۵ وموطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جنڈ درخت کے جلتے کوئلوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

۴- عن علقمة عن ابن مسعودؓ قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱ ومصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

۵- عن عبد الله بن مسعود رضؓ انه قال یا فلان لا تقرأ خلف الامام الا ان یکون اماما ویقرأ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا او فلاں امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کر الّا یہ کہ کوئی قرارت نہ کرتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول وعمل

۱- مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلی وحده فلیقرأ قال وکان عبد الله بن عمر لا یقرأ خلف الامام

(موطا امام مالک ص ۶۸)

امام مالکؒ بواسطہ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرارت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرارت کر لیا کرے نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرارت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲- عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام كفته قراءته۔ (مؤطا امام محمد ص۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۳- عن ابن عمر انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام (مؤطا امام محمد ص۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرارت کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۴- عن انس بن سيرين قال سألت ابن عمر اقرأ مع الامام فقال انك لضخم البطن تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۴۰ کتاب القرأت للبیہقی ص۱۵۱)

حضرت علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا میں امام کے ساتھ قرأت کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۵- عن ابن عمر كان ينهى عن القراءة خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۴۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۶- عن القاسم بن محمد قال كان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام جهرا و لم يجهر الحديث۔ (کتاب القراءة للبیہقی ص۱۸۲)

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرارت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

۷- عن عبيد الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر و زيد بن ثابت و جابر بن عبد الله فقالوا لا تقرءوا خلف الامام فی شیئ من الصلوات۔ (طحاوی ج ۱ ص۱۵۱)

عبیداللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے امام کے پیچھے قرارت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول و عمل

۱- عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیئ (مسلم ج ۱ ص۲۱۵، نسائی ج ۱ ص۱۱۱)

حضرت عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا تو

آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

۲- عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جب کہ امام جہر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے۔

۳- عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر کانا لا یقرآن خلف الامام ۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن ذکوانؒ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۴- عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن جدہ انہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ۔

(موطا امام محمد ص ۱۰۱، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؒ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۵- عن موسی بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن ابیہ زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلاۃ لہ ۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۸۵)

حضرت موسیٰ بن سعدؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام

کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان

۱- اخبرنا داود بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ ۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داود بن قیس فراءؒ مدنی نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

۲- عن ابی بجاد عن سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان

۱- عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا ۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱)

ابوحمزہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں اس صورت میں قرأت کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔

آپ نے فرمایا نہیں۔

۲۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ قیل لہ ان ناسا یقرءون فی الظہر والعصر فقال لو کان لی علیہم سبیل لقلعت السنتہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فکانت قراءتہ لنا قراءۃ وسکوتہ لنا سکوتا۔ (طحاوی ج ۱ ص۱۴۱)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول وعمل

۱۔ مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔
(موطا امام مالک ص۶۶، ترمذی ج ۱ ص۷۱)

حضرت امام مالکؒ ابونعیم وہب بن کیسانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

۲۔ عن جابر قال لا یقرأ خلف الامام۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص۳۷۶)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے

۳۔ عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام فی الظہر والعصر شیأ فقال لا۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۱۳۱)

حضرت عبید اللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں۔

حضرت ابو درداءؓ کا فرمان

عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء قال قام رجل فقال یا رسول اللہ أفی کل صلوۃ قرآن قال نعم فقال رجل من القوم وجب ہذا فقال ابو الدرداء یا کثیر وانا الی جنبہ لا اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاہم۔ (طحاوی ج ۱ ص۱۴۸، دارقطنی ج ۱ ص۳۳۲، مسند احمد ج ۶ ص۴۴۸)

حضرت کثیر بن مرۃؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا ایک صاحب اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ پھر تو قرأت واجب ہوگئی۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ اے کثیر میں اس کے پہلو ہی میں تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو

یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قرات ہی لوگوں کو کافی ہوتی ہے۔

حضرت علقمہ بن قیس م ۶۸ھ کا قول وعمل

عن ابراهيم قال ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الاخريين أمّ القرآن ولا غيرها خلف الامام۔ (کتاب الآثار بروایت امام محمد ص ۲۲)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیس نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قرات نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پچھلی رکعتوں میں نہ سورہ فاتحہ اور نہ کوئی اور سورہ۔

عن ابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال لان أعضّ على جمرة احب الي من ان اقرأ خلف الامام۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس نے فرمایا کہ میں انگارہ منہ میں لے لوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قرات کروں۔

عن معمر عن ابي اسحق ان علقمة بن قيس قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه قال احسبه ترابا او رضفا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا آگ کے انگارے سے بھر دیا جائے۔

حضرت عمرو بن میمون م ۷۴ھ کا فرمان

عن مالك بن عمارة قال سألت لا ادري كم رجل من اصحاب عبد الله كلهم يقولون لا يقرء خلف امام منهم عمرو بن ميمون۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۷)

مالک بن عمارۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن میمون بھی ہیں امام کے پیچھے قرات کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قرآت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت اسود بن یزید م ۷۵ھ کا فرمان

۱- عن ابراهيم قال قال الاسود لان اعض على جمرة احب الي ان اقرأ خلف الامام اعلم انه يقرأ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزید نے فرمایا کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرآت کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے۔

۲- عن ابراهيم عن الاسود قال وددت ان الذی يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حضرت سوید بن غفلہؒ م ۸۱ھ کا فرمان

عن الوليد بن قيس قال سألت سويد بن غفلة اقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر قال لا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱)

ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؒ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں فرمایا نہیں۔

حضرت سعید بن المسیبؒ م ۹۴ھ کا فرمان

عن قتادة عن ابن المسيب قال انصت للامام

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو۔

حضرت سعید بن جبیر م ۹۴ھ کا فرمان

عن ابی بشر عن سعيد بن جبير قال سالته عن القراءة خلف الامام قال ليس خلف امام قراءة (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

ابو بشرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ م ۹۶ھ کا فرمان

۱- عن مغيرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت مغیرہؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ امام کے پیچھے قرارت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے امام کی قرارت ہی کافی ہے۔

۲- عن ابراهيم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم۔ (مؤطا امام محمدؒ ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قرارت کی وہ ایسا آدمی تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا

۳- عن ابراهيم قال الذی يقرأ خلف الامام شاق (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

۴- عن ابراهيم قال اول ما احدثوا القراءة خلف الامام وكانوا لا يقترءون

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (صحابہ کرام اور تابعین) امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت محمدؒ بن سیرینؒ م ۱۱۰ھ کا فرمان

عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة۔ (مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت نہیں جانتا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ م ۱۵۰ھ کا مسلک

قال محمد لا قراءة خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیما لم یجهر وبذالك جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنیفة (موطا امام محمد ص ۹۴)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا مسلک

قال محمد وبه ناخذ لا نری القراءة خلف الامام فی شیئ من الصلوٰة یجهر فیه اولا یجهر (کتاب الآثار بروایت الامام محمدؒ ص ۲۳)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے ہم کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

حضرۃ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام زہریؒ (م ۱۲۵ھ) سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) اور اسحٰق بن راہویہؒ (۲۳۸ھ) کا مسلک

وجملة ذالك ان القراءة غیر واجبة علی الماموم فیما جهر به الامام ولا فیما اسر به نص علیه احمد فی روایة الجماعة وبذالك

قال الزهری والثوری وابن عیینة ومالك وابو حنیفة واسحٰق۔ (مغنی ابن قدامة ج ۱ ص ۵۶۶)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں ——— امام احمدؒ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور اسحٰق ابن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ م ۲۰۴ھ کا مسلک

نحن نقول کل صلاة صلیت خلف الامام والامام یقرأ قراءة لا یسمع فیها قرأ فیها۔

(کتاب الام ج ۷، ص ۱۶۶)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ م ۵۶۱ھ کا فرمان

وکذالك ان کان ماموما ینصت الی قراءة الامام ویفهمها۔ (غنیة الطالبین مترجم ص ۵۹۲)

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت کے لیے خاموش رہنا چاہیئے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

علامہ ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ھ کا فیصلہ

فالنزاع من الطرفین لکن الذین ینهون عن

القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين اوجبوها على الماموم فحديثهم ضعفه الائمة ۔ (تنوع العبادات ص۸۶ بحوالہ احسن الکلام ص۱۹۵)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور ان کے ساتھ ہیں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے مقتدی کے لیے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں انکی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے۔

۱۔ امام کا کام قرأت کرنا ہے اور مقتدی کا کام امام کی قرأت کی طرف کان لگانا اور خاموش رہنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں کا حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو۔

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو منازعت و مخالجت قرار دیا ہے (جو اسی صورت میں ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پڑھنے لگیں) اس سے بھی ثابت ہوا کہ مقتدی کا قرأت کرنا درست نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے منازعت و مخالجت نہ قرار دیتے۔

نیز انہی احادیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منازعت و مخالجت فقط جہری نمازوں کے ساتھ نہیں بلکہ جہری اور سری دونوں میں ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی مرفوع احادیث

سے ظاہر ہے۔

۳۔ مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ مکبّر کا فریضہ انجام دینے لگے اور آپ امامت کرانے لگے اور آپ نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکرؓ کر چکے تھے اور مسند احمد کی روایت کے مطابق حضور علیہ السلام والسلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابوبکرؓ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور ہے بھی یہ آپ کا آخری فعل جس کا کوئی ناسخ بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اور فعل دونوں اس کی دلیل ہوئے۔

۴۔ آمین کی احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری (قرأت کرنیوالا) فرمایا نیز آپ نے حکم دیا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں، ورنہ تو آپ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

نیز احادیث آمین سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اور فرشتے آمین میں موافقت کرنے کے مامور ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ملائکہ کی آمین امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے (کیونکہ قرأت قرآن خاصہ

انسان ہے کسی اور کو یہ حاصل نہیں) پس چاہیئے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام
کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی ہو تاکہ مقتدیوں اور فرشتوں کی آمین
میں توافق ہو سکے ، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے
مقتدی کا نہیں [عله]

۵- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۵) سے ثابت ہو رہا ہے
کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی ، کیونکہ
حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا
تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرہ رضؓ کو دُعا
دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی ،
اسے لوٹاؤ ، امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی
دلیل ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض نہیں ، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرہ رضؓ کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ
وہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے ، لیکن کسی حدیث سے
بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں ۔

۶- حضرت انس رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کی احادیث (۵۶-۵۷) سے ثابت ہو رہا ہے
کہ سورہ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے
معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ قرأت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

عله یہ بات محدث محمد حسن فیض پوری نے ذکر کی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں
الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین صـ ۴۹۔

نے جو مقتدی کو قرأت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ
فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث (۷-۵- اور ۸) سے یہ بات
مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں واذا قرأ فانصتوا کے بعد واذا قال
غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین کے الفاظ بھی
آئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی قرأت میں شامل ہے
اور وہ صرف امام کا وظیفہ ہے مقتدی کا نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
فرما رہے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین
کہو ظاہر ہے کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سورۃ فاتحہ ہی کا
حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ خاص کیا ہے ۔ لہٰذا
غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرأت سے روکا گیا ہے سورۃ فاتحہ
سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے اور سورۃ
فاتحہ کی ممانعت اوّلاً و بالذات ہے اور دوسری سورتوں کی ممانعت ثانیاً اور بالتبع ،

۷- حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ
بفاتحۃ الکتاب فصاعداً ـــــــ اکیلے نماز پڑھنے والے
کے لیے ہے ۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ رحؒ ، اور ان کے ساتھ
حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ دونوں حضرات صراحت طور پر فرما رہے ہیں کہ "یہ
تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے ہے" جیسا کہ ابوداود اور ترمذی میں موجود ہے
اگر ان دونوں جلیل القدر ہستیوں کے بیان سے یہ صرف نظر کر لیا جائے تب بھی
خود اس حدیث میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ
یہ منفرد کے لیے ہے ۔

اول یہ کہ اس حدیث میں فصاعداً کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے
کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز
جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرائت نہ کرے اور اس پر اجماع ہے
کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید قرارت منفرد ہی کرتا ہے مقتدی نہیں۔

دوم[1] یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ
یہ ہے کہ "اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرارت نہ کرے"
یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ
یہ منفرد کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری
سورۃ پڑھنا منفرد کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رض کی مرفوع حقیقی اور مرفوع حکمی (موقوف)
حدیث (ج ۴۵ ود) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رض کی مذکورہ
بالا حدیث منفرد اور امام کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ حضرت
جابر رض کی حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس کسی نے نماز میں سورۃ فاتحہ
کے ساتھ قرارت نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس شخص (مقتدی)
کے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۔ خلفاء راشدین بھی امام کے پیچھے نہ تو خود قرارت کرتے تھے اور نہ ہی
لوگوں کو کرنے دیتے تھے بلکہ امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع
فرماتے تھے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی زید بن اسلم کی روایت سے
واضح ہے۔

[1] حدیث کا یہ مفہوم جو ذکر کیا گیا ہے اس کی طرف امام ابن قیم رح نے اشارہ کیا ہے تفصیل
کے لیے ملاحظہ ہو" بدائع الفوائد ج ۲ ص ۷۶ ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کی قرارت ہی کافی ہے
اور فرماتے تھے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرارت کرتا ہے اس کے منہ میں
پتھر بھر دیئے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے
پیچھے قرارت کرتا ہے وہ فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، ایسا شخص فطرت
پر نہیں ہے۔

۹۔ خلفاء راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی امام کے پیچھے قرارت کرنے
کے مخالف تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رض فرماتے ہیں جی
چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرارت کرنے والے کے منہ میں انگارے
بھر دیئے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ میرا
بس چلے تو میں امام کے پیچھے قرارت کرنے والے کی زبان ہی کھینچ لوں
حضرت زید بن ثابت رض تو فتویٰ دیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے قرارت
کرنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

۱۰۔ یہی حال تابعین و تبع تابعین کا تھا۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے قرارت
کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن سیرین رح فرماتے
ہیں کہ ہمیں تو امام کے پیچھے قرارت کے سرے سے ہی مسنون ہونے
کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ فرض و واجب سمجھنا۔ اسی لیے حضرت اسود بن
یزید رح فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرارت کرنے سے زیادہ مجھے یہ
پسند ہے کہ میں منہ میں انگارے لے لوں، حضرت علقمہ بن قیس رح
فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرارت کرنے والے
کے منہ میں مٹی بھر دی جائے وغیرہ۔

ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ رح، امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد

بن حنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرارت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض وواجب سمجھنا تو بہت دُور کی بات ہے نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اسکا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔

۱۱۔ امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق جمہور سلف وخلف امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع کرتے ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور امام کے پیچھے قرارت کو فرض وواجب قرار دینے والوں کی دلیل کمزور ہے۔

لیکن قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ وتابعین اور اقوالِ ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہے امام اونچی آواز سے قرارت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔

چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب کے برادر زادے اور شاگرد مولوی عبدالحفیظ صاحب لکھتے ہیں:-

"فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی"۔ (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۸)

نوٹ:- مولوی عبدالحفیظ صاحب کے اس فتوے پر میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے دوسرے شاگردوں کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

نواب نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

"بعدہ سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ در پس امام باشد زیرا کہ بے فاتحہ نہ نماز صحیح ست ونہ ادراکِ رکعت معتدبہ"۔ (عرف الجادی ص ۳۶)

اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں -

"ومن فرائضها قراءة الفاتحة لقادر عليها في كل ركعة من الثنائية والرباعية في الفرائض والنوافل للامام والماموم والمنفرد والمسبوق" (نزل الابرار ج ۱ ص ۷۵)

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لیے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مسبوق ہر ایک کے لیے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:-

"میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں از روئے قرآن وحدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی"۔ (فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۵)

کراچی سے ایک رسالہ "فصل الخطاب فی قراءت فاتحۃ الکتاب" شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

"جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے"۔

(فصل الخطاب ص ۵ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۵۷)

ملاحظہ فرمائیے:- قرآن وحدیث آثار صحابہ وتابعین وغیرہ سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرارت کرنی ہی نہیں چاہیئے خاموش رہ کر امام کی قرارت کی طرف کان لگانے چاہئیں لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے

کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ کی قرأت فرض و واجب ہے اگر وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی ۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورۂ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہو، نیز خلفاء راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جن میں حضرت علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ باقی باللہ، مجدد الف ثانی، حضرت طاہر بندگی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے سیکڑوں اولیاء کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہو کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے ۔

قارئین کرام غور فرمائیے کہ غیر مقلدین اپنے اس نظریہ سے کس کس کی نماز باطل قرار دے رہے ہیں اور بقول غیر مقلدین جب ان کی نماز ہی نہ ہوئی تو یہ تارکِ نماز ہوئے اور تارکِ نماز غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لیے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ ۔ غیر مقلدین کی یہ اتنی بڑی جرأت و جسارت ہے جو غیر مقلدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا ۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے ۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے ۔ دیکھئے امام احمد بن حنبل ؒ کیا فرماتے ہیں ۔

"اہلِ اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہو اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں

ہوتی ، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ، آپ کے صحابہ ، تابعین ، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالک ؒ ہیں اہلِ حجاز میں ، اور یہ سفیان ثوری ؒ ہیں اہلِ عراق میں اور یہ امام اوزاعی ؒ ہیں اہلِ شام میں اور یہ لیث ؒ ہیں اہلِ مصر میں ، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرأت کی تھی اور خود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے ۔"

(مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۵۶۶)

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ غیر مقلدین کا مقتدیوں پر سورۂ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا اور نہ پڑھنے والے کی نماز کو باطل قرار دینا اور بلا جھجک یہ فتویٰ صادر کر دینا کہ امام کے پیچھے جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ، یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام

جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی

۱- عن الحسن عن ابی بکرة انه انتهى الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذالك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادك الله حرصا ولا تعد (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت حسن بصری ؒ حضرت ابوبکرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں)

پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) نبی علیہ السلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۲۔ عن زید بن وهب قال دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام راكع فركعنا ثم مضينا حتى استوينا بالصف فلما فرغ الامام قمت اقضي فقال قد ادركته۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۷۱)

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے تو امام رکوع میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اُٹھ کر (وہ رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھئی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔

۳۔ عن علي وابن مسعود قالا من لم يدرك الركعة فلا يعتد بالسجدة۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۷۰)

حضرت علی رضؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ دونوں نے فرمایا کہ جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ (میں) پانے کا کوئی اعتبار نہیں۔

۴۔ عن خارجة بن زيد بن ثابت ان زيد بن

ثابت كان يركع على عتبة المسجد ووجهه الى القبلة ثم يمشي معترضا على شقه الايمن ثم يعتد بها ان وصل الى الصف اولم يصل۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۷۲)

حضرت خارجہؒ بن زید، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی دہلیز میں قدم رکھتے ہی قبلہ رُو ہو کر رکوع میں چلے جاتے پھر (بحالتِ رکوع) دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے چاہے آپ صف تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔

۵۔ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعتدوها شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة۔ (ابوداود ج ۱ ص ۱۲۹ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۱۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔

۶۔ عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه،

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۴۵ وصحیح ابن حبان ج ۴ ص ۳۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس نے امام کے رکوع میں اُٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

٧۔ مالك انه بلغه ان ابا هريرة كان يقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن فاته ام القرآن فقد فاته خير كثير۔

(مؤطا امام مالک ص٣)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا اور جس سے ام القرآن فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔

٨۔ مالك انه بلغه ان عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت كانا يقولان من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة۔ (مؤطا امام مالک ص٣)

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا۔

٩۔ عن ابن عمر انه كان يقول اذا فاتتك الركعة فاتتك السجدة۔ (مؤطا امام محمد ص١٠١)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا تو پھر سجدہ بھی فوت ہوگیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی۔ اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

ہوگی، چنانچہ حضرت ابوبکرۃؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا، تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرۃؓ کو دعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے لوٹاؤ۔

حضرت ابوبکرۃؓ نے رکوع میں ملنے کے لیے جو جلدی کی اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابۂ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پالینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے، ورنہ حضرت ابوبکرۃؓ رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اُٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہوگئی جیسا کہ حضرت ابوہریرۃؓ کی حدیث سے واضح ہے اسی پر صحابۂ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا۔ گویا یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوا۔

چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی لکھتے ہیں۔

"قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام راكعا فكبر وركع وامكن يديه من ركبتيه قبل ان يرفع الامام رأسه فقد ادرك الركعة ومن لم يدرك ذالك فقد فاتته الركعة ومن فاتته الركعة فاتته السجدة اي لا يعتد بها هذا مذهب مالك والشافعي وابي حنيفة واصحابه والثوري والاوزاعي وابي ثور واحمد واسحٰق وروي ذالك

عن علی و ابن مسعود و زید و ابن عمر و قد ذکرنا
الاسانید عنهم فی التمهید"۔ (الاستذکار ج ۱ بحوالہ اعلاء السنن ص ۳۵ ج ۴)

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور
وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ
لیا۔ امام کے اُٹھنے سے پہلے پہلے تو اس نے وہ رکعت پالی اور
جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہو گیا اور جس
سے رکوع فوت ہو گیا اس سے سجدہ فوت ہو گیا یعنی اس کا سجدہ بھی
معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک، امام شافعی،
امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب و سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام
ابوثور، امام احمد اسحٰق بن راہویہ کا اور یہی حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
اور ہم نے ان کی سندیں تمہید میں ذکر کر دی ہیں۔

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات
کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ
فرض نہیں، اور یہ غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے
ان تمام احادیث و آثار اور اجماعِ اُمت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ
صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوتی
سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن گورکھپوری لکھتے ہیں:۔
"مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۂ
فاتحہ پڑھنا فرض ہے"۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۹۶)

نوٹ:۔ یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔
"بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادراک رکعت معتد بہ"۔
(عرف الجادی ص ۲۶)

سورہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی (رکوع میں امام کو پانے
سے) رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔
"ولو وجد الامام فی الرکوع لا یعتد بتلک
الرکعۃ لان قراءۃ الفاتحۃ فرض عندنا"۔
(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۳۳)

اگر امام کو رکوع میں پالیا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا
کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں:۔
"مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی"۔ (دستور المتقی ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمایئے: اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے
ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین
عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق
ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے لیکن غیر مقلدین بلا جھجک کہہ رہے ہیں
کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات مان
لینے سے ان کے مسلک پر زد پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں
کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قولِ رسول کی پرواہ نہ آثارِ صحابہ کی فکر، نہ

اجماع است کا خیال بلکہ ایک غیر مقلد نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس کو پڑھ کر دل روتا ہے جگر پھٹتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ بات نقل کرنے کو دل تو نہیں چاہتا لیکن محض اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کا انداز بیان اور طرز عمل لوگوں کے سامنے آجائے۔ ذرا دل تھام لیجئے کہیں شق نہ ہو جائے

یہ حوالہ ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم کی زبانی نقل کیا جاتا ہے۔

"اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اقتداء والوں کو مخلد فی النار (ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہونے) کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہٰذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد فی النار ہے بلفظہ" (اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع ص۱ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۵۵)

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا قول و عمل اور یہ ہے ان کی قرآن و حدیث سے محبت۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

الاقتصار علی الفاتحۃ فی الاخریین وجواز التسبیح موضعہا وجواز السکوت

فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے

۱- عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین وفی الرکعتین الاخریین بام الکتاب الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت عبد اللہ اپنے والد حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

۲- عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من الظہر بام القرآن وقرآن وفی العصر مثل ذالک وفی الاخریین منہما بام القرآن وفی المغرب فی الاولیین بام القرآن وقرآن وفی الثالثۃ بام القرآن قال عبید اللہ واراہ قد رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۳۲)

عبید اللہ بن ابی رافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ ظہر و عصر کی پہلی دو

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سُنا کہ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کردی۔

۸۔ علقمۃ بن وائل یحدث عن وائل (وقد سمعت من وائل) انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بہا صوتہ، الحدیث۔ (منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داود ص۹۲)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست کردی۔

۹۔ عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین یخفض بہا صوتہ، (مستدرک حاکم ج۲ ص۲۳۲)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔

۱۰۔ علقمۃ بن وائل یحدث عن وائل وقد سمعتہ من وائل انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بہا صوتہ۔

(بیہقی ج۲ ص۵۸)

حضرت علقمہؒ بن وائل حضرت وائلؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کردی۔

۱۱۔ عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بہا صوتہ۔

(ترمذی ج۱ ص۵۸)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کردی۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱- عن ابراھیم قال قال عمر اربع یُخفَین عَنِ الامام التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و اللھم ربنا لک الحمد،
(کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۴)

حضرت ابراھیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ (۱) اعوذ باللہ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللھم ربنا لک الحمد۔

۲- روی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال یخفی الامام اربعا التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد۔
(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ ص ۶۲۰)

حضرت ابو معمرؒ (حضرت ابراھیم نخعیؒ کے استاذ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔

۳- وروینا عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ان عمر بن الخطاب قال یخفی الامام اربعا التعوذ وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد
(محلی ابن حزم ج ۲ ص ۲۰۶)

(ابن حزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔

۴- عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجھران ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتامین: (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۴۰)

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

۵- عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بآمین۔
(الجوہر النقی ج ۱ ص ۴۸)

حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۶- عن ابی وائل قال کان علی و ابن مسعود لا یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔
(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۳)

حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے

اور نہ ہی آمین اُونچی آواز سے کہتے تھے۔

۷۔ عن علقمة والاسود كليهما عن ابن مسعود قال يخفي الامام ثلاثا التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين۔ (محلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۴۶)

حضرت علقمہؒ اور اسودؒ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتوی بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ عن ابراهيم قال خمس يخفين سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص [illegible])

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں (۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین (۵) ربنا لک الحمد۔

۹۔ عن ابراهيم قال اربع يخفيهن الامام بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة وآمين واذا قال سمع الله لمن حمده قال ربنا لك الحمد۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷،

مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۵۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ربنا لک الحمد۔

۱۰۔ عن ابراهيم انه كان يسر آمين۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سراً کہتے تھے۔

حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۱۔ قال الطبري وروي ذالك عن ابن مسعود وروي عن النخعي والشعبي وابراهيم التيمي كانوا يخفون بآمين۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۵۸)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم تیمیؒ بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہنے کا ہے

۱۲۔ وقال سفيان الثوري وابوحنيفة يقولها الامام سرا ذهبوا الى تقليد عمر بن الخطاب وابن مسعود رضي الله عنهما۔ ([illegible])

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام آمین سراً کہے اس میں انہوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تقلید کی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں،

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال اربع یخافت بھن الامام سبحانک اللھم وبحمدک والتعوذ من الشیطان الرجیم و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایۃ الامام محمد ص ٢٢)

(امام محمدؒ فرماتے ہیں) ہمیں خبر دی حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بروایت حمادؒ حضرت امام نخعیؒ سے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (١) سبحانک اللھم وبحمدک (٢) اعوذ باللہ (٣) بسم اللہ (٤) آمین۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا۔

قال النووی " وقال ابوحنیفۃ والثوری یسرون بالتامین وکذا قالہ مالک فی الماموم" الخ۔ (المجموع شرح المہذب ج ٣ ص ٣٧٣)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین سراً کہیں، اور مقتدی کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال مالکؒ " ویخفی من خلف الامام آمین ولا یقول الامام آمین ولا بأس بالرجل وحدہ ان یقول آمین " (المدونۃ الکبریٰ ج ١ ص ٧١)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہے اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے آمین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو اونچی آواز سے آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال الشافعیؒ فاذا فرغ من قراءۃ ام القرآن قال آمین ورفع بھا صوتہ لیقتدی بہ من کان خلفہ واذا قال قالوھا واسمعوا انفسھم ولا احب ان یجھروا بھا فان فعلوا فلا شیئ علیھم"

(کتاب الام ج ١ ص ١٠٩)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام کی اقتدا کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا، تاہم اگر وہ ایسا کرلیں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی م ۶۰۶ھ کی تحقیق

”قال ابوحنیفة رحمہ اللہ اخفاء التامین افضل وقال الشافعی رحمہ اللہ اعلانہ افضل واحتج ابوحنیفة علیٰ صحة قولہ قال فی قولہ آمین وجہان احدھما انہ دعاء والثانی انہ من اسماء اللہ فان کان دعاء وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (ادعوا ربکم تضرعا وخفیة) وان کان اسما من اسماء اللہ تعالیٰ وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة) فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیة ونحن بھذا القول نقول“ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی ج ۱۴ ص۱۳۱)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے“ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے“ دوسری یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین دُعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تذلل ظاہر کرکے اور چپکے چپکے“ اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی اسکا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً۔ اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی ہو تو کم ازکم مندوب ومستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم بھی یہی قول کرتے ہیں (کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیئے)

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ احادیث وآثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(۲) آمین آہستہ آواز سے کہنی سنت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ آمین دُعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ” قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا“ اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث سے واضح ہے“ اور دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دُعا سے واضح ہے، ثانیاً اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ان روایات کے پیشِ نظر آمین کہنا ذکر ہوا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں اور آہستہ کیا جائے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت امام اعظمؒ نے آہستہ آواز سے کہنے کو مسنون قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین رازیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت

وائل رضہ کی احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورۂ فاتحہ ختم کر کے ثناء کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۵۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیئے (۲) خشوع واخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے (۳) اخفاء میں

بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔

۶۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ ابو معمرؒ وغیرہما کے آثار سے واضح ہے۔

۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام، حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے جیسا کہ خود ان کی اپنی تصانیف میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔

۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلاً آمین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری و امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی بھی سورۂ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین

کہہ چکو تو آمین کہو۔

لیکن قرآن وسنت آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے اونچی آواز سے آمین کہنا سُنت ہے اور جو شخص ان آیات واحادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر اُن سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نفرت وحقارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

" مغرب وعشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۂ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں" الخ۔ (دستور المتقی ص ۱۱۱)

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں۔

" پس آج کل بھی جو ناعاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔"

(فتویٰ آمین بالجہر ص ۳۲ بحوالہ اظہار التحسین ص ۱۶)

مولوی محمد صاحب جوناگڑھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

" خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا۔"

(دلائل محمدی ج ۲ ص ۳۴ بحوالہ اظہار التحسین ص ۱۶)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے اباجان مولوی نور محمد گرجاکھی صاحب یوں زہر اگلتے ہیں۔

" اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔"

(اثبات آمین بالجہر ص ۱۳ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں اور ایسی سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تبرابازی کی اس سے بدتر مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب حنفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے ______ حنفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔

(۲) یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے ______ حنفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

(۳) یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے ______ حنفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔

(۴) یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے ______ حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

(۵) یہودی سلام سے حسد کرتے تھے ______ حنفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

(۶) یہودی علماء ومشائخ کی تقلید کرتے تھے ______ حنفی بھی علماء ومشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

(۷) یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے ——— حنفی بھی عوام کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔

(۸) یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے ——— حنفی بھی اقوال الرجال ہی پیش کرتے ہیں۔

(۹) یہودی حضرت موسیٰؑ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے ——— حنفی بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صراط مستقیم بھول گئے۔

(۱۰) جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں ——— حنفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں لہٰذا یہی اس امت کے یہودی ہیں۔"

(اثبات آمین بالجہر صفحہ ۲۰)

حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا۔

سوال: حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر المغضوب پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ آمین کہے یا پہلے الحمد پڑھے۔ (محمد علی خطیب جامع مسجد جنڈیالہ)

آپ نے جواب دیا کہ

جواب: دونوں باتوں پر عمل کرے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے۔ الخ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ صفحہ ۲۹۳)

جماعت غرباء اہلحدیث کے امام مفتی عبد الستار سے بھی ایک ایسا ہی سوال ہوا آپ نے جو اس کا جواب دیا مع سوال کے ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: مسبوق نے امام کی اقتداء اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے

ولا الضالین کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا یا نہیں؟ اگر کہے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے کہے یا نہیں؟ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئے گا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد فاتحہ اور اگر نصف الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سبب سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے۔

(سید اللہ دتا نصیر آبادی)

جواب: اس کا نام تحریف نہیں اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی آمین کہے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ الخ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱ صفحہ ۱۳۰)

ملاحظہ فرمائیے: یہ ہے غیر مقلدین حضرات کا طرز عمل کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ایک عمل (آہستہ آواز سے آمین کہنا) نہ صرف یہ کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے اور اونچی آواز سے آمین نہ کہنے والے ان کے نزدیک اس قدر برے ہیں کہ یہودیوں سے جا ملتے ہیں، العیاذ باللہ قارئین آپ نے غیر مقلدین کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں غور کیجئے کہ آخر یہ تبرا بازی کس پر کی جا رہی ہے، یہ دشنام کس سے دیا جا رہا ہے کیا اس تبرا بازی اور دشنام دہی سے اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوگی کہ آپ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین عظام نیز ہزاروں لاکھوں بزرگان دین کی روحیں بے چین نہ ہوں گی کہ وہ خود بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے کا مسئلہ بتلاتے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب آمین بالجہر سے چڑتے

تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے؟ سچ ہے اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت، بے حیا باش وہرچہ خواہی کن۔

قارئین محترم یہ ہیں غیر مقلدین عمل بالحدیث کے دعویدار جو دشنام دہی میں رافضیوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور ان کے خلاف غیر مقلدین کے رویے کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت بلکہ حدیث دشمنی ہے۔

ترك رفع اليدين فى غير الافتتاح

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے

١- حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمى وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو فى آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهرى عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذى بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد۔

(صحیح ابی عوانہ ج ٢ ص٩٠)

حضرت امام زہریؒ، حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع

کرتے تو رفع یدین کرتے...... مونڈھوں تک اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہے۔

٢- حدثنا الحميدى قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهرى قال اخبرنى سالم بن عبد الله عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين۔ [1]

(مسند حمیدی ج ٢ ص٢٧٧)

---

[1] غیر مقلدین حضرات صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی کی مذکورہ دونوں روایات کا جب کوئی جواب نہیں پاتے تو یہ پراپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ حنفیوں نے ان میں تحریف کر دی ہے العیاذ باللہ، قارئین محترم یہ ان حضرات کا سراسر بہتان ہے۔ احناف اس جیسے گھناؤنے فعل کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ غیر مقلدین کے اس بہتان کی قلعی کھولنے کے لیے ہم اس کتاب کے آخر میں مسند حمیدی اور صحیح ابی عوانہ کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں قارئین ان میں ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں ذکر کردہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں، مزیداری کی بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا قلمی نسخہ میاں نذیر حسین صاحب کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں غیر مقلد تھے یہ قلمی نسخہ دار العلوم دیوبند کی لائبریری میں محفوظ ہے، صحیح ابی عوانہ کا قلمی نسخہ پیر محب اللہ شاہ راشدی صاحب پیر جو گوٹھ سندھ کا ہے اس کا عکس غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام شمارہ ١٢ ج ٤٢ میں شائع ہوا ہے۔ ہم اسی سے فوٹو لے کر شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اوپر صحیح ابی عوانہ کا جو حوالہ درج ہے وہ بیروت کے طبع شدہ نسخہ کا ہے اس میں اور جس قلمی نسخے کے صفحے کا عکس ہم دے رہے ہیں اس میں معمولی فرق ہے بیروت والے میں لا یرفع ہے اور قلمی میں فلا یرفع ہے۔ دونوں نسخے ہمارے مؤید ہیں۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ بن عبد اللہ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک، اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھا لیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

۳- عن عبد اللہ بن عون الخرازؒ ثنا مالک عن الزہری عن سالم عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود، (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

۴- ابن وہب عن مالک بن انس عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح التکبیر للصلوٰۃ ، (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۹)

حضرت سالم بن عبد اللہؒ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مونڈھوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔

۵- حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن افتتاح الصلوٰۃ واستقبال البیت والصفا والمروۃ والموقفین وعند الحجر، (کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۱ وشرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس وحضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

۶- حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن النسائی انا عمرو بن یزید ابو برید الجرمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعۃ اعضاء الیدین والقدمین والرکبتین والجبہۃ ورفع الایدی اذا رأیت البیت وعلی الصفا والمروۃ وبعرفۃ وعند رمی الجمار واذا اقیمت الصلوٰۃ،

معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۴۵۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کرو جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر، وقوفِ عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

۷- حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلى بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة، قال وفى الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة، (ترمذی ج ۱ ص۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور ترکِ رفع یدین کے باب میں حضرت

براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن[۱] ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

۸- حدثنا عثمان بن ابى شيبة نا وكيع عن سفيان عن عاصم يعنى ابن كليب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلى بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

[۱] اس حدیث مبارک کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ ابن حزم نے صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو محلیٰ ج ۴ ص۸۸ اسی طرح ابن عدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے دیکھئے الکوکب الدری ج ۱ ص۱۳۲۔ ترمذی شریف کے محشی احمد شاکر تحریر فرماتے ہیں " وهذا الحديث صححه ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح وما قالوا فى تعليله ليس بعلة، (جامع ترمذی تحقیق احمد شاکر ج ۲ ص۴۱) اس حدیث کو ابن حزم اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کے متعلق کہا ہے وہ علت بننے کے قابل نہیں ہے، غیر مقلدین کے محدث العصر ناصر الدین البانی تحریر فرماتے ہیں " والحق انه حديث صحيح واسناده صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة يصلح التعلق بها ورد الحديث من اجلها" الخ (مشکوٰۃ المصابیح محقق تحقیق محمد ناصر الدین البانی ج ۱ ص۲۵۴) حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے۔

قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ ۔

(ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا ۔

۹۔ اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ قال الا اخبرکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد ، (نسائی ج ۱ ص ۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہؒ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

۱۰۔ اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ انہ قال الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ ۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا ۔

۱۱۔ حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ قال قال ابن مسعود الا اصلی لکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ ۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ و ص ۴۴۲)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۲۔ حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ قال الا اریکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع یدیہ الا مرۃ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں (چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور) صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۳ اخبرنا ابو الطاھر الفقیہ انبأ نا ابو حامد بن بلال انبأ محمد بن اسمٰعیل الاحمسی ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمٰن الاسود عن علقمۃ قال قال عبد اللہ یعنی ابن مسعود لاصلین بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۸)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں ضرور بضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۴- حدثنا ابن ابی داود قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۵- ابو حنیفۃ[1] عن حماد عن ابراھیم عن الاسود ان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیہ

---

[1] یہ ایسی سنہری سند ہے کہ جس کے تمام راوی تام الضبط کثیر الملازمۃ اور اپنے اپنے زمانے کے افقہ الناس ہیں

فی اول التکبیر ثم لا یعود الیٰ شیٔ من ذالک ویأثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور وہ حضرت اسودؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

۱۶- حدثنا محمد بن الصباح البزار نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ —— عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود[1]

(ابو داود ج ۱ ص ۱۰۹)

---

[1] یاد رہے کہ اس حدیث مبارک میں یزید بن ابی زیاد سے کلمۃ لا یعود نقل کرنے میں شریک اکیلے نہیں ہیں بلکہ شریک کے ساتھ یہ کلمہ (۱) سفیان ثوری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ھشیم (۴) ابن ادریس (۵) اسماعیل بن زکریا (۶) محمد بن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے جو یزید بن زیاد کے قدیم شاگرد ہیں اور امام شعبہ نے بھی یزید بن ابی زیاد سے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین نقل کیا ہے۔ یہ روایات اس کتاب میں آپ نمبروار ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیئے کہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمہ نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد بھی اکیلے نہیں ہیں۔ اُن کے ساتھ یہ کلمہ (۱) عیسیٰ (۲) اور حکم بھی نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸- لہٰذا شریک کے تفرد اور یزید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے نیز حدیث براءؓ کی ساری سند

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لیجا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

١٧- حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان[1] قال ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ ———

عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابهاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ١ ص ١٥٢)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔

١٨- عبدالرزاق عن ابن عیینۃ[2] عن یزید عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب مثلہ وزاد قال مرۃ واحدۃ ثم لا تعد لرفعها فی تلک الصلوٰۃ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ٢ ص ٧١)

حضرت سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے بواسطہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت

بقیہ ص ٣٩٧/٣ میں کوئی محدثین وفقہاء آتے ہیں جو سب ترک رفع پر عامل تھے اور تمام کوفہ میں ترک رفع ہی متواتر تھا۔

براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا

١٩- حدثنا اسحٰق حدثنا هشیم[3] عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ———

عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ کبّر ورفع یدیہ حتی کادتا تحاذیان اذنیہ ثم لم یعُد،

(مسند ابی یعلیٰ ج ٣ ص ٢٤٨)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

٢٠- حدثنا اسحٰق حدثنا ابن[4] ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ،

عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلوٰۃ حتی رأیت ابهامیہ قریبا من اذنیہ ثم لم یرفعهما

(مسند ابی یعلیٰ ج ٣ ص ٢٤٩)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو

رفع یدین کیا، میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۱- حدثنا یحیی بن محمد بن صاعد ثنا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا ثنا یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء انه رأی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین افتتح الصلوة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد الی شئ من ذالك حتی فرغ من صلوته (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے پھر آپ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں کیا حتی کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۱- حدثنا ابوبکر الآدمی احمد بن محمد بن اسماعیل نا عبداللہ بن محمد ابو ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی ــــ عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین قام الی الصلوة فکبر ورفع یدیه حتی ساوی بهما اذنیه ثم لم یعد الحدیث (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا حتی کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۳- حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بکر ثنا شعبة عن یزید بن ابی زیاد، قال سمعت ابن ابی لیلی یقول سمعت البراء فی هذا المجلس یحدث قوما منهم کعب بن عجرة قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین افتتح الصلوة یرفع یدیه فی اول تکبیرة، (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳ ومسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ (حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی تکبیر میں۔

۲۴- حدثنا حسین بن عبدالرحمن انا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیه عیسی عن[1] الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی

---

[1] ابوداود شریف میں غالباً سہو کاتب سے واؤ کی جگہ عن لکھا گیا ورنہ سند یوں ہے عن اخیه عیسی والحکم، چنانچہ المدونة الکبری، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند

(باقی اگلے صفحہ پر)

عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف ، (ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی اور جگہ) نہیں کیا۔

۲۵- وکیع عن ابن ابی لیلی عن عیسیٰ اخیہ والحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء بن عازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یرفعھما حتی ینصرف ، (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۶- حدثنا ابوبکر قال نا وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم وعیسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ـــــ

عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ از صفحہ ۳۹۷: ابی یعلی اور شرح معانی الآثار طحاوی میں یہ سند اسی طرح مذکور ہے۔ ہم نے مذکورہ کتب میں سے یہ روایات مع سند کے نقل کر دی ہیں، قارئین نمبروار وہ روایات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ ثم لا یرفعھما حتی یفرغ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۷- حدثنا اسحٰق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی عن الحکم وعیسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ،

عن البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ ثم لا یرفع حتی ینصرف ، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۴۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۸- حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا یحیی بن یحیی قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیہ وعن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ ـــــ

عن البراء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۳)

۲۹- حدثنا مسدد ثنا یحیی عن ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدًا

(ابوداود ج ۱ ص ۱۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز کرکے رفع یدین کرتے تھے۔

۳۰- عن نعیم المجمر وابی جعفر القاری عن ابی ھریرۃ انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ویکبر کلما خفض ورفع ویقول انا اشبھکم صلاۃً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ج ۹ ص ۲۱۵)

حضرت نُعیم المجمر اور حضرت ابوجعفر القاری رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

۳۱- عن عبدالرحیم بن سلیمان عن ابی بکر النہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول الصلوۃ ثم لا یعود،

(العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۶) (قلت انفرد رفعہ عبدالرحیم بن سلیمٰن وھو ثقۃ، ناقل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۲- ثنا الحسین بن احمد بن منصور سجادۃ ثنا بشر بن الولید القاضی ثنا کثیر بن عبد اللہ ابو ھاشم قال سمعت انس بن مالک یقول قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "یا بُنَیَّ اذا تقدمت الی الصلوٰۃ فاستقبل القبلۃ وارفع یدیک وکبّر واقرأ ما بدا لک فاذا رکعت فضَعْ کفیک علی رکبتیک وفرّق بین اصابعک وسبّح فاذا رفعت رأسک فاقم صلبک حتی یقع کل عضو مکانہ واذا سجدت فامکن جبھتک من الارض وسبّح واذا رفعت رأسک فاقم رأسک فاذا قعدت فضَعْ عقبیک تحت الیتک واقم صلبک فانھا من سنتی ومن اتبع سنتی فانہ منی ومن ھو منی فھو معی فی الجنۃ"

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۶)

کثیر بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو قبلہ رو ہوجا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قراءت کر جہاں سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔

عن جابر سمعت سالم بن عبد الله يحدث انه رأى اباه يرفع يديه اذا كبر و اذا اراد ان يركع و اذا رفع رأسه من الركوع فسألته عن ذالك فزعم انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۶)

حضرت جابرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کہتے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن دثار قال رأيت ابن عمر يرفع يديه كلما ركع و كلما رفع رأسه من الركوع قال فقلت له ما هذا قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا قام في الركعتين كبر و رفع يديه ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۶)

حضرت محاربؒ بن دثار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام فرماتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا

۱- عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوٰة ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں

۲- عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا في اول ما يفتتح (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۳- عن عبد العزيز بن حكيم قال رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء اذنيه في اول تكبيرة افتتاح الصلوٰة ولم يرفعهما فيما سوى ذالك (مؤطا امام محمد ص ۹۰)

عبدالعزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے کانوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴- عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا في اول ما يفتتح الصلوٰة (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۴۲۸)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت میمون مکی رح کا حضرت ابن عباس رض کے پاس جاکر حیرت سے سوال کرنا

عن میمون المکی انه رای عبد اللہ بن الزبیر
وصلی بھم یشیر بکفیه حین یقوم
وحین یرکع وحین یسجد وحین ینھض
للقیام فیقوم فیشیر بیدیه فانطلقت الی
ابن عباس فقلت انی رأیت ابن الزبیر صلی
صلوٰۃ لم ارا حدًا یصلیھا فوصفت له
الاشارۃ فقال ان احببت ان تنظر الی
صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
فاقتد بصلوٰۃ عبد اللہ بن الزبیر۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت میمون مکی رح سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ
بن زبیر رض کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتدا نماز
رکوع کو جاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے
لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا، میں
نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کے پاس جاکر کہا کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت
عبداللہ بن عباس رض نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیر کی اقتدار کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رض کے صاحبزادے حضرت عباد رح کا فرمان

وفی المواھب اللطیفة واخرج البیھقی
فی خلافیاته عن الحاکم بسنده الی حفص
بن غیاث عن محمد بن ابی یحیی قال
صلیت الی جنب عباد بن عبد اللہ بن الزبیر قال
فجعلت ارفع یدی فی کل رفع ووضع
قال یا ابن اخی رأیتك ترفع فی کل رفع وخفض
وان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان
اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه فی اول صلوٰۃ
ثم لم یرفعھما فی شیئ حتی فرغ؛

(بسط الیدین لنیل الفرقدین ص ۵۳)

حضرت محمد بن یحییٰ رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباد رح بن
عبداللہ بن زبیر رض کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں
رفع یدین کرتا رہا۔ حضرت عباد رح نے فرمایا اے میرے بھتیجے
میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے
تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء میں ہی
فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں
اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتلامیذ ابتدا نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعبة عن ابی اسحٰق قال کان اصحاب

عبد الله واصحاب علی لا یرفعون ایدیهم الا
فی افتتاح الصلوٰة قال وکیع ثم لا یعودون

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابو اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابو اسحٰق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبد الملك ورأيت الشعبي وابراهيم وابا اسحٰق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلوٰة - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت عبدالملک بن ابجدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبي انه كان يرفع يديه في اول التكبير ثم لا يرفعهما -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه

کان یقول اذا کبرت فی فاتحة الصلوٰة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت حصینؒ اور مغیرہؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

عن حصين ومغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع يديك في شئ من الصلوٰة الا في الافتتاحة الاولى - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما كانا يرفعان ايديهما اذا افتتحا ثم لا يعودان

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶

حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے

حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما يدخل في الصلوٰة ثم لا يرفعهما -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ ابتداء نماز

میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفیان بن مسلم الجھنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیئ اذ کبر ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ا ص ۲۳۷)

حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے ۔

حضرت خیثمہؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے ۔

عن الحجاج عن طلحة عن خیثمة وابراهیم قال کانا لا یرفعان ایدیهما الا فی بدء الصلوٰۃ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ا ص ۲۳۶)

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خیثمہ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں ۔

حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں

قال الامام الترمذی " وھو قول سفیان و اھل الکوفۃ "

(ترمذی ج ا ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ۔

محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے

قال اسحٰق به ناخذ فی الصلوٰۃ کلها

(دارقطنی ج ا ص ۲۹۵)

محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں تمام نماز میں ۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلوٰته کلما خفض و کلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوٰۃ فانه یرفع یدیه حذو الاذنین فی ابتداء الصلوٰۃ مرة واحدة ثم لا یرفع فی شیئ من الصلوٰۃ بعد ذالك و ھذا کله قول ابی حنیفة

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں سر اٹھاتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے رہا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے، اور یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

(قال) وقال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شیئ من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ

(المدونۃ الکبریٰ ج صـ ٦٨)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی بھی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتدار نماز کے۔

"المالکیۃ قالوا رفع الیدین حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام مندوب وفیما عدا ذالک مکروہ" (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ١ صـ ٢٥٠)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین مونڈھوں تک تکبیر تحرمیہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع

قال ابن القیم "من اصول مالک اتباع عمل اہل المدینۃ وان خالف الحدیث"

(بدائع الفوائد ج ٤ صـ ٣٢)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصول میں سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

قال ابن رشد المالکی "فمنہم من

اقتصر بہ علی الاحرام فقط ترجیحا لحدیث عبداللہ بن مسعود وحدیث البراء بن عازب وہو مذہب مالک لموافقۃ العمل بہ

(بدایۃ المجتہد ج ١ صـ ٩٧)

ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحرمیہ کے وقت منحصر کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا بھی کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اسی کے موافق ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع

قال الامام الترمذی وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وہو قول سفیان واہل الکوفۃ (ترمذی ج ١ صـ ٥٩)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی کے (صرف تکبیر تحرمیہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

قال الامام محمد بن نصر المروزی لا نعلم مصرا من الامصار ترکوا باجماعہم رفع الیدین عند الخفض والرفع الا اہل الکوفۃ۔ (التعلیق الممجد صـ ٩١)

امام محمدؒ بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر
کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً
سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا ہو سوائے
اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالکی فذهب اهل الکوفة
ابو حنیفة وسفیان الثوری وسائر فقهائهم
الی انه لا یرفع المصلی یدیه الا عند تکبیرة
الاحرام فقط۔ (بدایة المجتهد ج ا ص ۹۶)

ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت
سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ
نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع

ثنا ابو بکر بن عیاش قال ما رأیت فقیهاً
قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرة
الاولیٰ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ا ص ۱۵۶)

حضرت ابو بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی
فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع

قال النووی " اجمعت الامة علی
استحباب رفع الیدین عند تکبیرة الاحرام
واختلفوا فیما سواها .... واجمعوا

علی انه لا یجب شیٔ من الرفع"
(نووی شرح مسلم ج ا ص ۱۶۸)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر
تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ
میں اختلاف ہے .... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ
رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت
ہوئے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا مسنون
ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی
رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ
بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباد بن زبیرؓ وغیرہ آپؐ
سے اسی عمل کو نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے بہت
سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز
تم سب سے زیادہ یاد ہے، پھر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی، اس میں آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے
وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے واضح ہے
حضرت انسؓ کو حضور علیہ السلام نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھلایا اس میں صرف
پہلی رفع یدین کا ذکر کیا اور کسی جگہ کا نہیں۔
اسی طرح حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو
اکٹھا کیا اور فرمایا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلاتا ہوں،

چنانچہ آپ نے پوری نماز پڑھ کر دکھلائی اور پوری نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں سے کہا کہ میری تکبیر اور رکوع و سجود کو اچھی طرح سیکھ لو اور اسے یاد رکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(۳) خلفاء راشدین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(۴) عام صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابو اسحٰقؒ کا کہنا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب صحابہ اور تابعین ہی ہوں گے۔ حضرت قیس بن ابی حازمؒ جو افضل التابعین ہیں جنہوں نے حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کی زیارت کی ہے، حضرت امام شعبیؒ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور ۲ سال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیسؒ جن سے صحابہ کرام مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے مفتی تھے، حضرت اسودؓ جو سیدہ عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی ہستیوں کے شاگرد تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ ان کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام

کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اس لیے نہیں کیا۔

(۵) خیر القرون میں مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ ان تینوں جگہوں میں سے کسی جگہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا چنانچہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے عبادؒ قاضی ہیں۔ ایک صاحب محمد بن ابی یحییٰ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت عبادؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور بیچ بیچ میں رفع یدین کیا۔ حضرت عبادؒ نے جب انہیں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے ہو حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ تشریف لا کر نماز پڑھائی اور رکوع و سجود وغیرہ میں رفع یدین کیا تو حضرت میمون مکیؒ یہ دیکھ کر سیدھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچے اور ان سے جا کر تعجباً عرض کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبادؒ اور حضرت میمون مکیؒ دونوں کے طرز عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت باوجود صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی کے رفع یدین کا عمل بالکل متروک تھا ورنہ حضرت عبادؒ محمد بن ابی یحییٰ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فرماتے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر میمون مکیؒ حیرت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر یہ نہ کہتے کہ میں نے انہیں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سالمؒ کا سوال کرنا اور قاضی محارب بن دثارؒ کا یہ کہنا کہ "ماہذا" یہ کیا ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں عام صحابہ و تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے اور ان کے شاگرد اس استعجاب سے سوال نہ کرتے۔

نیز مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالکؒ قیام پذیر تھے اور آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے، آپ کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ مدینہ طیبہ میں کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا چنانچہ ابن رشد مالکیؒ کا کہنا ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے رفع یدین نہ کرنے کو اہل مدینہ کے عمل کی موافقت کی وجہ سے ہی ترجیح دی ہے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو جانتا ہی نہیں، آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے اور یہ خیر القرون کا دور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مدینہ طیبہ میں عام طور پر رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔

کوفے میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام اور ان کے سینکڑوں و ہزاروں تلامیذ و اصحاب جو صحابہ و تابعین ہی تھے سب موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

۶۔ ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام کو نماز میں

رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث سے واضح ہے نیز آپ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے۔ اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپ کا اس رفع یدین پر اظہار ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل :۔ کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وفات تک رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال و اعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پر عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی

نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفاء راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔

چوتھی دلیل :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نہایت متبع سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو رفع یدین نقل کریں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

پانچویں دلیل :- اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ جو کہ خیر القرون کے ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں ۱۹۳ھ میں وفات پائی ہے وہ فرماتے ہیں "میں نے ہرگز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو۔" مراکز اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور خیر القرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۷۔ اس بات پر اجماع امت ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع یدین کرنا صرف مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہے فرض واجب نہیں۔

لیکن مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت غرباء اہل حدیث کے امام مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں۔

"رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر دم تک کیا ہے۔" (فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۵۱)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

"نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا رسول کریم کی سنت متواترہ ہے۔" (صلاۃ النبی ص ۱۶۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنت مؤکدہ ہے۔" (صلاۃ الرسول ص ۲۳۶)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور کسی کے کہے کہلائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں۔" (صلاۃ الرسول ص ۲۴۲)

مزید رقمطراز ہیں:

"ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔" (صلاۃ الرسول ص ۲۴۳)

نور حسین صاحب گرجاکھی مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے والد لکھتے ہیں

"امام سبکی نے رفع الیدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات

بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳) سالم بن عبداللہ سے
روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت
عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت
اور عالم اور بڑے درجے والے جو کان (کان یرفع یدیہ
سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما زالت تلک
صلاتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ) لاکر ثابت کرتے ہیں
کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع جانے
اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے۔"

(قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۸-۹)

۲۔ اس حدیث کے متعلق مولوی یوسف صاحب کا ایک جھوٹ ملاحظہ فرمایئے
موصوف فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" بیہقی کی روایت میں ابن عمر سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ
کی نماز رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے (یہ حدیث صحیح
الاسناد ہے ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۶ " (حقیقت الفقہ ص ۱۹۴)

ہم نے اس حوالے کی تلاش میں ہدایہ اول ساری چھان ماری لیکن وہاں ایسے
کسی حوالہ کا نام و نشان نہیں لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جھوٹی
حدیث کو ثابت کرنے کی انتہائی مذموم کوشش ہے۔

لگے ہاتھ مولوی یوسف جے پوری صاحب کے مزید جھوٹ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں
وہ ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

" (۲۵۸) رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی
ہیں۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۹ ۔

(۲۵۱) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۱۰۲"

(حقیقت الفقہ ص ۱۹۴)

یہ دونوں حوالے ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود نہیں ہیں۔ ہم دعویٰ سے
کہتے ہیں کہ غیر مقلدین قیامت تک بھی یہ حوالے عربی ہدایہ اور شرح وقایہ
سے نکال کر نہیں دکھا سکتے۔

۳۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب کی بددیانتی ملاحظہ فرمایئے۔ ان صاحب
نے یہ کیا کہ مؤطا امام محمد سے ـــــ رکوع والے رفع یدین کی ایک حدیث نقل
کی اور باقی تمام احادیث و آثار جو ترک رفع یدین کے تھے ان سب کو چھوڑ دیا
اور کتاب میں لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ گویا امام محمدؒ جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے
شاگرد اور حنفی ہیں وہ بھی رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں چنانچہ حکیم صاحب
جلی حروف میں یہ سُرخی قائم کرکے " سرتاج احناف حضرت امام محمدؒ کا نعرۂ
حق رفع الیدین برحق " لکھتے ہیں:-

" حضرت امام محمد جو احناف کے مسلمہ امام ہیں سارا ذخیرہ حنفی مذہب
کا ان ہی کی محنت شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے آپ حضرۃ امام ابوحنیفہ
کے قابل فخر شاگرد ہیں آپ اپنی مشہور کتاب مؤطا امام محمد میں رفع
الیدین کی صحیح حدیث لائے ہیں .... دیکھا آپ نے
کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمد نے
حضورؐ کی صحیح حدیث اپنی کتاب مؤطا میں لاکر تسلیم کرلیا کہ رفع الیدین
ان کے نزدیک سنتِ صحیحہ ثابتہ ہے اب تو برادرانِ احناف کو
بھی یہ سنت اپنا لینی چاہیئے " (صلاۃ الرسول ص ۲۴۲)

حضرت امام محمدؒ کی جس کتاب کا حکیم صاحب نے حوالہ دیا ہے اسی کتاب

میں حکیم صاحب کی نقل کردہ حدیث کے کچھ بعد حضرت امام محمدؒ نے اپنا مسلک ذکر کیا ہے۔ ہم حضرت امام محمدؒ کا مسلک ان کی اسی کتاب سے نقل کر دیتے ہیں تاکہ قارئین حکیم صاحب کی دیانت و شرافت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

حضرت امام محمدؒ رقمطراز ہیں :-

" قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلوته کلما خفض وکلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوٰة فانه یرفع یدیه حذو الاذنین فی ابتداء الصلوٰة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شئ من الصلوٰة بعد ذالك و هذا كله قول ابی حنیفة "

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدہ میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے، رہا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

۴۔ غیر مقلدین حضرات یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے اکثر ائمہ رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں ایک جھوٹ یہ بولتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں :-

" امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک رفع الیدین کرنا سنت ہے گویا کہ مذاہب اربعہ میں سے تین مذہب رفع الیدین کے حامی ہیں۔ " (صلاۃ الرسول ص ۲۳۴)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک کیا ہے یہ آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں ہم دوبارہ پھر حضرت امام مالکؒ کا مسلک انہی کی زبانی ذکر کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو غیر مقلدین کی اس کذب[1] بیانی کا بھی اندازہ ہو سکے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :-

" لا اعرف رفع الیدین فی شئ من تکبیر الصلوٰة لا فی خفض و لا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰة "

(المدونة الكبرى ج ۱ ص ۶۸)

میں رفع یدین کو جانتا ہی نہیں نماز کی کسی بھی تکبیر میں، نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

غور کیجئے حضرت امام مالکؒ تو فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے سوا اور کسی جگہ رفع یدین کرنے کو جانتا ہی نہیں، اور غیر مقلدین ہیں کہ زبردستی انہیں رفع یدین کا قائل بتلا کر ائمہ اربعہ کی اکثریت کو رفع یدین کا قائل ثابت کر رہے ہیں۔

[1] حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول میں بیسیوں کذب بیانیوں اور غلط بیانیوں سے کام لیا ہے حوالجات میں قطع و برید کی ہے اور نامکمل حوالے ذکر کئے ہیں ہم اس کتاب کا جائزہ لیکر کتابی شکل میں بہت جلد عوام کے سامنے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔

ترک جلسۃ الاستراحۃ

نماز میں جلسۂ استراحت نہیں کرنا چاہیئے

۱- عن عباس او عیاش بن سهل الساعدی انه کان فی مجلس فیه ابوه وکان من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم و فی المجلس ابو هریرة و ابو حمید الساعدی و ابو اسید فذکر الحدیث و فیه ثم کبر فسجد ثم کبر فقام و لم یتورك -

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۷)

عباس یا عیاش بن سہل ساعدیؒ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوحمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہم بھی تھے انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہی تو آپ سیدھے کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔

۲- عن ابی هریرة قال کان النبی صلی الله علیه وسلم ینهض فی الصلوٰة علیٰ صدور قدمیه قال ابو عیسیٰ حدیث ابی هریرة علیه العمل عند اهل العلم یختارون

ان ینهض الرجل علیٰ صدور قدمیه الخ

(ترمذی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں دوسری، تیسری رکعت کے لیے) پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

۳- عن عبد الرحمٰن بن غنم ان ابا مالك الاشعری جمع قومه فقال یا معشر الاشعریین اجتمعوا و اجمعوا نساءکم و ابناءکم اعلمکم صلاة النبی صلی الله علیه وسلم صلی لنا بالمدینة (فذکر الحدیث بطوله وفیه) ثم قال سمع الله لمن حمده واستوی قائما ثم کبر وخرّ ساجدا ثم کبر فرفع راسه ثم کبر فسجد ثم کبر فانتهض قائما الحدیث -

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابومالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اے اشعریین کی جماعت خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور

بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلا دوں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

۴۔ عن ایوب عن ابی قلابة ان مالك بن الحويرث قال لاصحابه الا انبئكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وذالك في غير حين صلوٰة فقام ثم ركع فكبر ثم رفع راسه فقام هنية ثم سجد ثم رفع راسه هنية ثم سجد ثم رفع راسه هنية فصلى صلوٰة عمرو بن سلمة شيخنا هذا قال ايوب كان يفعل شيئا لم ارهم يفعلونه كان يقعد في الثالثة او الرابعة الحديث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۳)

حضرت ایوب سختیانیؒ حضرت ابوقلابہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرثؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتلاؤں؟

حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ یہ کوئی فرض نماز کا وقت نہ تھا، چنانچہ آپ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر آپ نے سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے غرض انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ کی طرح نماز پڑھی حضرت ایوبؒ سختیانی فرماتے ہیں کہ عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسا کام کیا کرتے تھے جو میں نے اور لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ وہ تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے۔

۵۔ عن ابی هريرة ان رجلا دخل المسجد يصلى ورسول الله صلى الله عليه وسلم في ناحية المسجد فجاء فسلم عليه فقال له ارجع فصل فانك لم تصل فرجع فصلى ثم سلم فقال وعليك ارجع فصل فانك لم تصل قال في الثالثة فاعلمني قال اذا قمت الى الصلوٰة فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر واقرأ بما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع راسك حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى

تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی
و تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن
ساجدا ثم ارفع حتی تستوی قائما
ثم افعل ذالک فی صلوتک کلها۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۸۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اُٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح ساری نماز میں کرو۔

خلفاء راشدین جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الشعبی ان عمر و علیا و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا ینھضون فی الصلوۃ علی صدور اقدامھم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن عبدۃ بن ابی لبابۃ قال سمعت عبداللہ بن یزید یقول رمقت عبداللہ بن مسعود فی الصلوۃ فرأیتہ ینھض ولا یجلس قال ینھض علی صدور قدمیہ فی الرکعۃ الاولی والثالثۃ۔

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۶ و سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۵)

عبدۃؒ بن ابی لبابۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز میں بغور دیکھا، میں نے دیکھا کہ آپ (پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے) کھڑے ہو جاتے ہیں بیٹھتے نہیں عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ آپ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے پہلی اور تیسری رکعت کے بعد۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير اذا سجد السجدة الثانية قام كما هو على صدور قدميه ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت وہب بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن نافع عن ابن عمر انه كان ينهض فى الصلوٰة على صدور قدميه ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

ثنا سليمان الاعمش قال رأيت عمارة بن عمير يصلى من قبل ابواب كندة قال فرأيته ركع ثم سجد فلما قام من السجدة الاخيرة قام كما هو فلما انصرف ذكرت ذالك له فقال حدثنى عبد الرحمن بن يزيد انه رأى عبد الله بن مسعود يقوم

على صدور قدميه فى الصلوٰة قال الاعمش فحدثت بهذا الحديث ابراهيم النخعى فقال ابراهيم حدثنى عبد الرحمن بن يزيد انه رأى عبد الله بن مسعود يفعل ذالك فحدثت به خيثمة بن عبد الرحمن فقال رأيت عبد الله بن عمر يقوم على صدور قدميه فحدثت به محمد بن عبد الله الثقفى فقال رأيت عبد الرحمن بن ابى ليلى يقوم على صدور قدميه فحدثت به عطية العوفى فقال رأيت ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابا سعيد الخدرى رضى الله عنهم يقومون على صدور اقدامهم فى الصلوٰة ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۲۵)

امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمارہؒ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اُٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوتے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے عبدالرحمٰنؒ بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؒ کہتے

ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے فرمایا
کہ مجھے بھی عبدالرحمٰنؒ بن یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں
نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے
امام اعمشؒ کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خیثمہؒ بن عبدالرحمٰن
سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن
عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے
ہوتے تھے امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن
عبداللہ ثقفیؒ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن
بن ابی لیلیٰؒ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے بل ہی کھڑے
ہوتے تھے امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عطیہ
عوفیؒ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن زبیر
اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز
میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔

عام صحابہ کرام جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن النعمان بن ابی عیاش قال
ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فکان اذا رفع رأسہ من
السجدۃ فی اول رکعۃ والثالثۃ قام کما ھو
ولو یجلس (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے بے شمار صحابہ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور تیسری
رکعت کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی
سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹھتے نہیں تھے۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن محمد بن عبد اللہ قال کان ابن ابی
لیلی ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

محمدؒ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نماز
میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن ابراھیم انہ کان یسرع فی القیام
فی الرکعۃ الاولی من آخر سجدۃ۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ پہلی رکعت کا دوسرا
سجدہ کرکے قیام میں جلدی کرتے تھے۔

عام مشائخ کا معمول تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الزھری قال کان اشیاخنا لا یمایلون
یعنی اذا رفع احدھم رأسہ من السجدۃ
الثانیۃ فی الرکعۃ الاولی والثالثۃ
ینھض کما ھو ولو یجلس
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۴)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہوجاتا تھا بیٹھتا نہ تھا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔

"فی التمہید اختلف الفقہاء فی النہوض من السجود الی القیام فقال مالک والاوزاعی والثوری وابوحنیفۃ واصحابہ ینہض علی صدور قدمیہ ولا یجلس وروی ذالک عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وقال النعمان بن ابی عیاش ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ذالک وقال ابوالزناد ذالک السنۃ وبہ قال ابن حنبل وابن راھویہ وقال احمد واکثر الاحادیث علی ھذا"

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۲۵)

تمہید میں ہے کہ سجدہ سے قیام کے لیے اٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ نمازی اپنے قدموں کے بل کھڑا ہو اور جلسۂ استراحت نہ کرے اور یہی مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے حضرت نعمان بن ابی عیاشؒ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیشمار صحابۂ کرام کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابوالزنادؒ کہتے ہیں کہ جلسۂ استراحت نہ کرنا ہی سنت ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور اسحق بن راھویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث اسی پر ہیں (کہ جلسۂ استراحت نہ کیا جائے)

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہورہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوکر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جانا مسنون ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا، آپ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہوکر سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ آپ کا یہی معمول نقل فرماتے ہیں اور حضرت ابومالک اشعریؓ اسی طریقہ سے قیام کرنے کو آپ کا طریقہ بتلاتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے شخص کو جو صحیح طرح نماز نہیں پڑھ رہا تھا، صحیح طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ جب تم اطمینان سے سجدہ کر چکو تو سجدے سے اٹھو اور سیدھے کھڑے ہوجاؤ آپ کے اس فرمان سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جلسۂ استراحت مسنون نہیں کیونکہ اگر جلسۂ استراحت مسنون ہوتا تو آپ ضرور اس شخص کو اس کے

کرنے کا حکم دیتے۔

خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے تابعین اور تبع تابعین بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسۂ استراحت کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت ایوب سختیانیؒ متوفی ۱۳۱ھ جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں جنہوں نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کو دیکھا ہے انہوں نے حضرت مالک بن حویرثؓ کی وہ حدیث جس میں ان کے جلسۂ استراحت کرنے کا ذکر ہے۔ بیان کی تو فرمایا کہ حضرت مالک بن حویرثؓ نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمۃؓ جیسی نماز پڑھی، عمرو بن سلمہؓ نماز میں ایک ایسا کام کرتے تھے جو میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ عمرو بن سلمۃؓ تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے (جلسۂ استراحت کرتے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جلسۂ استراحت کا بالکل رواج نہیں تھا ورنہ اس کے بارے میں حضرت ایوب سختیانیؒ یہ نہ فرماتے کہ میں نے یہ صحابہ و تابعین کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آج بھی حرمین شریفین کے امام جلسۂ استراحت نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اعذار کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے چنانچہ قعدہ میں عذر کی وجہ سے دو زانو

بیٹھنے کے بجائے چوکڑی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (دیکھئے بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف عذر وغیرہ کی تفریق کے بغیر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جلسۂ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے چنانچہ

نواب نور الحسن لکھتے ہیں

"وجلسۂ استراحت سنت است" (عرف الجادی ص ۳۰)

اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں

"یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے"

(رسول اکرم کی نماز ص ۸۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"ویستحب ان یجلس جلسۃ خفیفۃ بعد السجدۃ الثانیۃ"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۸۱)

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسۂ استراحت کرنا) مستحب ہے۔

ملاحظہ فرمائیے جو عمل نہ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین، ائمہ

[1] یہ حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۴۵۸ پر مذکور ہے۔

مجتہدین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم رہے۔ العیاذ باللہ

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

خالد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ

لگے ہاتھ خالد گرجاکھی صاحب کا ایک جھوٹ ملاحظہ فرماتے چلیں وہ لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۳" (صلاۃ النبی ص ۱۹۴)

ہدایہ میں کوئی ایسی بات موجود نہیں لہٰذا خالد صاحب کا اسے ہدایہ کے حوالہ سے بیان کرنا جھوٹ ہے۔

ترك الاعتماد على اليدين اذا نهض فى الصلوٰة

نماز میں سجدے سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیئے

١- عن نافع عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعتمد الرجل على يديه اذا نهض فى الصلوٰة۔

(ابوداؤد ج ١ ص ١٤٢)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

٢- عن وائل بن حجر قال رأيت النبى صلى الله عليه وسلم اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه۔ (ابوداؤد ج ١ ص ١٢٢)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

٣- عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم فذكر حديث الصلوٰة قال فلما سجد وقعتا ركبتاه الى الارض قبل ان يقعا كفاه قال همام نا شقيق حدثنى عاصم بن كليب عن ابيه عن النبى صلى الله عليه وسلم بمثل هذا وفى حديث احدهما واكبر علمى انه فى حديث محمد بن جحادة واذا نهض نهض على ركبتيه واعتمد على فخذه۔ (ابوداؤد ج ١ ص ١٣٢)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ نے سجدہ کیا تو آپ کے گھٹنے ہتھیلیوں سے پہلے زمین پر لگے، ہمام (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہمیں شقیقؒ نے اور شقیقؒ کہتے ہیں کہ مجھے عاصمؒ بن کلیب نے اپنے والد کے واسطے سے نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی کے مثل حدیث بیان کی ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور میرا زیادہ علم یہی ہے کہ وہ محمد بن جحادۃ کی حدیث ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُٹھے تو گھٹنوں کے بل پر اٹھے اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔

۴۔ عن ابی جحیفۃ عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ اذا نھض الرجل فی الرکعتین الاولیین ان لا یعتمد بیدیہ علی الارض الا ان یکون شیخا کبیرا لا یستطیع

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابوجحیفہؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اُٹھے اِلّا یہ کہ وہ بہت بوڑھا ہو جسے اس کے بغیر اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو۔

۵۔ عن الحارث عن ابراھیم انہ کان یکرہ ذالک الا ان یکون شیخا کبیرا او مریضا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اِلّا یہ کہ آدمی بہت بوڑھا ہو یا بیمار ہو۔

علامہ ابن قیمؒ حنبلی کی تحقیق

ثم کان صلی اللہ علیہ وسلم ینھض علی صدور قدمیہ ورکبتیہ معتمدا علی فخذیہ کما ذکر عنہ وائل وابو ھریرۃ ولا یعتمد علی الارض بیدیہ، الخ

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ۱ ص ۶۷)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قدموں اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اپنی رانوں پر سہارا لیتے ہوئے (جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ نے ذکر کیا ہے) اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر نہیں ٹیکتے تھے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں پہلی رکعت کے سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت سنت یہ ہے کہ زمین سے پہلے چہرہ اٹھائے پھر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر گھٹنے اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے بغیر کھڑے ہوتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے سے منع بھی فرمایا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں، عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی ہے حضرت ابراہیم نخعیؒ تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ گردانتے ہیں، ہاں اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو گیا ہو جس کے لیے زمین پر ہاتھ سے سہارا لیے

بغیر اٹھنا دشوار ہو یا کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے صحیح طرح نہ اٹھ سکتا ہو تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھ جائے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیئے ان کے ہاں عذر وغیرہ کی کوئی قید نہیں چنانچہ:

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں

"پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں"۔ (دستور المتقی ص۱۰۱)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت علیؓ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ عام صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر مقلدین اس کی پرواہ کئے بغیر اور عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوں۔

قارئین یہ ہے غیر مقلدین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

هيئة جلسة التشهدين وعدم التورك

دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک مسنون نہیں

۱۔ عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لانظرن الى صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما جلس يعني للتشهد افترش

رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعني على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى، قال ابو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم (ترمذی ج۱ ص۶۵)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب تشہد میں بیٹھے تو آپ نے بایاں پاؤں بچھا کر اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے

۲۔ عن وائل بن حجر قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قعد وتشهد فرش قدمه اليسرى على الارض وجلس عليها،

(سنن سعید بن منصور ج ص، طحاوی ج۱ ص۱۴۸)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں زمین پر بچھا لیا اور اس پر بیٹھ گئے۔

۳۔ عن رفاعة بن رافع ان النبي صلى الله عليه وسلم قال للاعرابي اذا سجدت فمكن بسجودك

فاذا جلست فاجلس علی رجلك الیسری

(مسند احمد بن حنبل ج ص ، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ص ابن حبان ج ص بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۲)

حضرت رفاعہ بن رافع رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعرابی سے کہا کہ جب تو سجدہ کرے تو اچھی طرح سجدہ کر اور جب (تشہد میں) بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔

۴- عن عبد اللہ وھو بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنی واستقبالہ باصابعھا القبلۃ والجلوس علی الیسری۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت عبد اللہ اپنے والد عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

۵- عن عائشۃ (رضی اللہ عنہا) قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح الصلوٰۃ بالتکبیر والقراءۃ بالحمد للہ رب العلمین وکان اذا رکع لم یشخص رأسہ ولم یصوبہ وکان بین ذالك وکان اذا رفع رأسہ من الرکوع لم یسجد حتی یستوی قائما وکان اذا رفع رأسہ من السجدۃ لم یسجد

حتی یستوی جالسا وکان یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفرش رجلہ الیسری وینصب رجلہ الیمنی وکان ینھی عن عقبۃ الشیطان وینھی ان یفترش الرجل ذراعیہ افتراش السبع وکان یختم الصلوٰۃ بالتسلیم۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قراءت الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔ دونوں کے درمیان رکھتے تھے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے) سجدے میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور آپ بایاں پاؤں بچھا دیتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں بازوؤں کو درندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

۶- عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الاقعاء والتورك فی الصلوٰۃ

(سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

۷- عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاقعاء والتورك فی الصلوٰۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

۸- عن سمرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التورك والاقعاء الحدیث۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تورک اور اقعاء سے منع فرمایا ہے۔

۹- عن عبد اللہ بن عبد اللہ انہ اخبرہ انہ کان یری عبد اللہ بن عمر یتربع فی الصلوٰۃ اذا جلس ففعلتہ وانا یومئذ حدیث السن فنہانی عبد اللہ بن عمر وقال انما سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب رجلك الیمنی وتثنی الیسری فقلت انك تفعل ذالك فقال ان رجلای لا تحملانی، (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے

تو چوکڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نوعمر تھا میں بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس طرح کرتے ہیں (چوکڑی مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں میرا بار نہیں اٹھا پاتے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا عام معمول یہی تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں اور پہلے دوسرے قعدہ کا کوئی فرق ذکر نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو کسی فرق کے بغیر اسی طرح بیٹھنے کا حکم بھی دیا ہے، گویا آپ کے قول وفعل دونوں سے اسی طرح بیٹھنا سنت ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح بیٹھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں اور صرف یہی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرح بیٹھنے سے منع بھی فرمایا ہے، ان تمام امور سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں دونوں قعدوں میں دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی مسنون ہے الا یہ کہ کوئی تکلیف یا عذر ہو تو دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے جب اُن سے اس بارے میں کہا گیا تو فرمایا کہ میں عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول سے ہٹ کر کسی وقت دوسری حالت پر بیٹھنا بھی عذر پر محمول ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و تصریحات کے خلاف غیر مقلدین پہلے اور دوسرے قعدہ میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدۂ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے البتہ دوسرے قعدہ میں تورک کیا جائے عذر ہو یا نہ ہو اور تورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"جب آخیر کی رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھیں (اسکو تورک کہتے ہیں)"

(دستور المتقی ص ۱۰۲)

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔

"آخری تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولہے پر بیٹھے۔" (رسول اکرم کی نماز ص ۸۵)

صادق سیالکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"نوٹ:- بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیئے۔" (صلوٰۃ الرسول ص ۲۷۴)

ملاحظہ فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلا تفریق دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف طور پر تورک وغیرہ سے منع بھی فرما رہے ہیں لیکن غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں اور جس طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اُسے ضرور کرنا چاہیئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قارئین کرام سوچیئے کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك الزيادة على التشهد فى القعدة الاولىٰ

پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے

۱- عن عبد الله بن مسعود قال كان النبى صلى الله عليه وسلم فى الركعتين كانه على الرضف قلت حتى يقوم قال ذالك يريد،

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (تین یا چار رکعت والی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر ایسا بیٹھتے گویا جلتے توے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت جلد اُٹھ جاتے تھے۔ ابو عبیدہؒ حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے کہا (تیسری رکعت کے لیے) کھڑے ہونے کی وجہ سے، تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

۲- نا سعد بن ابراھیم قال سمعت ابا عبیدة

بن عبد اللہ بن مسعود یحدث عن ابیہ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس
فی الرکعتین الاولیین کانہ علی الرضف
قال شعبۃ ثم حرک سعد شفتیہ
بشیئ فاقول حتی یقوم فیقول حتی یقوم
قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن الا ان ابا
عبیدۃ لم یسمع من ابیہ والعمل علی
ھذا عند اھل العلم یختارون ان لا یطیل
الرجل القعود فی الرکعتین الاولیین ولا یزید
علی التشھد شیئا فی الرکعتین الاولیین وقالوا
ان زاد علی التشھد فعلیہ سجدتا السھو
ھکذا روی عن الشعبی وغیرہ ۔

(ترمذی ج ا صـ۸۵)

حضرت سعدؒ بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبیدہؒ بن عبد اللہ
بن مسعودؓ کو سُنا وہ اپنے والد سے نقل کر رہے تھے کہ انہوں
نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں کے بعد
بیٹھتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے آپ جلتے توے پر بیٹھے ہوں
امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ پھر سعد نے اپنے لبوں کو کوئی بات
کر کے ہلایا میں تو یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا کہ پھر آپ
کھڑے ہو جاتے تھے ، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن
ہے الا یہ کہ ابوعبیدہؒ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا ، اور

اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے یہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ
آدمی نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو دراز کرے اور نہ ہی تشہد
پر کسی قسم کا اضافہ کرے ان کا کہنا ہے کہ اگر تشہد پہ اضافہ کیا
تو سجدہ سہو لازم آجائے گا ۔ چنانچہ امام شعبیؒ وغیرہ سے ایسے
ہی مروی ہے ۔

۳۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال علمنی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم التشھد فی وسط الصلوۃ و فی
آخرھا .... قال فکان یقول اذا جلس فی وسط الصلوۃ
و فی آخرھا علی ورکہ الیسری التحیات للہ والصلوات
والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا
عبدہ ورسولہ قال ثم ان کان فی وسط
الصلوۃ نھض حین یفرغ من تشھدہ وان کان
فی آخرھا دعا بعد تشھدہ بما شاء اللہ
ان یدعو ثم یسلم ۔

(مسند امام احمد ج ا صـ۴۵۹ ، صحیح ابن خزیمہ ج ا صـ۳۵۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد سکھلایا نماز کے درمیانی اور آخری قعدہ
میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے درمیانی
اور آخری قعدہ میں بائیں کولہے پر بیٹھتے تو پڑھتے تھے ، التحیات

لله والصلوٰة والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پھر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیانی قعدہ میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور اگر آخری قعدہ میں ہوتے تو تشہد کے بعد اللہ کو جو منظور ہوتا وہ دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے۔[۱۲]

۴۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا یزید فی الركعتین علی التشهد

(مسند ابی یعلیٰ ج ۷ ص ۳۳۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

۵۔ عن تمیم بن سلمة قال كان ابو بكر اذا جلس فی الركعتین كانه علی الرضف یعنی حتی یقوم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۹۵)

حضرت تمیمؒ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو ایسے لگتا جیسے جلتے توے پر بیٹھے ہوں مطلب یہ ہے کہ آپ (جلدی) کھڑے ہو جاتے۔

۶۔ عن الحسن انه كان یقول لا یزید فی الركعتین الاولیین علی التشهد (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۹۶)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ کرے۔

۷۔ عن الشعبی قال من زاد فی الركعتین الاولیین علی التشهد فعلیه سجدتا سهو۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۹۶)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی کی اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جانا چاہیئے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا آپ تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور پہلا قعدہ دوسرے قعدہ کی نسبت بہت ہی معمولی سا کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہ کرام کہتے ہیں ایسے لگتا تھا جیسا کہ آپ جلتے توے یا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں یا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔

خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل بھی یہی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے بقول عام اہل علم کا عمل بھی اسی پر ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔ امام شعبیؒ یہ فتوے دیتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ

الدعاء الاجتماعی بعد المکتوبة

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے

١- عن ابی امامة قال قیل یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوٰت المکتوبات (ترمذی ج ٢ ص ١٨٨)

حضرت ابوامامة رضی الله عنه فرماتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے۔

٢- عن علی بن ابی طالب قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال اللهم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت، (ابوداود ج ١ ص ٢١٢)

حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی علیه الصلوٰة والسلام جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔

٣- عن البراء انه صلی الله علیه وسلم کان یقول بعد الصلوٰة رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك (مسلم ج ص بحواله نیل الاوطار ج ٢ ص ٣٢١)

حضرت براء رضی الله عنه سے روایت ہے کہ نبی علیه الصلوٰة والسلام نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے "رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ"

٤- عن ام سلمة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول اذا صلی الصبح حین یسلم اللهم انی اسئلك علما نافعا ورزقا طیبا وعملا متقبلا۔ (مسند امام احمد ج ٦ ص ٣٠٥، ابن ماجه ص ٦٦)

حضرت ام سلمہ رضی الله عنها سے مروی ہے کہ نبی علیه الصلوٰة والسلام جب صبح کی نماز پڑھتے تو سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا

٥- عن معاذ بن جبل رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له اوصیك یا معاذ لا تدعن دبر کل صلوٰة ان تقول اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك (مسند احمد ج ٥ ص ٢٤٧، ابوداود ج ١ ص ٢١٣، نسائی ج ١ ص ١٩٢)

حضرت معاذ بن جبل رضی الله عنه سے مروی ہے کہ رسول الله

حضور میں اس طرح سے ہاتھ اُٹھا کر کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں دُعا کرے اور کہے یارب یارب جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے۔

۱۰۔ حدثنا محمد بن یحیی الاسلمی قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منہا قال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوتہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ص بحوالہ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ لمحمد بن عبدالرحمن الزبیدی صـ۲۲)

محمد بن یحیی اسلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا اس حال میں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھائے دُعا مانگ رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو لیتے تھے۔

۱۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللّٰھم الٰھی و الٰہ ابراہیم واسحٰق و یعقوب

والہ جبریل ومیکائیل واسرافیل علیہم السلام اسألک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عز وجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صـ۴۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دُعا مانگتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَسْأَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمُنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلًی وَتَنَالُنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِیْ عَنِّیْ الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ ، تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

۱۲۔ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث

(سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ مع جزء رفع الیدین للبخاریؒ صـ۲۳۲)

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو مُڑ کر دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دُعا مانگی۔

۱۳- عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رفع یده بعد ما سلم و هو مستقبل القبلة فقال اللّٰهم خلّص الولید بن الولید وعیاش بن ربیعة و سلمة بن هشام وضعفة المسلمین الذین لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا من ایدی الکفار

(تفسیر القرآن العظیم لحافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رُو ہو کر یہ دعا مانگی، اے اللہ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما۔

۱۴- عبدالعزیز بن ابی رواد قال حدثنی علقمة بن مرثد واسماعیل بن امیة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من صلوٰته رفع یدیه وضمهما وقال رب اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی

انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت لک الملک ولک الحمد۔

(کتاب الزہد والرقائق للامام عبداللہ بن المبارک ص ۴۰۵)

عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ مجھ سے علقمہ بن مرثد اور اسماعیل بن امیہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر ملاتے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَکَ الْمُلْکُ وَلَکَ الْحَمْدُ

ذکر ابن الکثیر فی قصة علاء بن الحضرمیؓ

" ونودی بصلاة الصبح حین طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوٰة جثا علی رکبتیه وجثا الناس و نصب فی الدعاء ورفع یدیه وفعل الناس مثله الخ

(البدایة والنهایة ج ۶ ص ۳۲۸)

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب صبح صادق ہوگئی تو فجر کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔ آپ نے لوگوں (صحابہ وتابعین) کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ دوزانو بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے لگے، لوگوں نے بھی آپ ہی کی طرح کیا۔

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے درجہ ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد خود بھی دُعا مانگتے

تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

(۳) دُعا کے آداب میں سے ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا کی جائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت اسود عامریؒ والد اور علقمہ بن مرثدؒ کی مروی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۵) حضرت فضل بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صحابہ کرام کو بھی فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ہی دعا مانگنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۶) حضرت علاء بن حضرمیؓ کے واقعہ میں صراحت ہے کہ انہوں نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کروائی اور صحابہ و تابعین نے آپ کے ساتھ مل کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔

ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے اور صحابہ کرام کو آپ نے ترغیب بھی دی ہے تو لازماً جب آپ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے ہونگے تو صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر ہی دعا مانگتے ہوں گے کیونکہ صحابہ کرام سے بعید ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے ہوں اور وہ یونہی بیٹھے رہیں۔

انہی احادیث و آثار نیز امت کے توارث کے پیش نظر فقہائے کرام نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دُعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین فرض

نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے کوئی اسے بدعت و حرام قرار دے کر ختم کرواتا ہے کوئی رسم اور تقیہ کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں۔

" قصہ مختصر، مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسولؐ یا اسوۂ رسولؐ میں، خلفائے راشدین کی سیرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دُعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

(فتاوی برکاتیہ ص ۹۸)

مزید لکھتے ہیں۔

" استاذ الاساتذہ شیخنا المکرم محدث گوندلویؒ نے اپنی زیر نگرانی تین مساجد ٹاہلی والی مسجد، مسلم مسجد نوشہرہ روڈ اور جامعہ اسلامیہ حافظ آباد روڈ میں اس بدعت کو ختم کرایا، اگر بالفرض کسی نے اس طرح دعا کی تو پوچھا یہ کہاں ہے؟ مجھے گوجرانوالہ آئے ہوئے اڑتیس سال ہو رہے ہیں اس وقت سے لے کر ان کی وفات تک کسی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے انکو نہیں دیکھا۔

(فتاوی برکاتیہ ص ۹۶)

ایک غیر مقلد محمد ابو عبدالسلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دُعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے

"فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت وحرام ہے"۔

راقم الحروف نے دیوبندیوں کی ایک مسجد میں عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ امام صاحب نے جونہی سلام پھیرا ایک عمر رسیدہ غیر مقلد شخص کھڑے ہوئے اور یہ شور ڈالنے لگے کہ نماز کے بعد دعا کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ منع ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔ مزید یہ کہ اس پر اسلاف کا تعامل و توارث بھی موجود ہے جو بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر مقلد اس عمل کو رسم، تقیہ، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ بتلائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور اسلاف کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت وحرام قرار دینا کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ آیا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الفرق بين صلوٰة الرجل والمرأة

عورت ومرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

۱۔ عن وائل بن حجر قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك والمرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

۲۔ عن عبد ربه بن سلیمان بن عمیر قال رأیت ام الدرداء ترفع یدیها فی الصلوٰة حذو منکبیها۔ (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص۷)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

۳۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء تشیر المرأة بیدیها بالتکبیر کالرجل قال لا ترفع بذلك

يديها كالرجل واشار فخفض يديه جدا
وجمعهما اليه جدا وقال ان للمرأة هيئة
ليست للرجل، الحديث (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے کہا
کہ کیا عورت تکبیر تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع
یدین) کرے گی۔ آپ نے فرمایا عورت تکبیر کہتے وقت مرد
کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں
ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا
عورت کی (نماز میں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

۴۔ عن يزيد بن ابی حبيب انه صلى الله عليه وسلم
مَرّ على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما
فضمّا بعض اللحم الى الارض فان المرأة
فى ذالك ليست كالرجل۔

(مراسیل ابی داؤد ص۸، سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ
نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا
کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے

۵۔ عن ابن عمر رضى الله عنه مرفوعًا اذا جلست
المرأة فى الصلوٰة وضعت فخذها على فخذها
الاخرى فاذا سجدت الصقت بطنها فى فخذيها

كاستر ما يكون لها وان الله تعالى ينظر اليها
ويقول يا ملائكتى اشهدكم انى قد غفرت لها،
(کنز العمال ج ۷، ص ۵۴۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی
ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے
پیٹ کو رانوں سے چپکالے اس طرح کہ اس کے لیے زیادہ سے
زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت)
فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں
اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

۶۔ عن ابی اسحٰق عن الحارث عن على رضى الله
عنه وارضاه قال اذا سجدت المرأة فلتحتفز
ولتضم فخذيها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۹، سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور
اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

۷۔ عن ابن عباس انه سئل عن صلوٰة المرأة
فقال تجتمع وتحتفز، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال
ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

۸۔ عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذيها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافى كما يجافى الرجل، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ صفحہ ۲۷۰، بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

۹۔ عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل بطنه على فخذيه اذا سجد كما تضع المرأة،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۷۰)

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے

۱۰۔ عن ابن عمر انه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كن يتربعن ثم امرن ان يحتفزن

(يعني يستوين جالسات على اوراكهن)

(جامع المسانید ج ۱ ص ۴۰۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چہار زانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔

۱۱۔ عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال التسبيح للرجال والتصفيق للنساء،

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ ص ۱۸۰، ترمذی ج ۱ ص ۸۵)

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے۔

۱۲۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلوٰة الحائض الا بخمار

(ترمذی ج ۱ ص ۸۶، ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

قال الامام عبد الحی اللکھنوی" واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع اليدين على الصدر" (السعایۃ ج ۲ ص ۱۵۶)

حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ فرماتے ہیں رہا ہاتھ باندھنے کا معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

قال الامام ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی الحنفیؒ "والمرأة ترفع يديها حذاء منكبيها هو الصحيح لانه استر لها وقال ايضا والمرأة تنخفض

فی سجودها وتلزق بطنها بفخذيها
لان ذالك استر لها (ہدایہ ج ۱ ص [illegible] و ص [illegible])

امام ابوالحسن علی بن ابوبکرؒ فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں تک اٹھائے یہی صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

قال الامام ابوزید القیروانی المالکیؒ:

" وهی فی هیأة الصلوٰة مثله غير انها تنضم ولا تفرج فخذيها ولا عضديها فتكون منضمة منزوية فی جلوسها وسجودها"

(الرسالہ ص [illegible] بحوالہ نصب العمود ص ۵۰)

امام ابوزید قیروانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد ہی کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔

(قال الشافعیؒ) "وقد ادب الله تعالیٰ النساء بالاستتار وادبهن بذالك رسوله صلی الله عليه وسلم واحب للمرأة فی السجود ان تضم بعضها الی بعض وتلصق بطنها بفخذيها وتسجد كاستر ما يكون لها وهكذا احب لها فی الركوع والجلوس وجميع الصلوٰة ان تكون فيها كاستر ما يكون لها"

(کتاب الام ج ۱ ص [illegible])

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے لہٰذا عورتوں کے لیے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکالیں اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان کے لیے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔

(قال الامام الخرقی الحنبلیؒ)

" والرجل والمرأة فی ذالك سواء الا ان المرأة تجمع نفسها فی الركوع والسجود وتجلس متربعة او تسدل رجليها فتجعلها فی جانب يمينها (قال الشارح ابن قدامة الحنبلیؒ) الاصل ان يثبت فی حق المرأة من احكام الصلوٰة ما ثبت للرجال لان الخطاب يشملها غير انها خالفته فی ترك التجافی لانها عورة فاستحب لها جمع نفسه ليكون استر لها فانه لا يؤمن ان

یبدو منها شئ حال التجافی و ذالک فی
الافتراش قال احمد والسدل اعجب الی
واختاره الخلال"۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۵۶۲)

امام خرقی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت اس میں برابر ہیں سوائے
اس کے کہ عورت رکوع و سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے
(سکیڑے) پھر یا تو چہار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں
کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلیؒ اس کی شرح میں
فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی
احکام ثابت ہوں جو مرد کے لیے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں
کو شامل ہے بایں ہمہ عورت مرد کی مخالفت کرے گی ترک
تجافی میں (یعنی عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں
رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہٰذا اس
کے لیے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ اس
کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت
کے لیے رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے
کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے ـــــ امام احمدؒ فرماتے
ہیں مجھے عورت کے لیے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں
جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اسی کو خلال نے اختیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث و آثار، اجماع امت اور فقہاء کرام کے اقوال سے
ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے

(۱) مرد تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے

اور عورتیں کندھوں تک جیسا کہ حدیث نمبر۱، نمبر۲، نمبر۳ سے واضح ہے۔
مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہریؒ، مکہ مکرمۃ میں حضرت عطاءؒ اور کوفہ
میں حضرت حمادؒ یہی فتویٰ دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ
اٹھائے) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

(۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتیں سینہ پر۔
مردوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا احادیث سے اور عورتوں کا سینے پر
ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ
کے بیان سے واضح ہے

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں
گے اور عورتیں ملا کر عہ جیسا کہ احادیث نمبر۴، ۵، ۶ سے واضح ہے۔

(۴) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور
دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال
کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(۵) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں
کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب
میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں پر بیٹھیں گی۔

(۶) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام
کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت
پر مار کر متنبہ کریں گی جیسا کہ حدیث ۱۳ سے واضح ہے۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر ہرگز

عہ اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں تجافی کہتے ہیں۔

۶- عن ابراھیم انه کره ان یؤم الغلام حتی یحتلم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ لڑکا امامت کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۷- عن عطاء قال لا یؤم الغلام الذی لم یحتلم

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا جو بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے۔

۸- عن الشعبی قال لا یؤم الغلام حتی یحتلم،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۹- عن مجاهد قال لا یؤم غلام حتی یحتلم،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۱۰- عن ابن جریج قال اخبرنی ابراھیم ان عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز اخبره ان محمد بن ابی سوید اقامه للناس وهو غلام بالطائف فی شهر رمضان یؤمهم فکتب بذالك الی عمر یبشره فغضب عمر وکتب الیه ما کان ینبغی لك ان تقدم للناس غلاما لم تجب علیه الحدود،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم نے بتلایا کہ انہیں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیزؒ نے بتلایا ہے کہ انہوں نے طائف میں ماہِ رمضان میں محمد بن ابی سوید کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے لوگوں کی امامت کے لیے کھڑا کیا پھر یہ قصّہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خوشخبری سنانے کے لیے لکھ بھیجا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ناراض ہوئے اور انہیں لکھا کہ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم لوگوں کی امامت کے لیے ایسے لڑکے کو آگے کرو جس پر ابھی حدود واجب نہیں ہوئیں۔

ولا یصح ائتمام البالغ بالصبی فی الفرض نص علیه احمد وهو قول ابن مسعود وابن عباس وبه قال عطاء ومجاهد والشعبی ومالك والثوری والاوزاعی وابوحنیفه، (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۲۲۸)

اور صحیح نہیں ہے نابالغ کی اقتدار کرنا بالغ کو فرض میں امام احمدؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اور اسی کا قول کیا ہے حضرت عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نابالغ کا بالغوں کے لیے امام بننا جائز نہیں اور نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز صحیح نہیں، خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دونوں نابالغ کو امامت کرانے سے منع فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی نابالغ کو بالغ ہونے سے پہلے امامت کرانے سے

روک رہے ہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ نابالغ کے
پیچھے نماز نہیں ہوتی ورنہ ان حضرات کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟
جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو ایک موقعہ پر بطور خوشخبری بتایا گیا کہ فلاں جگہ رمضان
میں نابالغ نے امامت کرائی ہے تو بجائے خوش ہونے کے ناراض ہوئے
اور فرمایا تمہیں زیب نہیں دیتا کہ بالغوں کی امامت کے لیے کسی نابالغ کو آگے
کرو۔ مراکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالکؒ نابالغ کی امامت
کے قائل نہیں۔ مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا فتویٰ ہے
کہ نابالغ امامت نہ کرائے، کوفہ کے امام حضرت امام شعبیؒ کا فتویٰ ہے کہ
نابالغ امامت نہ کرائے، شام کے امام حضرت امام اوزاعیؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ
امامت نہ کرائے۔ ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک حضرت
امام احمد رحمہم اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے اس کے پیچھے
نماز نہیں ہوتی۔

لیکن ان تمام آثار صحابہ و تابعین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
نابالغ کی امامت جائز ہے اور وہ بالغوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے
اور بلوغت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں

"وصحیح ست امامت طفل نابالغ و نیست دلیل بر اعتبار بلوغ"

(عرف الجادی ص ۳۷)

نابالغ بچے کی امامت صحیح ہے اور بلوغت کے اعتبار کرنے پر
کوئی دلیل نہیں ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"جوان اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے
تو جائز ہے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو"

(دستور المتقی ص ۱۲۷)

ملاحظہ فرمائیے، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، عظام اور ائمہ مجتہدین
فرما رہے ہیں کہ نابالغ لڑکا بالغ ہونے تک امام نہ بنے، اس کی امامت
صحیح نہیں اور غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے۔ غیر مقلدین
کی حدیث دانی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ نہیں اس بات پر کہ امام کے لیے بالغ
ہونا ضروری ہے کوئی دلیل نہیں ملی، کیا حضرت عمر فاروقؓ کا قول دلیل نہیں جن کی اقتدا کا
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کیا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول
دلیل نہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ
ابن ام عبد جو تمہیں دیں وہ لے لو کیا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول دلیل
نہیں جو ترجمان القرآن ہیں؟ کیا جلیل القدر تابعین و تبع تابعین کے اقوال
دلیل نہیں جو خیر القرون کے اصحاب علم و فضل ہیں۔؟

بلاشبہ ان سب کے اقوال دلیل و حجت ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے
جو اقوال صحابہ و تابعین کو حجت مانتے ہیں۔ غیر مقلدین چونکہ اقوال صحابہ
کو حجت ہی نہیں مانتے اس لیے ان کے نزدیک صحابہ و تابعین کے اقوال
دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کون الامام خیارًا

امام بہترین شخص ہونا چاہیئے

۱۔ عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی و کان بدریًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم۔
(معجم طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۲۶۹)

حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی جو بدری صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیئے کہ تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان۔

۲۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم (سنن کبری بیہقی ج ۳ ص ۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو بناؤ کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا تؤمن امرأۃ

رجلا ولا یؤم اعرابی مھاجرا ولا یؤم فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطان یخاف سیفہ و سوطہ
(ابن ماجہ ص ۷۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ فاجر (بدکار بدعتی) مومن کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے یا تلوار کا۔

(قال) کان مالک یقول اذا علمت ان الامام من اھل الاھواء فلا تصل خلفہ ولا تصل خلف احد من اھل الاھواء (قلت) فسألتہ عن الحروریۃ قال ما اختلف یومئذ عندی ان الحروریۃ و غیرھم سواء۔
(المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۸۳)

ابن القاسمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں یہ علم ہو جائے کہ امام اہل اہواء میں سے ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، اور اہل اہواء میں سے کسی کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھو۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے خوارج کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اختلاف ہوا اس دن میرے نزدیک اس مسئلہ میں کہ خوارج وغیرہ سب برابر ہیں (ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے)۔

وقد روی عن احمد انہ لا یصلی خلف مبتدع
بحال قال فی روایۃ ابی الحارث لا یصلی
خلف مرجئ ولا رافضی ولا فاسق الا ان
یخافھم فیصلی ثم یعید ،

(المغنی لابن قدامہ مترجم ۲ ص۱۸۶)

امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کسی بھی بدعتی کے پیچھے کسی حال میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے، ابو الحارث کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کسی بھی مرجئی، رافضی اور فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ہاں اگر ان سے خوف ہو تو پڑھ کر لوٹائی جائے

مذکورہ احادیثِ مبارکہ اور اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھانے کے لیے امام بہتر سے بہتر شخص کو بنانا چاہیئے جس کے عقائد بھی صحیح ہوں اور اعمال بھی درست ہوں۔

امام مالکؒ اہل اہواء (بدعتی وغیرہ نفسانی خواہشات کے پیروکار) اور خارجیوں وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ نہ تو خود کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی بدعتی، مرجئی، رافضی اور فاسق (معلن) کے پیچھے نماز جائز سمجھتے تھے بلکہ آپ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر کوئی ان کے پیچھے کسی مجبوری کے تحت پڑھ لے تو نماز لوٹائے۔

لیکن مذکورہ احادیث و اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

" فتجوز امامۃ الرافضی والخارجی والمعتزلی

والمقلد"۔ (نزل الابرار ج ۱ ص۹)

رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلد کی امامت جائز ہے۔

ایک دوسرے مقام پر موصوف رقمطراز ہیں۔

" مترجم کہتا ہے کہ اہل حدیث نے خوارج اور روافض وغیرہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی اور اس لیے ان کے پیچھے نماز میں اقتداء صحیح رکھی"۔ (لغات الحدیث کتاب دال ص۸۹)

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں۔

" بعض لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ چونکہ مرزائی وغیرہ فرقوں کے اعتقادات اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کو کفر لازم آتا ہے بلکہ علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے اس لیے ان کی تو اپنی نماز جائز نہیں پھر ان کے پیچھے ہماری نماز کیوں کر ہو گی دراصل یہی ایک سوال ہے جس نے مسلمانوں کو اس حد تک پہنچایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خدا کے حضور میں کھڑے نہیں ہو سکتے، اسی طرح بعض لوگ میرے اس فتوے سے کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے (ناقل) یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے جب نماز ہو گی تو ان کے فتوائے کفر میں بھی تخفیف آجائے گی، اس لیے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جوازِ اقتداء سے نہیں ان کے اعتقادات کا مصحح ہوں نہ ان کے فتوے میں تخفیف ہوتی ہے میں ارکانِ صلوٰۃ میں امام اور مقتدی کا ربط مانتا ہوں مگر قبولیت اور عدمِ قبولیت میں ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں سمجھتا اس لیے جو شخص نماز کو فرض جان کر ارکانِ نماز ادا کرتا ہے اس کے پیچھے اقتداء

کرنا میں جائز جانتا ہوں گو اعتقادی فتور کی وجہ سے امام کی نماز قبول
نہ ہو تاہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔"

(اخبار اہلحدیث مورخہ ۹ صفر ۱۳۳۶ھ بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۱۸۹)

موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

"میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء (نماز میں)
جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۲- اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ فتویٰ امام ربانی ص ۵)

ملاحظہ فرمائیے :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے میں سے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ نیز فرما رہے ہیں کہ امام چونکہ تمہارے اور خدا کے درمیان تمہارا نمائندہ ہوتا ہے اس لیے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ اور آپ فاجر شخص کو جو صرف عملی خرابی کا مرتکب ہے اسے امامت کرانے سے منع فرما رہے ہیں۔

حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اہل اہواء و اہل بدعت، خوارج، فاسق وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے سختی سے منع فرماتے ہیں لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے فقیہ اور شیخ الاسلام فرما رہے ہیں کہ رافضی، خارجی، معتزلی، شیعہ، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے، غور فرمائیے رافضی، خارجی، مرزائی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر غیر مقلدین کے یہاں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

اذا ام قوما وهو جنب او محدث یعید و یعیدون

جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام جنبی یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں

۱- حدثنی ابو غالب انه سمع ابا امامة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰، معجم طبرانی کبیر ج ص)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

۲- عن علی بن ابی طالب قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فانصرف ثم جاء وراسه یقطر ماء فصلی بنا ثم قال انی صلیت بکم آنفا وانا جنب فمن اصابه مثل الذی اصابنی او وجد رزا فی بطنه فلیصنع مثل ما صنعت، (مسند احمد ج ۱ ص ۹۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی (دوران نماز) آپ چلے گئے پھر آپ واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، آپ نے ہمیں پھر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے تمہیں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی تھی جس شخص کو وہی صورت پیش آئے جو مجھے پیش آئی یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی گڑبڑ پائے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔

۳- عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی الصلوٰۃ فلما کبر انصرف واومأ الیھم ای کما انتم ثم خرج ثم جاء ورأسہ یقطر فصلی بھم فلما انصرف قال انی کنت جنبا فنسیت ان اغتسل۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے جب آپ تکبیر کہہ چکے تو آپ نے رُخ پھیر کر لوگوں سے کہا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو پھر آپ نکل کر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے آکر نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں جنبی تھا غسل کرنا بھول گیا تھا۔

۴- عن ابی ھریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصلوٰۃ وکبر ثم اشار الیھم فمکثوا ثم انطلق فاغتسل وکان رأسہ یقطر ماءً فصلی بھم فلما انصرف قال انی خرجت الیکم جنبا وانی نسیت حتی قمت فی الصلوٰۃ۔

(ابن ماجہ ص ۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے آپ نے تکبیر کہی پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ ٹھہر گئے آپ تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی

ٹپک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں چلا آیا اور نہانا بھول گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

۵- عن ابی جعفر ان علیا صلی بالناس وھو جنب او علی غیر وضوء فاعاد وامرھم ان یعیدوا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۵۰)

حضرت ابوجعفرؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حالتِ جنابت میں یا بغیر وضوء کے نماز پڑھا دی، آپ نے وہ نماز خود بھی لوٹائی اور لوگوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔

۶- عن عمرو بن دینار ان علی بن ابی طالب قال فی الرجل یصلی بالقوم جنبا قال یعید ویعیدون۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد ص ۳۱)

حضرت عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور لوگ بھی نماز لوٹائیں۔

۷- عن ھمام بن الحارث ان عمر نسی القرأۃ فی صلوٰۃ المغرب فاعاد بھم الصلوٰۃ۔

(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت ہمام بن حارثؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے قرأت کرنی بھول گئے تو آپ نے

لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

۸- عن ابراھیم قال اذا فسدت صلوٰۃ الامام فسدت صلوٰۃ من خلفہ (کتاب الآثار ص۳۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۹- عن الثوری قال سمعت حمادا یقول اذا فسدت صلوٰۃ الامام فسدت صلوٰۃ القوم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۳۵۰)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمادؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔

۱۰- عن عطاء بن ابی رباح فی رجل یصلی باصحابہ علیٰ غیر وضوء قال یعیدو یعیدون،

(کتاب الآثار ص۳۱)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جو مقتدیوں کو بغیر وضوء کے نماز پڑھادے یہ ارشاد فرمایا کہ امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔

۱۱- عن یونس عن ابن سیرین قال سألتہ فقال اعد الصلوٰۃ واخبر اصحابك انك صليت بهم وانت علیٰ غير طهارة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۴۵)

حضرت یونسؒ حضرت علامہ ابن سیرینؒ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے (بغیر طہارۃ کے نماز پڑھادینے

کے متعلق) سوال کیا تو آپ نے فرمایا تم بھی نماز لوٹاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بتلادو کہ تم نے انہیں بغیر طہارۃ کے نماز پڑھادی تھی

۱۲- عن الشعبی قال یعیدو یعیدون

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۳۵۰)

حضرت امام شعبیؒ (ایسے شخص کے بارے میں جو بغیر طہارۃ کے نماز پڑھائے) فرماتے ہیں کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور مقتدی بھی نماز لوٹائیں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کی نماز کے فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا اگر کوئی بھولے سے بغیر وضوء کے یا بغیر غسل کے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ خود بھی اپنی نماز لوٹائے اور جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہیں بھی نماز لوٹانے کا حکم دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر اس کی نماز صحیح ہوگی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہوگی اور اگر اس کی فاسد تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہوگی۔ دوسرے آپ کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ بھولے سے جنابت کی حالت میں نماز پڑھانے لگے دوران نماز آپ کو یاد آیا تو آپ نماز توڑ کر نہانے تشریف لے گئے اور واپس آکر صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ایسا ہی ایک واقعہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پیش آیا، آپ نے خود بھی نماز لوٹائی اور مقتدیوں کو بھی نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں قراءۃ کرنی بھول گئے بعد میں آپ کو علم ہوا تو آپ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی

ہے۔ اگر صرف امام کی نماز فاسد ہوتی اور مقتدیوں کی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین فقط اپنی نماز لوٹا لیتے اور مقتدیوں کو دوبارہ نماز نہ پڑھاتے ان سے کہہ دیتے کہ تمہاری نماز ہو گئی ہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو بطور قاعدہ کے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسی ہی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

جلیل القدر تابعین حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت امام حمادؒ دونوں فرماتے ہیں کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، حضرت امام شعبیؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، امام ابن سیرینؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر امام حالت جنابت یا بغیر وضوء کے نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے۔ مقتدیوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو یہ بتائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں

" واذا ظهر حدث امامه او مفسد آخر في رأي المقتدي اعاد الامام صلوته ولا يعيد المقتدي ولا يلزم على الامام اخبار القوم اذا امهم و هو محدث او جنب او فاقد شرط "

(نزل الابرار ج ۱ ص [illegible])

اور جب ظاہر ہو جائے امام کا بے وضو ہونا یا امام کی طرف سے نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی کی رائے میں تو صرف امام اپنی نماز لوٹائے مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا کسی اور شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں نماز پڑھائے تو وہ مقتدیوں کو بتلائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام کو ایسے موقعہ پر دوبارہ نماز پڑھائی بھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو ایسی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا نیز آپ نے امام کو ضامن بھی قرار دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ جلیل القدر تابعین بھی یہی فتویٰ دیتے رہے لیکن غیر مقلدین کے فقیہ فرما رہے ہیں کہ صرف امام لوٹائے مقتدی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور امام کو مقتدیوں کو یہ بتلانے کی بھی ضرورت نہیں کہ میں نے بے وضو یا جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

نوٹ:۔ جو مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر غیر مقلد امام نے بے وضو یا حالت جنابت میں نماز پڑھا دی اور بتلانا ضروری نہ سمجھتے ہوئے مقتدیوں کو بتلایا بھی نہیں تو مقلدین کی نماز کا کیا بنے گا؟

السنة فی تسویة الصفوف لزاق المنکب بالمنکب لا القدم بالقدم

صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا

١- عن ابن عمر انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذرُوا فرجات للشیطن ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ۔

(ابوداؤد ج ١ ص ٩٧)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو قائم کرو، کندھوں کو برابر کرو خالی جگہوں کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ شیطان کے لیے صف میں خالی جگہ نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا اللہ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے کاٹ دیں گے۔

٢- عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخلل الصف من ناحیة الی ناحیة یمسح صدورنا ومناکبنا ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم وکان یقول ان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علی الصفوف الاُوَل۔

(ابوداؤد ج ١ ص ٩٧)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم صف کے اندر آتے تھے اِدھر اُدھر سے اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور فرماتے تھے اللہ جلّ جلالہٗ اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا رحمت کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لیے۔

٣- عن انس بن مالک قال اقیمت الصلوٰة فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہہ فقال اقیموا صفوفکم وتَرَاصّوا فانی اراکم من وراء ظہری۔

(بخاری ج ١ ص ١٠٠)

وفی روایة عنہ وکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا دیکھو صفوں کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو بلاشبہ میں تمہیں اپنی پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں، حضرت انسؓ ہی سے دوسری روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا۔

٤- عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رُصّوا صفوفکم وقاربوا بینہما وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطن

يدخل من خلل الصف كانها الحذف ،

(ابوداود ج ۱ ص۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو ملاؤ اور انہیں نزدیک رکھو اور گردنوں کو برابر رکھو. قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی خالی جگہوں سے گھس آتا ہے گویا کہ وہ بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ ہے۔

۵۔ عن ابی القاسم الجدلی قال سمعت النعمان بن بشیر یقول اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس بوجہہ فقال اقیموا صفوفکم ثلٰثا واللہ لتقیمن صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم قال فرأیت الرجل یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ ورکبتہ برکبۃ صاحبہ وکعبہ بکعبہ ،

(ابوداود ج ۱ ص۹۷)

حضرت ابوالقاسم جدلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تین بار یہ فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو اللہ کی قسم تم لوگ ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دیں گے حضرت

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملاکر کھڑا ہوتا تھا۔

۶۔ عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا فخرج یوما فرای رجلا خارجا صدرہ عن القوم فقال لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم، وفی الباب عن جابر بن سمرۃ والبراء وجابر بن عبداللہ وانس وابی ھریرۃ وعائشۃ قال ابو عیسی حدیث نعمان بن بشیر حدیث حسن صحیح وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من تمام الصلوٰۃ اقامۃ الصف وروی عن عمر انہ کان یوکل رجلا باقامۃ الصف ولا یکبر حتی یخبر ان الصفوف قد استوت وروی عن علی وعثمان انھما کانا یتعاھدان ذالک ویقولان استووا وکان علی یقول تقدم یا فلان تاخر یا فلان ،

(ترمذی ج ۱ ص۵۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نکلے تو نمازیوں میں سے ایک صاحب کا سینہ آگے نکلا ہوا دیکھا آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے مونہوں میں مخالفت ڈال دیگا۔ اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ حضرت براء بن عازب

حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذیؒ) فرماتے
ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کمالِ نماز
سے ہے صف کا سیدھا کرنا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ انہوں نے صف کی درستگی کے لیے ایک شخص کو
مقرر فرما رکھا تھا اور جب تک کہ آپ کو وہ یہ خبر نہ دے دیتا کہ
صفیں درست ہوگئی ہیں آپ تکبیر نہیں کہتے تھے، حضرت علی اور
حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی
اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے سیدھے ہو جاؤ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ او فلاں آگے ہو۔ او فلاں
تو پیچھے ہٹ۔

٧- عن مالك ابن ابي عامر الانصاري ان عثمان بن عفان
كان يقول في خطبته اذا قامت الصلوٰة فاعدلوا
الصفوف وحاذوا بالمناكب، الحديث

(موطا امام محمد ص۸۶)

حضرت مالک بن ابی عامر انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اپنے خطبہ میں جب کہ نماز کھڑی ہوتی
کہ صفوں کو درست کرلو اور کندھوں کو برابر کرلو۔

٨- عن عبد الله انه رأى رجلا يصلي قد صف بين
قدميه فقال اخطأ السنة ولو راوح بينهما

كان اعجب اليّ۔ (نسائی ج ۱ ص۱۴۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں قدموں کو ملا
رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا مجھے تو یہ پسند
تھا کہ یہ مُراوَحۃ کرلیتا۔

٩- كان ابن عمر لا يفرج بين قدميه ولا يمس
احدهما بالاخرى ولكن بين ذالك لا يقارب
ولا يباعد، (المغنی ج ۲ ص۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں پاؤں کے درمیان نہ کشادگی
کرتے تھے نہ ایک قدم دوسرے قدم سے ملاتے تھے، اس کے درمیان
درمیان رکھتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے نہ بہت دُور۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو بہت احتیاط کے ساتھ
صفوں کو درست کرنا چاہیئے اس طرح سے کہ سب لوگ ایک دُوسرے
کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے، سب برابر
کھڑے ہوں کوئی آگے پیچھے نہ ہو، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کندھے
کندھا ملا لیا جائے یعنی ہر شخص اپنا بازو دوسرے شخص کے بازو سے ملالے۔
چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقامتِ صف کی یہی صورت ارشاد
فرمائی ہے کہ کندھے برابر کئے جائیں جیسا کہ حدیث ۱ سے واضح ہے،
براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
جب نمازوں کی صفیں درست فرماتے تھے تو نمازیوں کے سینے اور کندھے

برابر کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے (اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی حدیث میں قدم سے قدم ملانا نہ قولاً ثابت ہے نہ فعلاً)

۲۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم بھی صف بندی کا اہتمام فرماتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صفیں سیدھی کرانے کے لیے مقرر کر رکھا تھا، جب تک یہ شخص صفوں کی درستگی کی خبر نہیں دے دیتا تھا اس وقت تک آپ تکبیر نہ کہتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی تو صفوں کے درست کرنے اور کندھوں کے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے، (قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے تھے) جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفوں کی درستگی کے وقت جو آگے نکلا ہوا ہوتا اس سے فرماتے پیچھے ہٹو اور جو پیچھے گیا ہوا ہوتا اس سے فرماتے آگے بڑھو، جیسا کہ امام ترمذیؒ کے بیان سے ظاہر ہے لیکن آپ سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہوں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۳) میں جو یہ مذکور ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملا دیتا تھا اس سے آپ کا مقصد صف بندی اور درمیان سے خلاء کو پر کرنے میں انتہائی اہتمام بتلانا ہے نہ کہ حقیقتاً قدم سے قدم ملانا، مطلب یہ ہے کہ ہم صف بندی میں مل جل کر کھڑے ہونے میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ گویا ہر ایک کا قدم دوسرے کے قدم سے ملا ہوتا تھا۔ اس کی تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ گردنوں کو برابر رکھو، نیز حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح سے صفیں درست کرنا کہ گردن سے گردن، کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنہ، ٹخنے سے ٹخنہ ملا ہوا ہونا ممکن اور محال ہے اس لیے یہی کہا جائے گا کہ اس سے مراد صف بندی اور جگہ کو پُر کرنے میں مبالغہ بتلانا مقصود ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"المراد بذالك المبالغة في تعديل الصف وسد خلله"۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۲)

امام بخاری کا مقصد اس باب کے قائم کرنے سے صف کی درستگی اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ بتلانا ہے،

۴۔ حضرت انس اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس انداز بیان سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صف بندی کا یہ انداز دورِ رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محدث اسماعیلیؒ نے اپنی مستخرج میں حضرت معمرؒ کے طریق سے یہی روایت ذکر کی ہے اس روایت میں حضرت معمرؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

"ولو فعلت ذالك باحد هو اليوم لنفر كانه بغل شموس"۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۳)

یعنی اگر میں آج کسی کے ساتھ اس طرح کروں تو وہ بدکے ہوئے خچر کی طرح بھاگے۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صف بندی کا یہ انداز دورِ صحابہ ہی میں ختم

ہوگیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صف بندی میں حقیقی معنیٰ میں قدم سے قدم ملانا سنت نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سنت ہوتا تو صحابۂ کرام اور تابعین عظام اسے ہرگز نہ چھوڑتے اور نہ اس عمل سے اس قدر متنفر ہوتے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں دونوں قدم ساتھ جوڑ کر کھڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا، اگر یہ شخص مُراوَحۃ کر لیتا تو مجھے یہ زیادہ پسند تھا۔ مُراوَحۃ یہ ہوتا ہے کہ نمازی طولِ قیام کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مُراوَحۃ کی یہ صورت دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی سے حاصل ہوتی ہے، پھر چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نمازی پر انکار صرف اس بات پر ہی نہیں کیا کہ اس نے دونوں پاؤں ملا کیوں رکھے ہیں بلکہ آپ کا انکار اس پر بھی ہے کہ اس نے مُراوَحۃ کیوں نہیں کر لیا جو دونوں پاؤں کے درمیان کچھ کشادگی سے ہوتا ہے۔ آپ کے اس انکار سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ نمازی نہ تو اپنے پاؤں بالکل ملا کر رکھے اور نہ ہی بہت کھلے رکھے بلکہ دونوں قدموں میں درمیانہ درجہ کی کشادگی رکھے۔

یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تھا۔ آپ نماز میں دونوں پاؤں نہ بہت کھلے رکھتے تھے نہ بالکل ملا کر بلکہ فطری ہیئت کے مطابق دونوں جلیل القدر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ المغنی کی روایت سے ظاہر ہے، دونوں جلیل القدر صحابۂ کرام کے قول و عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص سنت کے مطابق پاؤں رکھے گا وہ نماز باجماعت میں اپنے قدم دوسرے کے

قدم سے نہیں ملا سکتا کیونکہ اس صورت میں دونوں پاؤں کے درمیان بہت زیادہ کشادگی ہو جاتی ہے۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ کے وقت صفوں کو درست کرنا سنت ہے جس کی صحیح صورت سنت کے مطابق یہ ہے کہ سب آپس میں مل جل کر اور کندھے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے اور نہ ہی کوئی صف میں آگے یا پیچھے نکلا ہوا ہو، قدم سے قدم ملانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح گو قدم سے قدم تو مل جاتے ہیں لیکن اپنی ٹانگیں چوڑی ہو جانے کی وجہ سے خود اپنی ٹانگوں کے درمیان انتہائی بھدی شکل میں فرجہ اور خلل پیدا ہو جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے فرجہ اور خلل کو بند کرنے کی تعلیم دی ہے، دوسرے اس میں بلاوجہ تکلف کرنا پڑتا ہے چنانچہ مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ یہ خشوع کے بھی خلاف ہے، چوتھے اس سے رکوع و سجود میں بھی دشواری ہوتی ہے، پانچویں صف بندی کا اہتمام تو صرف نماز شروع ہوتے وقت کیا جاتا ہے اور اس طرح ٹانگیں چوڑی کر کے قدم سے قدم ملانا یہ ہر رکعت کے شروع میں کرنا پڑتا ہے جو سنت کے خلاف ہے۔

لیکن مذکورہ احادیث و آثار اور ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز باجماعت میں پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری اور سنت ہے۔

چنانچہ حافظ عبدالمتین صاحب میمن رقمطراز ہیں:

"غیر مقلد یعنی اہلِ حدیث حضرات باجماعت نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ سنت ہے۔"
(حدیث نماز ص ۲۸)

---

[1] فقہاء احناف جو فرماتے ہیں کہ دورانِ قیام دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے۔ غالباً وہ انہی دونوں بزرگوں کے قول و عمل کی تشریح ہے۔ اور فقہاء نے عوام کی سہولت کے لیے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی تحدید کر دی ہے ورنہ یہ تحدید فرض و واجب نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: "وینبغی ان یکون بینھما مقدار اربع اصابع الید لانہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ" (رد المحتار ج ۱ ص ۴۴۳) مناسب یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور حضرت ابو نصر دبوسی (متوفی) کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

" زیادہ دکھ اور افسوس ان اہل حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ اپنی صفوں کو برباد کرتے جا رہے ہیں اور ٹھیک سے پاؤں نہیں ملاتے، ہونا یہ چاہیئے کہ التحیات کے بیٹھنے میں آدمی جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں رکھے اس طرح سے صف خود بخود پوری ہو کر ایک دیوار کی طرح بے خلل ہو جائے گی، عورتوں کو بھی ایسی ہی صف بنانی چاہیئے کہ ایک عورت کا پاؤں اور کاندھا دوسری عورت کے پاؤں اور کاندھے سے مل جائے"۔ (حدیث نماز صفحہ ۵۲)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھے ملانے کا حکم دیتے ہیں، اور آپ خود صف درست فرماتے ہیں تو کندھوں ہی کو برابر کرتے ہیں نہ آپ نے قدم سے قدم ملانے کا حکم دیا اور نہ صف کی درستگی کے وقت آپ نے نمازیوں کے قدم سے قدم ملائے، خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی صفوں کی درستگی کے وقت کندھے برابر کرنے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ قدم سے قدم ملانے کا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفوں کی درستگی کے وقت نمازیوں کو آگے پیچھے ہونے کو تو کہتے ہیں لیکن قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے، ان سب باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی میں کندھوں کو برابر کرنا سنت ہے نہ کہ ٹانگیں چوڑی کر کے بتکلف قدم سے قدم ملانا، لیکن غیر مقلدین کا کہنا یہی ہے کہ نہیں صاحب قدم سے قدم ملانا ہی سنت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ صحابہ قدم سے قدم ملاتے تھے حالانکہ محدثین نے اسے صف بندی میں مبالغہ پر محمول کیا ہے نہ کہ حقیقی معنیٰ میں قدم سے قدم ملانے پر۔ اگر تھوڑی دیر

کے لیے غیر مقلدین کی بات مان لی جائے اور اس سے حقیقی معنیٰ میں قدم سے قدم ملانا ہی مراد لیا جائے تو پھر غیر مقلدین کو چاہیئے کہ وہ گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ بھی ملائیں کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جہاں قدم سے قدم ملانا ذکر کرتے ہیں وہیں گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا بھی ذکر کرتے ہیں نیز غیر مقلدین کو چاہیئے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنہ ملاتے ہیں نہ ٹخنے سے ٹخنہ ملاتے ہیں اور نہ گردن سے گردن، صرف قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں جو کہ ایک متروک اور غیر مسنون عمل ہے اور جس کے کرنے سے مسنون عمل رہ جاتا ہے کیونکہ جب قدم سے قدم ملائے جائیں گے تو کندھے سے کندھا نہیں مل سکے گا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ جس وقت عورتیں مردوں کی طرح قدم سے قدم ملائیں گی تو کیا عجیب شکل ہوگی ؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ ایک مسنون عمل کو چھوڑ کر غیر مسنون چیز پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

كراهة تكرار الجماعة في مسجد المحلة

محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے

۱- عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم فقد ناسا فی بعض الصلوات فقال لقد هممت ان آمر رجلا یصلی بالناس ثم اخالف الی رجال یتخلفون عنها فآمر بهم فیحرقوا علیهم بحزم الحطب بیوتهم ولو علم احدهم انه یجد عظما سمینا لشهدها یعنی صلوٰة العشاء، (بخاری ج ۱ ص ۸۹، مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ واللفظ لمسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کسی نماز میں شریک نہ پایا تو آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ کسی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور ان کے متعلق حکم دوں کہ لکڑیوں کا ایک ڈھیر لگا کر انکے گھروں کو جلا دیں، ان میں کوئی شخص جان لے کہ اسے موٹی تازی ہڈی ملے گی تو وہ ضرور آئے مراد عشاء کی نماز ہے۔

۲- عن ابی بکرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوٰة فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم (معجم طبرانی اوسط ج ۵ ص ۲۰۳، ج ۷ ص ۲۲۰ قال الهیثمی رجاله ثقات، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵ وقال الالبانی فی تمام المنة وهو حسن ص ۱۵۵)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ سے تشریف لائے۔ آپ کا ارادہ

نماز پڑھنے کا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں لہٰذا آپ اپنے گھر چلے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

۳- عن سلیمان یعنی مولیٰ میمونة قال اتیت ابن عمر علی البلاط وهم یصلون فقلت الا تصلی معهم قال قد صلیت انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تصلوا صلوٰة فی یوم مرتین،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۸۵، نسائی ج ۱ ص ۹۹)

حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں موضع بلاط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا میں نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے آپ نے فرمایا میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

۴- عن ابراهیم النخعی قال قال عمر لا یصلی بعد صلوٰة مثلها۔

(مصنف ابن ابی شیبة ج ص بحوالہ امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔

۵- عن خرشة بن الحر ان عمر رض كان يكره ان يصلى بعد صلوة الجمعة مثلها ،

(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت خرشہؓ بن حر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کے بعد پھر اسی جیسی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے

۶- عن ابراهيم ان علقمة والاسود اقبلو مع ابن مسعود الى مسجد فاستقبلهم الناس قد صلوا فرجع بهما الى البيت فجعل احدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم صلى بهما

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۰۹ و مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۰۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ علقمہؒ اور اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں آئے، لوگوں نے ان کا استقبال کیا اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کو لے کر ایک گھر چلے گئے، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں کھڑا کرکے نماز پڑھائی۔

۷- عن الحسن قال كان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم اذا دخلوا المسجد و قد صلى فيه صلوا فرادى ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب مسجد میں جاتے اور نماز ہو چکی ہوتی تو اکیلے اکیلے نماز پڑھتے ۔

۸- عن الحسن انه كان يقول يصلون فرادى ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ (ایسی صورت میں) اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔

۹- عن ابی قلابة قال يصلون فرادى ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت ابوقلابہؒ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔

۱۰- عن افلح قال دخلنا مع القاسم المسجد وقد صلى فيه قال فصلى القاسم وحده

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حضرت افلحؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؒ کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد گئے تو وہاں نماز ہو چکی تھی، حضرت قاسمؒ نے پھر تنہا نماز پڑھی۔

۱۱- عن عبد الرحمن بن المجبر قال دخلت مع سالم بن عبد الله مسجد الجحفة وقد فرغوا من الصلوة فقالوا الا تجمع الصلوة فقال سالم لا تجمع صلوة واحدة فى مسجد مرتين (قال) واخبرنى ابن وهب عن رجال من اهل العلم عن ابن شهاب و يحيى بن سعيد و ربيعة ابن ابى عبدالرحمن والليث مثله ، (المدونة الكبرى ج ۱ ص ۸۹)

حضرت عبدالرحمن بن مجبرؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہؒ

کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد جمعہ میں گیا، لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگ کہنے لگے آپ جماعت کیوں نہیں کروا لیتے۔ حضرت سالمؒ نے فرمایا ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت نہیں کرائی جا سکتی۔ ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابن وہبؒ نے بہت سے اہل علم کی طرف سے خبر دی ہے حضرت ابن شہاب زہریؒ، حضرت یحییٰ بن سعیدؒ، حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ اور حضرت لیثؒ کے متعلق اسی عمل کی۔

۱۲- قال الامام الشافعیؒ

" انا قد حفظنا ان قد فاتت رجالا معه الصلوٰة فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين على ان يجمعوا وان قد فاتت الصلوٰة فى الجماعة قوما فجاء والمسجد فصلى كل واحد منهم منفردًا وقد كانوا قادرين على ان يجمعوا فى المسجد فصلى كل واحد منهم منفردًا وانما كرهوا لئلا يجمعوا فى مسجد مرتين" — وقال ايضاً " انما كرهت ذالك لهم لانه ليس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم" الخ

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

ہمیں یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو اس بات کے معلوم ہونے کے باوجود اکیلے اکیلے نماز پڑھی تھی حالانکہ وہ جماعت (ثانیہ) کروانے پر قادر بھی تھے، ایسے ہی کچھ لوگوں کی جماعت سے نماز رہ گئی تو وہ مسجد آئے اور ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ بھی قادر تھے کہ مسجد میں جماعت (ثانیہ) کروالیں لیکن پھر بھی ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی اور انہوں نے جماعت کروانے کو اس وجہ سے مکروہ جانا کہ وہ مسجد میں دو مرتبہ جماعت کروانے کے مرتکب نہ ہوں، نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کے لیے تکرار جماعت کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ یہ ایسا کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہ، تابعین و تبع تابعین) نے نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا (بایں طور کہ امام اور مقتدی دونوں فرض نماز ادا کریں) یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اگر بلا کراہت دوسری جماعت جائز ہوتی تو اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں اتنی سختی سے کام نہ لیتے جو بخاری و مسلم کی حدیث سے معلوم ہو رہی ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کے جماعت میں شریک نہ ہونے پر فرمایا، جی چاہتا ہے کہ کسی سے کہوں وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود ان لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں — کیونکہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو دوسری میں شریک ہو جاتے لیکن آپ کا پہلی جماعت کے معاملہ میں اتنی شدت فرمانا ثابت کر رہا ہے کہ

دوسری ضرور مکروہ ہے، دوسرے آپ خود بھی ضرورت کے موقعہ پر محلہ کی مسجد میں جماعت کروا لیتے لیکن کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے محلہ کی مسجد میں کبھی بھی دوسری جماعت کرائی ہو بلکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی جگہ سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں جماعت ہو چکی تھی آپ چاہتے تو مسجد میں دوسری جماعت کرا لیتے لیکن اس کے باوجود آپ گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے گھر میں جماعت کرائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو، فقہاء کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کو مسجد میں جماعتِ ثانیہ کی نہی پر محمول کیا ہے، یعنی آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت نہ کرائی جائے، وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فرمان سے کہ "میں نماز پڑھ چکا ہوں"۔ یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ نے تنہا نماز پڑھی تھی اور جو شخص تنہا فرض پڑھ لے تو اس کے لیے جائز بلکہ مستحب ہے کہ وہ جماعت کو پائے تو جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے جماعت میں شریک ہو جائے اس لحاظ سے چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک جماعت ہو جاتے لیکن آپ جماعت میں شریک نہیں ہوئے اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ یہ جماعت ثانیہ ہو رہی تھی جسے صحیح نہ سمجھتے ہوئے آپ

شریک نہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے تو دوسری جماعت نہ کروائی جائے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد اسی جیسی نماز کو مکروہ جانتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ جماعت ثانیہ ہی مراد ہے کیونکہ جس نے جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھ لیا وہ دوبارہ جمعہ اکیلا تو پڑھنے سے رہا کہ اکیلے جمعہ ہوتا ہی نہیں لہٰذا جمعہ کی جماعتِ ثانیہ ہی مراد ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی آپ انہیں گھر لے گئے اور گھر جا کر جماعت کروائی، حضرت عبدالرحمٰن بن مجبر رحمۃ اللہ علیہ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے۔ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جماعت کروا لیں۔ عبدالرحمٰن بن مجبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسجد (محلہ) میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کروائی جا سکتیں۔ حضرت افلح کہتے ہیں کہ ہم حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری جماعت کروانے کے بجائے تنہا نماز پڑھی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد میں جاتے اور جماعت ہو چکی ہوتی تو دوسری جماعت کروانے کے بجائے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھتے تھے۔ خود حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی

جائے۔ حضرت ابوقلابہ، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام ربیعۃ الرائے اور حضرت لیث بن سعد رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں کہ مسجد محلہ میں دوسری جماعت نہ کروائی جائے۔ ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو یہی یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت سے رہ گئی تھی تو انہوں نے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی تھی، جماعت ثانیہ نہیں کروائی تھی حالانکہ وہ اس پر قادر تھے اور میں خود جماعت ثانیہ کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ ہمارے اسلاف (صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین) نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفریق کے اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں ـــــ صرف جماعت ثانیہ ہی نہیں بلکہ ثالثہ رابعہ یعنی دوسری تیسری چوتھی سب جائز ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

"جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے۔" (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص۶۳۴)

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور خود آپ نے باوجود قادر ہونے کے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کروائی اور بقول حضرت حسن بصری اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کے عام صحابہ کرام دوسری جماعت نہیں کرواتے تھے جیسا کہ اس پر ان کے واقعات شاہد ہیں، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین

جماعت ثانیہ کے قائل نہیں لیکن غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ دوسری جماعت کیا، تیسری، چوتھی جماعت بھی کروائی جاسکتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فائدہ:۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جماعت ثانیہ کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے، افادۂ عام کے لیے یہاں اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

"حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے اس بارہ میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عدم جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھ کو ظاہر ہوئی۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری قدس سرہ کو جو کہ استاذ ہیں حضرت مولانا نانوتویؒ کے۔ وہ دلیل جو حضرت مولانا نانوتویؒ کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجود ایسی کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ کیے گئے اور اس قدر حرکات اور ذہاب وایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا۔ مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو آپکی اقتداء کی فضیلت حاصل ہو اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ نے

فرمائی ہے وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آکر جماعت ثانیہ کرلیں تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدمِ جواز کی ہے حالانکہ شرائط جمعہ سب علیٰ حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، اذن عام بھی ہے، نمازی بھی موجود ہیں۔ ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعتِ جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہوگئی۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ وہو کما قال رحمہ اللہ۔ فقط۔" (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۳۹-۴۰)

فساد الصلوٰۃ بالقرأۃ من المصحف

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قراءت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

۱۔ عن رفاعة بن رافع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فقص هذا الحديث قال فيه فتوضأ كما امرك الله ثم تشهد فاقم ثم كبر فان كان معك قرآن فاقرأ به والا فاحمد الله عز وجل وكبره وهلله الحديث، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۵، ترمذی ج ۱ ص ۶۶)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی نماز والی) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضو کر پھر اذان کہہ پھر اقامت کہہ پھر تکبیر (تحریمہ) کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ پھر اللہ عزوجل کی حمد کر اور اس کی تکبیر و تہلیل کر (یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہہ۔)

۱۔ عن عبد الله بن ابى اوفى قال جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال انى لا استطيع ان آخذ من القرآن شيئا فعلمنى ما يجزئنى منه فقال قل سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله الحديث،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۱، نسائی ج ۱ ص ۱۰۴ بسند حسن ج ۴)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے کچھ حاصل کرنے کی (یعنی زبانی یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا لہٰذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لیے کافی ہو۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔ عن ابن عباس قال نہانا امیر المؤمنین عمر ان نؤم الناس فی المصحف ونہانا ان یؤمنا الا المحتلم، (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی اور کرائے۔

۴۔ عن جابر عن عامر قال لا یؤم فی المصحف، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۹)

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کرائی جائے

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں۔ اس طرح کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر قرآن میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے کوئی ایسی چیز بتلا دیں جسے پڑھ کر نماز ہو جائے ــــ ضرور فرما دیتے کہ بھئی اگر یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ سائل سے کہا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ الخ کہہ لیا کرو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو نماز سکھلائی اور اس سے فرمایا کہ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو ورنہ الحمد للہ، اللہ اکبر، اور لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔ اگر قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہوتا تو آپ اس شخص سے کہہ دیتے کہ اگر قرآن زبانی یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لیا کرو لیکن آپ کا یہ نہ فرمانا اور دیگر اذکار کے پڑھنے کا حکم دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دورانِ نماز قرآن میں دیکھ کر قرأت صحیح نہیں، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرماتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ دورانِ نماز قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا مفسدِ صلوٰۃ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ نہی مقتضی فساد ہوتی ہے۔

دوسرے قرآن میں دیکھ کر قرأت کرنا تعلیم وتعلم کے زمرہ میں آتا ہے جو منافی صلوٰۃ ہے، تیسرے دورانِ نماز قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا پھر اس میں دیکھنا پھر اوراق کو بدلنا یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

لیکن ان احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر قرادت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے رکھے اور ورق بھی بدلتا رہے تب بھی نماز صحیح ہے، چنانچہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

" ولا بأس ان يقرأ من المصحف ولو حمله بالید او الیدین او قلب اوراقه سواء کان فی الفرائض او النوافل وکذالک لا بأس ان یفتح علی امامه من المصحف"

(نزل الابرار ج ۱ ص۱۲۱)

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا ہو اور ورقے بدلتا رہے، فرائض اور نوافل اس میں یکساں ہیں ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:-

" وکذا لا یکرہ ان یقرأ الامام فیها من المصحف ویقلب الاوراق باصبعه" الخ (نزل الابرار ج ۱ ص۱۲۱)

اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ کر قرارت کرے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت کے باوجود جس کا حکم نہیں دیتے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس سے منع فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو صحیح نہیں سمجھتے وہ غیر مقلدین کے یہاں بلا کراہت صحیح ہے، نماز چاہے جاتی ہے تو جاتی رہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فساد الصلوٰة بكلام الناس مطلقاً

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھول سے

۱- عن معاوية بن الحكم السُّلَمي قال بينا انا اصلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ عَطَسَ رجل من القوم فقلت یرحمك الله، فرمانی القوم بابصارهم فقلت واثُكْلَ اُمِّیَاهُ ما شانکم تنظرون الیّ فجعلوا یضربون بایدیهم علی افخاذهم فلما رأیتهم یصمتوننی لکنی سکت فلما صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فبابی هو وامی ما رأیت معلمًا قبله ولا بعده احسن تعلیما منه فوالله ما کهرنی ولا ضربنی ولا شتمنی ثم قال ان هذه الصلوٰة لا یصلح فیها شیئ من کلام الناس انما هو التسبیح والتکبیر وقراءة القرآن، الحدیث

(مسلم ج ۱ ص۲۰۳)

حضرت معاویہ بن حکم سُلَمیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مقتدیوں میں سے ایک صاحب نے چھینک ماری۔ میں نے جواباً یرحمك الله کہا تو لوگ مجھے گھورنے لگے میں نے کہا تمہیں تمہاری مائیں گم پائیں تمہیں کیا ہو گیا جو مجھے اس طرح گھور رہے ہو، لوگ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے، تب میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے

خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہوگیا ۔ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان
ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی استاذ ایسا
نہیں دیکھا جو تعلیم دینے میں آپ سے اچھا ہو ، بخدا آپ نے
نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا بھلا کہا ، بس اتنا فرمایا کہ یہ نماز ایسی ہے
جس میں لوگوں کی بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں
تو تسبیح ، تکبیر اور قرارت ہوتی ہے ۔

٢- عن عبد اللہ قال کنا نسلم علیٰ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و ہو فی الصلوٰۃ
فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی
سلمنا علیہ فلم یرد علینا فقلنا یا رسول اللہ
کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا فقال
ان فی الصلوٰۃ شغلا

(بخاری ج ١ ص ١٦٠ ، مسلم ج ١ ص ٢٠٤ واللفظ لمسلم)

حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ نماز
میں ہوتے تھے ، آپ ہمیں جواب دیتے تھے ، جب ہم نجاشی
(شاہ حبشہ) کے یہاں سے واپس لوٹے تو ہم نے آپ کو سلام
کیا ۔ آپ نے جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا —
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دوران نماز سلام کرتے
تھے تو آپ جواب دیتے تھے ، آپ نے فرمایا کہ نماز میں مصروفیت

ہوتی ہے ۔

٣- عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا نسلم علی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ قبل
ان نأتی ارض الحبشۃ فیرد علینا فلما رجعنا
سلمت علیہ و ہو یصلی فلم یرد علیّ فاخذنی
ما قرب وما بعد فجلست حتی قضی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فقلت لہ یا رسول
اللہ قد سلمت علیک و انت تصلی فلم ترد علی
السلام فقال ان اللہ قد یحدث من امرہ
ما یشاء وانہ مما احدث ان لا تکلموا فی
الصلوٰۃ ، (مسند حمیدی ج ١ ص ٥٢ ، ابوداؤد ج ١ ص ١٣٣ ،
نسائی ج ١ ص ١٣٦)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین
حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے
دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے ، جب ہم حبشہ
سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز
پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب
و بعید کی فکروں نے آگھیرا ، میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے نماز پوری فرمالی ، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے
سلام کیا تھا ۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا ؟ آپ نے

فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتے ہیں نئے احکام نازل فرما دیتے ہیں اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

۴۔ عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبہ وھو الی جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت وَقُومُوا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ فامرنا بالسکوت ونھینا عن الکلام،

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ ص ۲۰۴ واللفظ لمسلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ" تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم قالوا اذا تکلم الرجل عامدًا فی الصلوٰۃ او ناسیًا اعاد الصلوٰۃ وھو قول الثوری وابن المبارک الخ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲)

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں عمداً یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے

یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

۵۔ عن سہل بن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من نابہ شیءٌ فی صلوٰۃ فلیقل سبحان اللہ انما التصفیق للنساء والتسبیح للرجال، (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۳۰۲)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جسے اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اسے چاہیئے کہ وہ سبحان اللہ کہے، بیشک تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے ہے اور تسبیح مردوں کے لیے۔

۶۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلام ینقض الصلوٰۃ ولا ینقض الوضوء، (دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے وضوء کو نہیں توڑتا۔

۷۔ عن عطاء بن ابی رباح ان عمر بن الخطاب صلی باصحابہ الظھر او العصر رکعتین ثم سلم فقیل لہ انک صلیت رکعتین قال اکذالک قالوا نعم فاعاد بھم الصلوٰۃ، (کتاب الحجۃ للامام محمدؒ ج ۱ ص ۲۵)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی دو رکعتیں، پھر سلام پھیر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

۸۔ عن ابن جريج قال قلت لعطاء أرأيت لو سهوت في المكتوبة فتكلمت قال بلفظة قلت نعم قال فقد انقطعت صلوتك فعُدْ لها جديدًا

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۹)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے عرض کیا کہ اگر میں فرض نماز میں بھولے سے کلام کروں تو بتلایئے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کلام الفاظ کے ساتھ کیا ہے تو میں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا تمہاری نماز ٹوٹ گئی پھر دوبارہ نئے سرے سے پڑھو۔

۹۔ عن ابراهيم انه سئل عن رجل صلى فتكلم وقد بقيت عليه ركعة قال يستقبل صلوته،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۰)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے نماز میں کلام کر لیا تھا اور اس کی ابھی ایک رکعت باقی تھی۔ (کہ وہ کیا کرے؟) آپ نے فرمایا نئے سرے سے نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداء اسلام میں لوگ نماز کے

دوران بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ جب آیت کریمہ "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" نازل ہوئی تو بات چیت کو نماز کے منافی قرار دیتے ہوئے نماز کے دوران منع کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں بات چیت نہ کرنا نماز کے گویا فرائض میں سے ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے، جب نماز میں بات چیت نہ کرنا فرض ہوا تو جو بات چیت کرے گا عمداً یا سہواً وہ تارک فرض ہوگا اور ترک فرض سے نماز کا فاسد ہونا ظاہر و باہر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے نماز تو تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن کا نام ہے، جیسا کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حسب موقعہ نئے احکامات بھیجتے رہتے ہیں ان احکامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنا مطلقاً منع ہے جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے، کیونکہ آپ نے اس میں کوئی ایسی تفصیل نہیں کی کہ قصداً بات نہ کرو بھولے سے یا اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ایک موقعہ پر آپ نے بلا کسی تفصیل کے یہ ارشاد فرمایا کہ (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے" جیسا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں موجود ہے شاید اسی لیے آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ اگر امام کو یا سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اور عورتیں ہتھیلی کی پشت پر دوسری ہتھیلی کی پشت سے آواز پیدا کر کے متنبہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز میں دوسرے کو متنبہ کرنے کی ضرورت [illegible] جا سکتی ہے، لیکن

بات چیت بالکل نہیں کی جا سکتی ۔ ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ
نماز کے دوران بات چیت کرنا قصداً ہو یا بھولے سے نماز کے منافی ہے
جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
نے ایک دفعہ غلطی سے ظہر یا عصر کی دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا ۔ آپ کو
بتلایا گیا کہ آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھائی ہیں ۔ آپ نے مقتدیوں سے
استفسار کیا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی
ہوا ہے، اس موقعہ پر آپ نے نئے سرے سے دوبارہ نماز پڑھائی ۔
اگر اصلاحِ صلوٰۃ کے لیے نماز کے دوران کلام کرنے کی گنجائش ہوتی اور نماز
نہ ٹوٹتی تو آپ اگلی دو رکعتیں پڑھا کر سجدہ سہو کر کے فارغ ہو جاتے نئے سرے
سے دوبارہ چار رکعتیں نہ پڑھاتے، جلیل القدر تابعین و تبع تابعین حضرت
عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبداللہ
بن مبارکؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نماز کے دوران بات چیت کرنے ۔۔۔
عمداً یا سہواً نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز
کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے متعلق بات چیت کرنے سے
کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے ۔

چنانچہ نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں ۔

" وکلام ساہی مفسد صلوٰۃ نیست " (عرف الجادی ص۲۳)

بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی"

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں ۔

" امام اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کرلیں تو بھی

نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا" (دستور المتقی ص۱۲۳)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں ۔

" اگر نماز میں بھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے
نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق
کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا نماز
کی تکمیل کے بعد سجدہ سہو کر لیا جائے جیسا کہ ذوالیدین کی حدیث سے
ظاہر ہے" (رسول اکرم کی نماز ص۱۰۳)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ نماز میں بات چیت
کی کوئی گنجائش نہیں ۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو، نماز میں
بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں آیت
کریمہ " وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ " نازل ہونے کے بعد بات چیت سے
منع کر دیا گیا تھا ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نماز کی اصلاح کے متعلق بات چیت
ہوتی ہے تو آپ نماز لوٹاتے ہیں ۔ جلیل القدر تابعین و تبع تابعین فتوے
دے رہے ہیں کہ اگر نماز کے دوران بات چیت کر لی جائے چاہے قصداً
چاہے بھول کر تو نماز لوٹانی پڑے گی ۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ
لوٹانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بھولے سے سلام پھیرنے
کے بعد چاہے جتنے بھی نماز کے منافی کام کرلیں، بے شک دکان کا
حساب و کتاب کرلیں معاملات بھی طے کرلیں یاد آنے یا یاد دلانے پر
فٹا فٹ باقی رکعتیں پوری کر کے سجدہ سہو کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ
نماز ہو گئی ۔

قارئین کرام اس طرح سے نماز پڑھنا اور اسے صحیح سمجھنا یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ابواب الوتر

وجوب الوتر ______ وتر واجب ہیں

۱۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ،

(ابوداؤد ج ۱ صـ ۲۰۱ ، مستدرک حاکم ج ۱ صـ ۳۰۵)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا آپ فرما رہے تھے وتر حق (واجب) ہیں۔ جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وترا ،

(بخاری ج ۱ صـ ۱۳۶ ، مسلم ج ۱ صـ ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔

۳۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال بادروا الصبح بالوتر (مسلم ج ۱ صـ ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۴۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوتروا قبل ان تصبحوا ، (مسلم ج ۱ صـ ۲۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وتر صبح ہونے سے پہلے پڑھ لیا کرو

۵۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوّلہ ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل فان صلوٰۃ آخر اللیل مشہودۃ وذالک افضل ،

(مسلم ج ۱ صـ ۲۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اُٹھ سکے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ شروع رات ہی میں وتر پڑھ لے ، اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اُٹھ جائے گا تو اسے چاہیئے کہ رات کے آخری حصہ ہی میں وتر پڑھے ، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ افضل ہے۔

۶۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا اصبح او ذکرہٗ (مستدرک حاکم ج۱ ص۳۰۲، دار قطنی ج۲ ص۲۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو جائے یا پڑھنا بھول جائے اسے چاہیئے کہ وہ صبح اُٹھ کر یا جب یاد آئے وتر پڑھ لے۔

۷۔ عن الاشعث بن قیس قال تضیفت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقام فی بعض اللیل فتناول امرأتہ فضربہا ثم نادانی یا اشعث قلت لبیک قال احفظ عنی ثلثا حفظتہن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تسئل الرجل فیم یضرب امرأتہ ولا تسأله عمن یعتمد من اخوانہ ولا یعتمدہ ولا تنمْ الا علی وتر (مستدرک حاکم ج۴ ص۱۷۵)

حضرت اشعث بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک دفعہ مہمان بنا، آپ رات کے کسی حصہ میں اُٹھے بیوی کو بلا کر سرزنش کی، پھر مجھے آواز دی کہ اے اشعث میں نے عرض کیا حاضر ہوں فرمایا میری جانب سے تین باتیں یاد رکھو، یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سن کر) یاد کی تھیں (۱) کسی سے یہ نہ پوچھو کہ وہ اپنی بیوی کو کیوں مار رہا ہے (۲) اور کسی سے یہ نہ پوچھو کہ اسے اپنے دوستوں میں سے کس پر اعتماد ہے

اور کس پر نہیں (۳) وتر پڑھے بغیر نہ سو۔

۸۔ عن خارجة بن حذافة قال ابو الولید العدوی قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ قد امدکم بالصلوٰۃ ھی خیر لکم من حمر النعم وھی الوتر فجعلھا لکم فیما بین العشاء الی طلوع الفجر

(ابوداؤد ج۱ ص۲۰۱، ترمذی ج۱ ص۱۰۳، مستدرک حاکم ج۱ ص۳۰۶)

حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے یا تمہارے لیے ایک نماز زائد کی ہے جو تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے وہ نماز وتر ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء سے لے کر صبح صادق تک مقرر کیا ہے۔

۹۔ عن ابی تمیم الجیشانی ان عمرو بن العاص خطب الناس یوم جمعة فقال ان ابا بصرة حدثنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ زادکم صلوٰۃ وھی الوتر فصلوھا فیما بین صلوٰۃ العشاء الی صلوٰۃ الفجر قال ابو تمیم فاخذ بیدی ابوذر فسار فی المسجد الی ابی بصرة فقال له انت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما قال عمرو قال ابو بصرة سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مسند احمد ج۶ ص۷، مستدرک حاکم ج۳ ص۵۹۳)

حضرت ابوتمیم جیشانیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص
رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں کو خطبۂ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ
ابو بصرہؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک
نماز زائد کی ہے جو وتر ہے لہٰذا تم عشار کی نماز کے بعد سے لے کر
فجر کی نماز تک کے درمیان درمیان اسے پڑھا کرو، ابوتمیمؒ کہتے
ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں جا کر ابو بصرہؓ
سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ
فرماتے سُنا ہے جو عمروؓ نے بیان کیا ہے، حضرت ابو بصرہؓ نے
فرمایا جی ہاں یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سُنا ہے

۱۰- عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی
کل مسلم، (مسند احمد ج ص صحیح ابن حبان ج ص بحوالہ الدرایۃ"
منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ج ا ص۱۱۹، دارقطنی ج ۲ ص۲۲)
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق ہیں واجب ہیں ہر مسلمان پر۔

۱۱- عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
الوتر واجب علی کل مسلم،
(کشف الاستار عن زوائد البزار ج ا ص۳۵۲)
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وتر واجب ہیں ہر مسلمان پر۔

۱۲- عن عاصم بن ضمرة قال قال علی ان الوتر
لیس بحتم کصلوتکم المکتوبة ولکن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اوتر ثم قال یا اهل القرآن
اوتروا فان اللہ وتر یحب الوتر؛
(مستدرک حاکم ج ا ص۳۰۰)
حضرت عاصمؒ بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
فرمایا وتر فرض نماز کی طرح تو ضروری نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے پھر فرمایا کہ اے قرآن والو وتر پڑھو
بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر (طاق عدد) کو پسند
فرماتے ہیں۔

۱۳- عن مالك انه بلغه ان رجلاً سأل عبد اللہ بن
عمر عن الوتر اَوَاجِبٌ هو فقال عبد اللہ بن عمر
قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوتر
المسلمون قال فجعل الرجل یردد علیه وعبد اللہ
بن عمر یقول قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم واوتر المسلمون، (موطا امام مالک ص۱۰۹)
حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ
ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے
بارے میں سوال کیا کہ کیا وتر واجب ہیں تو حضرت عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر
پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ

شخص آپ سے بار بار یہی پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فرماتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔

۱۴- عن ابی ایوب قال الوتر حق او واجب،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۷)

حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں کہ وتر حق ہیں یا واجب ہیں۔

۱۵- عن مجاهد قال هو واجب ولم يكتب،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۷)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں فرض نہیں کئے گئے

۱۶- عن طاؤس الوتر واجب يعاد اليه اذا نسي،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۸)

حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھول سے رہ جائیں تو قضاء پڑھے جائیں گے۔

۱۷- عن حماد قال اَوتِر وَاِن طلعت الشمس

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۱)

حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ وتر پڑھو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے (یعنی اگر قضاء پڑھنی پڑے تو پڑھو۔)

۱۸- عن وبرة قال سألت ابن عمر عن رجل اصبح ولم يوتر قال ارأيت لو نمت عن الفجر حتى تطلع الشمس أليس كنت تصلي كانه يقول يوتر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۰)

حضرت وبرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھے بغیر صبح کر دے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا بتلاؤ اگر تم صبح کی نماز پڑھے بغیر سوتے رہو حتی کہ سورج طلوع ہو جائے تو کیا تم صبح کی نماز نہیں پڑھو گے گویا آپ یہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص وتر پڑھے۔

۱۹- عن الشعبي وعطاء والحسن وطاؤس ومجاهد قالوا لا تدع الوتر وان طلعت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۰)

حضرت امام شعبیؒ حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے۔

۲۰- عن الشعبي قال لا تدع الوتر ولو تنصف النهار،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۰)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑ اگرچہ نصف النہار ہی کیوں نہ ہو جائے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی احادیث سے واضح ہے، دوسرے متعدد احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ قانون ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے جب تک کہ دوسرے معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ نہ ہو، تیسرے

آپ نے وتر نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے کہ "جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں"۔ یہ بھی وجوب کی علامت ہے، چوتھے آپ نے وتر رہ جانے کی صورت میں قضاء کرنے کا حکم دیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں کیونکہ قضاء فرض و واجب ہی کی جاتی ہے، پانچویں آپ نے وتر کی نماز پر مواظبت و مداومت بلا ترک فرمائی ہے، اس سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے، نیز صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے فرامین سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدینؔ کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔

چنانچہ نواب نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" وتر حق ست بر ہر مسلم لیکن واجب نیست معہذا قضاء آں ثابت ست" (عرف الجادی صـ۳۳)

اور وتر حق ہیں ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں ہیں البتہ ان کی قضاء ثابت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں، صحابۂ کرام کے فرامین سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر واجب ہیں، تابعین کرام کہہ رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وتر واجب نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الایتار بثلث موصولة وعدم الفصل بینھن بالسلام ووجوب القعدة علی الرکعتین منھا

وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں اور وتر کی پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ واجب ہے

۱- عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن انه اخبره انه سأل عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ماکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلثا، الحدیث،

(بخاری ج ۱ صـ۱۵۴، مسلم ج ۱ صـ۲۵۴، نسائی ج ۱ صـ۱۹۱)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی ؟ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

۲- عن عبد الله بن عباس انه رقد عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستيقظ فتسوك و توضأ وهو يقول ان فى خلق السموٰت والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لاولى الالباب فقرأ هؤلاء الآيات حتى ختم السورة ثم قام فصلى ركعتين فاطال فيهما القيام والركوع والسجود ثم انصرف فنام حتى نفخ ثم فعل ذالك ثلث مرات ست ركعات كل ذالك يستاك ويتوضأ ويقرأ هؤلاء الآيات ثم اوتر بثلث ، الحديث

(مسلم ج ۱ ص ۲۶۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر میں) سوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے مسواک کی وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لاولى الالباب سورت کے ختم تک پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ دونوں رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجود کو خوب لمبا کیا پھر آپ فارغ ہو کر سو گئے یہاں تک کہ خرّاٹے بھرنے لگے، آپ نے یہ عمل تین بار کیا، سو کر اُٹھتے مسواک اور وضو کر کے دو رکعت ادا فرماتے اور ہر دفعہ سورہ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے اس طرح چھ رکعات آپ نے ادا فرمائیں پھر تین

رکعات وتر پڑھے۔

۳- عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ثمان ركعات و يوتر بثلث و يصلى ركعتين قبل صلوٰة الفجر (نسائی ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔

۴- عن عامر الشعبی قال سألت ابن عباس وابن عمر كيف كان صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالا ثلث عشرة ركعة ثمان و يوتر بثلث و ركعتين بعد الفجر،

(طحاوی ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت امام عامر شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو نماز کیسی ہوتی تھی، ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے پہلے آٹھ رکعات (تہجد) پھر تین رکعات وتر پھر دو رکعت (سنت) صبح صادق کے بعد۔

۵- اخبرنا ابو حنیفة حدثنا ابو جعفر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى ما بين

صلوٰة العشاء الی صلوٰة الصبح ثلث عشرة
رکعة ثمان رکعات تطوعًا وثلث رکعات الوتر
ورکعتی الفجر، (موطا امام محمد ص۱۴۵)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے
خبر دی اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوجعفرؒ نے حدیث
بیان کی، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے
بعد سے لے کر صبح کی نماز تک کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا
کرتے تھے آٹھ رکعات نفل (تہجد) تین رکعات وتر اور دو
رکعت فجر کی سنت۔

۶۔ عن عمرة عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یوتر بثلث یقرأ فی الرکعة الاولیٰ
بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الثانیة قل
یاایها الکفرون و فی الثالثة قل هو اللہ
احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب
الناس (دارقطنی ج۲ ص۳۵، طحاوی ج۱ ص۱۹۶، مستدرک حاکم ج۱ ص۳۰۵)

حضرت عمرةؒ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی
رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یاایها
الکفرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد قل
اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
پڑھتے تھے۔

۷۔ عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
یوتر بثلث یقرأ فیهن بتسع سور من المفصل
یقرأ فی کل رکعة بثلث سور آخرهن قل
هو اللہ احد، (ترمذی ج۱ ص۱۰۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے ۔ تینوں رکعتوں میں (قصار)
مفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سورتیں
پڑھتے سب سے آخری سورت قل هو اللہ احد ہوتی تھی۔

۸۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك
الاعلیٰ وقل یاایها الکفرون وقل هو اللہ
احد فی رکعة رکعة، (ترمذی ج۱ ص۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلیٰ
قل یاایها الکفرون اور قل هو اللہ احد پڑھا کرتے
تھے ہر سورت ایک رکعت میں۔

۹۔ عن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ انه صلی مع النبی
صلی اللہ علیه وسلم الوتر فقرأ فی الاولیٰ
بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الثانیة قل
یاایها الکفرون و فی الثالثة قل هو اللہ احد
فلما فرغ قال سبحان الملك القدوس

ثلثا یمد صوتہ بالثالثۃ،

(طحاوی ج ۱ صلاٖ ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۶ ، نسائی ج ۱ ص ۱۹۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے تین بار یہ کلمات کہے سبحان الملك القدوس اور تیسری مرتبہ آواز بلند کی۔

۱۰۔ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بسبح اسم ربك الاعلی وقل یاایھا الکفرون وقل ھو اللہ احد،

(نسائی ج ۱ ص ۱۹۴ ، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱ ، ابن ماجہ ص ۸۳ ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الاعلیٰ قل یاایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد کے ساتھ وتر کی نماز ادا فرماتے تھے۔

۱۱۔ عن عبدالعزیز بن جریج قال سألت عائشۃ ام المؤمنین بای شیئ کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یاایھا الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین،

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۷ ، ترمذی ج ۱ ص ۱۰۶ ، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱ ، ابن ماجہ ص ۸۳)

حضرت عبدالعزیز بن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

۱۲ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یاایھا الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی آخرھن ویقول یعنی بعد التسلیم سبحان الملك القدوس ثلثا۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت) میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یاایھا الکفرون تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملك القدوس کہتے تھے۔

۱۳۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی العشاء دخل المنزل ثم صلی رکعتین ثم صلی بعدھما رکعتین اطول

منھما ثم اوتر بثلٰث لا یفصل بینھن' الحدیث

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے)

۱۴- عن سعد بن ھشام ان عائشۃ حدثتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۵۹)

حضرت سعد بن ہشامؒ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۵- عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۴، دار قطنی ج ۲ ص ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۶- عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوتر بثلٰث لا یسلم الا فی آخرھن وھذا وتر امیر المؤمنین عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ وعنہ اخذہ اھل المدینۃ،

(مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے اور یہی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لیے ہیں۔

۱۷- عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنٰی مثنٰی فاذا اردت ان تنصرف فارکع رکعۃ توتر لک ما صلیت قال القاسم ورأینا اناسا منذ ادرکنا یوترون بثلٰث، الحدیث (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جانے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی، حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

۱۸- عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنٰی مثنٰی تشھد فی کل رکعتین، الحدیث (ترمذی ج ۱ ص ۸۷)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

۱۹- عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی کل رکعتین تشہد وتسلیم علی المرسلین وعلیٰ من تبعھم من عباد اللہ الصالحین،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور رسولوں پر اور ان کی پیروی کرنے والے اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہے

۲۰- عن عائشۃ قالت (فی حدیث طویل) وکان یقول فی کل رکعتین التحیۃ، (مسلم ج ۱ ص ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ایک لمبی حدیث کے ذیل میں) فرماتی ہیں کہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔

۲۱- عن عبد اللہ (بن مسعود) مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قعدتم فی کل رکعتین فقولوا التحیات للہ، الحدیث،

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو التحیات للہ (آخر تک) پڑھو۔

۲۲- عن عبد اللہ قال ارسلت امی لیلۃ لتبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنظر کیف یوتر فصلی ما شاء اللہ ان یصلی حتیٰ اذا کان آخر اللیل فاراد الوتر قرأ بسبح اسم ربک الاعلیٰ فی الرکعۃ الاولیٰ وقرأ فی الثانیۃ قل یا ایھا الکفرون ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینھما بالسلام ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتیٰ اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو ثم کبر ورکع الخ،

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر ج ۴ ص [illegible])

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ یہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی حتیٰ کہ جب رات کا آخیر ہوگیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایھا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے قل ھو اللہ احد پڑھی جب آپ قرارت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دعاء قنوت پڑھی اور قنوت میں جو اللہ نے چاہا دعا مانگی پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا۔

۲۳- عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوٰۃ المغرب وتر النھار فاوتروا صلوٰۃ اللیل،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں تم رات کی نماز کو وتر بناؤ۔

۲۴- عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلث کوتر النھار صلوٰۃ المغرب، (دار قطنی ج ۲ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نمازِ مغرب کی طرح۔

۲۵- عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر ثلث کثلوث المغرب،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کی طرح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱- عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابا بکر لیلا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن

(طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۹۳، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۰)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا، (فراغت پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ نے ہمیں تین رکعات نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان کے آخر ہی میں پھیرا۔

۲- عن عمر بن الخطاب انہ قال ما احب انی ترکت الوتر بثلث وان لی حمر النعم،

(موطا امام محمد ص ۱۴۵)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں چاہے مجھے اسکے بدلے سرخ اونٹ کیوں نہ ملیں۔

۳- عن عمر بن الخطاب انہ اوتر بثلث رکعات لم یفصل بینھن بسلام،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعے فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے

١ - عن زاذان ان علیا کان یوتر بثلث من آخر اللیل قاعدًا ،
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ٢ ص ٢٩٥)

حضرت زاذانؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ و وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔

٢ - عن زاذان عن علی انہ کان یوتر بانا انزلناہ فی لیلۃ القدر و اذا زلزلت و قل ھو اللہ احد ،
(مصنف عبد الرزاق ج ٣ ص ٣٢)

حضرت زاذانؒ حضرت علی کرم اللہ و سے روایت کرتے ہیں کہ آپ وتروں میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اذا زلزلت الارض اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر کے قائل تھے

١ - عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کوتر النہار صلوۃ المغرب ،
(طحاوی ج ١ ص ٢٠٢)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں، دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح ۔

٢ - عن علقمۃ قال اخبرنا عبد اللہ بن مسعود اھون ما یکون الوتر ثلث رکعات ،
(موطا امام محمد ص ١٤٦)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وتر کی کم سے کم تین رکعتیں ہیں۔

٣ - عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کصلوۃ

المغرب
(موطا امام محمد ص ١٤٦)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں مغرب کی نماز کی طرح ۔

٣ - عن عبد الرحمن بن یزید قال قال ابن مسعود وتر اللیل کوتر النہار صلوۃ المغرب ثلثا ،
(معجم طبرانی کبیر ج ٩ ص ٢٨٢)

حضرت عبد الرحمن بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کے وتروں کے وتر نماز مغرب کی طرح تین ہیں ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن عقبۃ بن مسلم قال سألت ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النہار قلت نعم صلوۃ المغرب قال صدقت و احسنت ،
(طحاوی ج ١ ص ١٩٢)

حضرت عقبہ بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نماز مغرب، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر پڑھتے تھے

١ - عن عطاء قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الوتر کصلوۃ المغرب ،
(موطا امام محمد ص ١٤٦)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما نے فرمایا وتر نمازِ مغرب کی طرح ہیں۔

۲۔ عن ابی یحیی قال سمر المسور بن مخرمة وابن عباس حتی طلعت الحمراء ثم نام ابن عباس فلم یستیقظ الا باصوات اهل الزوراء فقال لاصحابه اترونی ادرک اصلی ثلٰثاً یرید الوتر ورکعتی الفجر وصلوٰة الصبح قبل ان تطلع الشمس فقالوا نعم فصلی و هذا فی آخر وقت الفجر، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابو یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رات کو باتیں کرنے لگے، یہاں تک کہ سُرخ ستارہ (جو صبح صادق سے پہلے نکلا کرتا ہے) نکل آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے اور پھر اہلِ زَورا کی آوازوں کی وجہ سے بیدار ہوئے آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا خیال ہے کیا مجھے اتنا وقت مل جائے گا۔ کہ میں سورج نکلنے سے پہلے پہلے تین رکعات وتر دو رکعت سنت اور فجر کی نماز پڑھ سکوں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں، چنانچہ آپ نے (یہ تمام) نماز پڑھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ سوال فجر کے اخیر وقت میں تھا۔

۲۔ عن ابی منصور قال سألت عبد اللہ بن عباس عن الوتر فقال ثلٰث، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابو منصورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تین (رکعات) ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن ثابت قال قال انس یا ابا محمد خذ عنی فانی اخذت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ ولن تأخذ عن احد اوثق منی قال ثم صلی بی العشاء ثم صلی ست رکعات یسلم بین الرکعتین ثم اوتر بثلٰث یسلم فی آخرهن (کنز العمال ج ۸ ص ۶۶)

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو محمدؒ مجھ سے اخذ کرلو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا ہے اور تم ہرگز مجھ سے زیادہ ثقہ آدمی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی پھر چھ رکعات نفل ادا کئے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے رہے پھر آپ نے تین رکعات وتر پڑھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

۲۔ عن ثابت قال صلی بی انس الوتر وانا عن یمینه وام ولده خلفنا ثلٰث رکعات لم یسلم الا فی آخرهن ظننت انه یرید ان یعلمنی، (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے وتر

کی تین رکعتیں پڑھائیں اس حال میں کہ میں اُن کی دائیں جانب تھا اور ان کی اُمّ ولد ہمارے پیچھے، آپ نے سلام فقط آخر میں پھیرا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ مجھے وتر کا طریقہ سکھلا رہے تھے۔

۳-عن انس قال الوتر ثلث رکعات وکان یوتر بثلث رکعات، (طحاوی ج ۱ ص۲۰۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں اور آپ وتر تین رکعات ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱-عن الحسن قال کان ابی بن کعب یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثة مثل المغرب،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۶)

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

۲-عن السائب بن یزید ان ابی بن کعب کان یوتر بثلث، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۶)

حضرت سائبؓ بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن ابی غالب ان ابا امامة کان یوتر بثلث

(طحاوی ج ۱ ص۲۰۲ ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۳)

حضرت ابو غالبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن سعید بن جبیر انه کان یوتر بثلث ویقنت فی الوتر قبل الرکوع، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۴)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دعاء قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

حضرت علقمہ رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔

عن علقمة قال الوتر ثلث،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۴)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

عن مکحول انه کان یوتر بثلث لا یسلم فی رکعتین، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص۲۹۴)

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن ابی خالدة قال سألت ابا العالیة عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم او علمونا ان الوتر مثل صلوٰة المغرب غیر انا نقرأ فی الثالثة فهذا وتر اللیل وهذا وتر النهار، (طحاوی ج ۱ ص۲۰۲)

حضرت ابوخالدہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ
رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تعلیم دی یا فرمایا
کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں،
سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قرارت کرتے
ہیں یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (مغرب) دن کے وتر ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا وتر کے متعلق فیصلہ

ثنا ابن وهب قال اخبرني ابن ابي الزناد
عن ابيه قال اثبت عمر بن عبد العزيز الوتر
بالمدينة بقول الفقهاء ثلثا لا يسلم الا
في آخرهن ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۳)

ہمیں حدیث بیان کی ابن وہبؒ نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے
خبر دی ابن ابوالزناد نے اپنے والد کے واسطے سے وہ فرماتے
ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ طیبہ میں فقہاء
کے قول کے مطابق وتر تین رکعت مقرر کر دیئے تھے جن میں
سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا تھا۔

مدینہ طیبہ کے سات فقہا بھی ایک سلام کیساتھ تین رکعات وتر کے قائل تھے

ثنا عبد الرحمن بن ابي الزناد عن ابيه عن
(الفقهاء) السبعة سعيد بن المسيب وعروة
بن الزبير والقاسم بن محمد وابي بكر بن
عبد الرحمن وخارجةؒ بن زيد وعبيد الله وسليمان

بن يسار في مشيخة سواهم اهل فقه وصلاح
وفضل وربما اختلفوا في الشيء فاخذ
بقول اكثرهم وافضلهم رأيا فكان مما
وعيت عنهم على هذه الصفة ان الوتر
ثلث لا يسلم الا في آخرهن (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۴)

ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰنؒ بن ابی الزناد نے اپنے والد
سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی سات
(فقہاء تابعین) یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن
محمدؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبداللہ اور
سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے ان کے علاوہ دوسرے فقیہ اہل
صلاح او صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی یہ بزرگ
اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے
جو زیادہ ذی رائے اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان سے
یاد کی ہیں اس طریقہ پر ان میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعات
ہیں جن میں سلام فقط آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد رحمہ اللہ کا فرمان

عن القاسم قال رأينا اناسا منذ
ادركنا يوترون بثلث وان كلا لواسع وارجو ان
لا يكون بشيء منه بأس، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت قاسم بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں کو
دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات

پڑھتے ہیں بلاشبہ ہر ایک کی گنجائش ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں

عن الحسن قال اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں صرف آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوتے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے اور عموماً پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھنے کا معمول تھا۔

(۲) خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی وتر تین رکعات ایک سلام ہی سے پڑھتے تھے۔

(۳) عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا معمول بھی وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنے کا تھا۔

(۴) سات فقہاء مدینہ منورہ اور ان کے علاوہ عام تابعین و تبع تابعین بھی وتر کے تین رکعات ہونے ہی کے قائل تھے۔

(۵) وتر کے تین رکعات ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

(۶) نماز وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے یعنی جیسے[1] مغرب کی تین رکعات ہیں ویسے ہی وتر کی بھی تین رکعات ہیں اور جیسے[2] مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی ایک سلام سے پڑھی جائے گی اور جیسے[3] مغرب کی نماز میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ ہے ایسے ہی وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ ہے۔

(۷) وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے کیونکہ اولاً تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ثابت ہے جیساکہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے (جو صـ۲۲ پر گزری) ظاہر ہے، دوسرے آپ نے ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ "ہر نماز کی دوسری رکعت میں التحیات اور تشہد ہے" جیساکہ حدیث نمبر ۱۸-۱۹-۲۰-۲۱ سے واضح ہے، اس قاعدہ کے عموم کے تحت وتر میں بھی تشہد اور التحیات ضروری ہوگا کیونکہ آپ نے اس قاعدہ سے وتر کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ نہیں کیا، تیسرے آپ نے جو نماز وتر کو نماز مغرب سے تشبیہ دی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے اسی طرح وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ واجب ہونا چاہیئے، چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرمانا (جیساکہ بخاری کی حدیث (نمبر ۱) سے ظاہر ہے) کہ "رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب تو انصراف یعنی نماز ختم کرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اس طرح یہ رکعت پہلی دو رکعتوں کو وتر بنا دے گی"۔

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

" وادنی الکمال ثلث رکعات بسلامین وھو افضل ولو زاد علی احدی عشرۃ رکعۃ یجوز وکذالک لو صلی ثلث رکعات بسلام واحد غیر انہ لا یجلس بعد الثانیۃ بل یسردھا سردا اما الوتر بثلث رکعات مع تشہدین وسلام واحد کما ھو مذھب الاحناف منھی عنہ لئلا یتشبہ النفل بالفرض ای صلوٰۃ المغرب"۔ (نزل الابرار ج ۱ صـ۱۲۲)

وتر میں کمال کا ادنیٰ درجہ تین رکعتیں ہیں دو سلاموں سے یہی افضل ہے اور اگر گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھیں تو بھی جائز ہے ایسے ہی اگر تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے، سوائے اس کے کہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ اسے لگاتار پڑھے، رہیں تین رکعات وتر دو تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نفل فرض یعنی مغرب کے مشابہ نہ ہوں۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" وحدیث ایتار بسہ رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت ست بلکہ ازاں نہی آمدہ پس احتیاط در ترک ایتار بسہ رکعت باشد"۔

(عرف الجادی صـ۳۳)

اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ ہے کیونکہ نماز تشہد پڑھ کر ہی ختم کی جاتی ہے نہ کہ تشہد پڑھے بغیر اور ظاہر ہے کہ تشہد قعدہ ہی میں پڑھا جاتا ہے۔

(۸) نماز مغرب اور نماز وتر میں ایک فرق تو یہ ہے کہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۃ نہیں پڑھی جاتی اور وتر کی تیسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں قنوت نہیں ہے وتر کی نماز میں قنوت ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے نوافل نہیں ہیں، لیکن وتر سے پہلے نوافل وغیرہ پڑھنا مسنون ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آپ جتنے چاہیں وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیسا کہ احناف پڑھتے ہیں) منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں۔ تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

" الغرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخر رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد کرنے میں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے"۔ (دستور المتقی صـ۱۲۲)

سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات
نہ پڑھے جائیں۔

ملاحظہ فرمائیے : یہ ہے غیر مقلدین کا مبلغ علم، صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر مستند ترین کتابوں میں درج احادیث مبارکہ سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، عام صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین سب وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے، حضرت حسن بصریؒ تو اس پر اہل اسلام کا اجماع نقل فرما رہے ہیں، اور احادیث مبارکہ ہی سے وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بھی ثابت ہو رہا ہے، اور ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تو وتر کی دوسری رکعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قعدہ فرمانا صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے لیکن غیر مقلدین کی تحقیق یہ ہے کہ تین رکعات وتر دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا منع آیا ہے۔ تین رکعات وتر پڑھنا ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح ستہ کی جن احادیث میں تین رکعات وتر کا تذکرہ ہے وہ احادیث ہی نہیں ہیں، اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ہزاروں لاکھوں بزرگان دین سب کے سب غیر ثابت اور غیر محتاط اور ممنوع چیز پر عمل کرتے رہے، ع **بریں عقل و دانش بباید گریست**

یہ ہے غیر مقلدین کی تحقیق اور حدیث دانی کہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ عمل کو منہی عنہ گردان رہے ہیں۔

قارئین آپ نے غیر مقلدین کا مبلغ علم ملاحظہ فرمایا اور انکا منتہائے

عمل دیکھا اب آپ انصاف سے بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ وغیرہ تو وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھیں اور غیر مقلدین تین رکعات وتر کو منہی عنہ قرار دیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

وجوب القنوت فی جمیع السنة کلها وسنیة رفع الیدین والتکبیر له ومحله قبل الرکوع

وتر میں دعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دعاء قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے

۱- عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی انه سئل عن القنوت فقال حدثنا البراء بن عازب قال سنة ماضية، (اخرجه السراج بحوالہ آثار السنن ص[illegible])

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیؒ سے قنوت وتر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری و ساری سنت ہے (یعنی ایسا طریقہ ہے جو دین میں رواج پذیر ہے)

۲- عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قنت حتی مات و ابوبکر قنت حتی مات و عمر حتی مات۔ (مجمع الزوائد ج۲ ص۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک (دعاء) قنوت پڑھتے رہے حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ
عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے۔

۳۔ عن ابراهيم ان ابن مسعود كان يقنت السنة
كلها فى الوتر قبل الركوع،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہؒ بروایت الامام محمدؒ ص۴۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ وتر میں سارے سال قنوت پڑھتے تھے رکوع میں
جانے سے پہلے۔

۴۔ عن ابراهيم قال عبد الله لا يقنت السنة كلها
فى الفجر و يقنت فى الوتر كل ليلة،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۰۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ تمام سال فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہر رات
وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

۵۔ عن ابراهيم ان القنوت فى الوتر واجب فى
رمضان و غيره قبل الركوع و اذا اردت ان
تقنت فكبر و اذا اردت ان تركع فكبر ايضا،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہؒ بروایت الامام محمد ص۴۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ (دعا) قنوت وتر میں
واجب ہے رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی
رکوع میں جانے سے پہلے، جب تیرا ارادہ قنوت پڑھنے کا ہو تو

تکبیر کہہ اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہو تو بھی تکبیر کہہ۔

۶۔ عن جعفر حدثنى ابو عثمان قال كنا نحن
و عمر يؤم الناس ثم يقنت بنا عند الركوع
يرفع يديه حتى يبدو كفاه و يخرج ضبعيه،

(جزء رفع الیدین للامام البخاریؒ ص۱۸)

حضرت جعفر بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں
کہ ہم سے ابو عثمان نے حدیث نقل کی، فرمایا کہ ہم اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
ہمیں قنوت پڑھاتے تھے، آپ (قنوت کے لیے) رفع یدین
کرتے، اپنی ہتھیلیوں کو کھولتے اور بازو نکالتے۔

۷۔ عن ابى عثمان قال كان عمر يرفع يديه
فى القنوت، (جزء رفع الیدین ص۱۸)

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت
کے لیے رفع یدین کرتے تھے۔

۸۔ عن عبد الله انه كان يقرأ فى آخر ركعة من
الوتر قل هو الله احد ثم يرفع يديه فيقنت
قبل الركعة، (جزء رفع الیدین ص۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ
وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے پھر
دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے
دعا قنوت پڑھتے۔

۹- عن ابراهيم النخعي قال ترفع الايدي في سبع مواطن في افتتاح الصلوٰة و في التكبير للقنوت في الوتر وفي العيدين وعند استلام الحجر وعلى الصفا والمروة وبجمع وعرفات وعند المقامين عند الجمرتين ،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں نماز کے شروع میں، وتر میں قنوت کی تکبیر کیلئے، دونوں عیدوں کی نماز میں، حجر اسود کے استلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، مزدلفہ عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد مقام کے وقت۔

۱۰- عن عبد الله قال ارسلت امي ليلة لتبيت عند النبي صلى الله عليه وسلم فتنظر كيف يوتر فصلى ما شاء الله ان يصلي حتى اذا كان آخر الليل واراد الوتر قرأ بسبح اسم ربك الاعلى في الركعة الاولى وقرأ في الثانية قل يا ايها الكفرون ثم قعد ثم قام ولم يفصل بينهما بالسلام ثم قرأ بقل هو الله احد حتى اذا فرغ كبر ثم قنت فدعا بما شاء الله ان يدعو ثم كبر وركع ،

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۷۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی اللہ کو منظور ہوئی حتی کہ جب رات کا اخیر ہوگیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلىٰ دوسری میں قل یا ایھا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت اور تیسری رکعت میں سلام سے فصل نہیں کیا پھر قل ھو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب آپ قرارت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور دعاء قنوت پڑھی اور اللہ کو جو منظور ہوا دعائیں کیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۱- عن طارق بن شهاب قال صليت خلف عمر صلوٰة الصبح فلما فرغ من القراءة في الركعة الثانية كبر ثم قنت ثم كبر فركع (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت طارق بن شہابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی، جب آپ دوسری رکعت میں قرارت سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی پھر دعاء قنوت پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۲- عن عبد الله كان يكبر حين يفرغ من القراءة ثم اذا فرغ من القنوت كبر وركع ،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۴۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وتر کی نماز میں) جب

قرات سے فارغ ہوتے توتکبیر کہتے پھر جب دعا رقنوت پڑھ کر
فارغ ہوتے توتکبیر کہہ کر رکوع میں جاتے۔

۱۳- عن عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك انك قلت بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا اراه كان بعث قوما يقال لهم القراء زهاء سبعين رجلا الى قوم من المشركين دون اولئك وكان بينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد فقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا يدعو عليهم ، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۶، مسلم ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت عاصم احول ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت (وتر) کے متعلق پوچھا توآپ نے فرمایا قنوت تو تھی، میں نے عرض کیا رکوع سے پہلے یا بعد میں، آپ نے فرمایا پہلے، حضرت عاصم ؒ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے مجھے آپکی جانب سے یہ خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع کے بعد ہے، آپ نے فرمایا اس نے غلط کہا ہے، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینے قنوت پڑھی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستر کے قریب افراد کی ایک جماعت کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ

مشرکین اُن کے علاوہ تھے (جن کے لیے آپ نے بددُعا کی تھی) ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے -- (رکوع کے بعد) قنوت پڑھی آپ ان کے لیے بددُعا فرماتے تھے۔

۱۴- قال عبد العزيز وسأل رجل انسا عن القنوت أبعد الركوع او عند فراغ من القراءة قال بل عند فراغ من القراءة ، (بخاری ج ۲ ص ۵۸۶)

حضرت عبد العزیز ؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا قراءت سے فارغ ہوکر آپ نے فرمایا قراءت سے فارغ ہوکر۔

۱۵- عن ابی بن کعب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلث كان يقرأ في الاولى بسبح اسم ربك الاعلى وفي الثانية بقل يا ايها الكفرون وفي الثالثة بقل هو الله احد ويقنت قبل الركوع (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یاایہا الکفرون، تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور دُعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۶ - عن اُبَیِّ بن کعب اَنَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُوتِرُ فیقنتُ قبلَ الرکوعِ ،
(ابن ماجہ صـ۸۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعار قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے ۔

۱۷- عن ابن عباس قال اوتر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقنت فیھا قبل الرکوع ، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ صـ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وتر پڑھے تو دُعار قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۱۸- عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات و یجعل القنوت قبل الرکوع ،
(مجمع الزوائد ج ۲ صـ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دُعار قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۹- عن عبد اللہ بن مسعود عن ام عبد اللہ قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع ، (جامع المسانید ج ۱ صـ۳۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وتر میں دعار قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی ۔

۲۰- عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ قال کان عبد اللہ لا یقنت فی شیئ من الصلوٰۃ الا فی الوتر قبل الرکعۃ ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ صـ۲۳۸)

حضرت عبدالرحمن بن اسودؒ سے روایت ہے کہ ان کے والد اسودؒ نے فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں دُعار قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں بھی رکوع سے پہلے پڑھتے تھے ۔

۲۱- عن علقمۃ ان ابن مسعود و اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ۳۰۲)

حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام وتر میں دُعار قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے ۔

۲۲- عن ابن عمر قال ارأیتم قیامکم عند فراغ الامام عن السورۃ ھذا القنوت و اللہ انہ لبدعۃ ما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر شھر ثم ترکہ ارأیتم رفعکم ایدیکم فی الصلوٰۃ انہ لبدعۃ ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم علی هذا فقط فرفع یدیه حیال منکبیه،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ جو تم (فجر کی نماز میں) امام کے سورت سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر دعاء قنوت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کے علاوہ ایسا نہیں کیا (صرف ایک ماہ کیا)، پھر اسے چھوڑ دیا، دیکھو یہ جو تم نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعاء قنوت پڑھتے ہو واللہ یہ بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا، پھر آپ نے رفع یدین مونڈھوں تک کر کے دکھایا۔

قال ابو عبد الله (احمد بن حنبل) اذا قنت قبل الرکوع کبر ثم اخذ فی القنوت وقد روی عن عمر رضی الله عنه انه کان اذا فرغ من القراءة کبر ثم قنت ثم کبر حین یرکع وروی ذالك عن علی وابن مسعود والبراء وهو قول الثوری ولا نعلم فیه خلافاً،

(المغنی لابن قدامة الحنبلی ج ۲ ص ۱۶۵)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ رکوع سے پہلے جب دعاء قنوت پڑھے تو تکبیر کہہ لے پھر دعاء قنوت شروع کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے وقت

تکبیر کہتے، یہی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ کا بھی قول ہے اور ہم اس بارے میں کسی کا خلاف نہیں جانتے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) وتر کی نماز میں دعاء قنوت واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۲) سے خصوصاً اور دیگر صحابہ کرام کی احادیث سے عموماً ظاہر ہے۔ کسی بھی صحابی نے آپ سے قنوت کا ترک نقل نہیں کیا اور آپ کا کسی عمل پر اس کو کبھی بھی ترک کئے بغیر مواظبت فرمانا یہ اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اسی۔ یہ صحابہ کرام بھی اس پر مواظبت فرماتے رہے اور اسی وجہ سے جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ قنوت کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

(۲) وتر میں دعاء قنوت پورے سال پڑھنی واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اور ترک ثابت نہیں، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے سال قنوت پڑھنے کی صراحت موجود ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-۴ سے واضح ہے تیسرے حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ ہے کہ قنوت وتر میں رمضان اور غیر رمضان واجب ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے واضح ہے۔

(۳) دعاء قنوت کے لیے تکبیر کہنا مسنون ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکبیر کہی ہے جیسا کہ حدیث ام عبد (نمبر ۱۰) سے واضح ہے۔ عام صحابہ کرام کا بھی اسی پر عمل تھا چنانچہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم قنوت کے لیے تکبیر کہتے

تھے، اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

(۴) دعاء قنوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنا سنت
ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی
اللہ عنہما کی حدیث (۲۲) سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق اور حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قنوت کے لیے رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ
حدیث نمبر ۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

(۵) وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھنی چاہیئے،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے
ہی پڑھا کرتے تھے، آپ کے اس عمل کو حضرت اُبَی بن کعب، حضرت عبداللہ
بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت ام
عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث
نمبر ۱۳ تا ۱۹ سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ مسعود رضی
اللہ عنہما رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے جلیل القدر
تابعی حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عام صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعاء قنوت پڑھا کرتے
تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۱ سے ظاہر ہے۔

(۶) عام دعاؤں کی طرح وتر میں دعاء قنوت پڑھتے ہوئے سینے
تک ہاتھ اٹھائے رکھنا جیسا کہ غیر مقلدین اٹھائے رکھتے ہیں بدعت ہے چنانچہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (نمبر ۲۲) سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین نہ تو دعاء قنوت

کے وجوب کے قائل ہیں، نہ دعاء قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح
سمجھتے ہیں، نہ تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں البتہ
عام دعاؤں کی طرح دعاء قنوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز ان کا
کہنا ہے کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال
کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح
نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا
کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پوری تشفی نہ ہو، ہاں
ہاتھ اٹھانا دعاء میں بیشک ثابت ہے اور دعاء قنوت
بھی ایک دعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا
ہے خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے
(قیام اللیل) البتہ جس طریق سے حنفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر
تحریمہ کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت
نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعاء قنوت کا ثابت
کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے پیچھے دونوں
طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیئے۔"

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۶۳۲)

فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے

"جواب صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت
پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا

کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے،
بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب
بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل الرکوع بھی آیا ہے
ہاتھ اٹھا کر باندھ لینے کا کوئی ثبوت نہیں"۔ (فتاویٰ علمار حدیث ج۴ ص۲۰۹)

عبد الرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

" یجوز القنوت فی الوتر قبل الرکوع وبعدہٗ
والمختار عندی کونہ بعد الرکوع"۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۲۳)

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے'
میرے نزدیک مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے

ملاحظہ فرمائیے : احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عمر فاروق اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ
و تابعین کا دعار قنوت سے پہلے تکبیر کہنا ثابت ہے جیسا کہ احادیث گزریں
اور حضرت امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بارے میں کسی کا خلاف
معلوم نہیں لیکن روپڑی صاحب فرمار ہے ہیں کہ چونکہ ہمیں اسکی صراحت
نہیں ملی اور سلف کا اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے
کہ تکبیر نہ کہی جائے ۔ روپڑی صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت کیا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہما کے عمل میں اس کی صراحت نہیں ہے، کیا یہ لوگ تکبیر کہہ کر معاذ
اللہ کوئی اچھا کام نہیں کرتے تھے ؟ یہ ہیں عمل بالحدیث کے دعویدار
جنہیں قنوت کے لیے تکبیر کی صراحت نظر نہیں آتی ، ہاں عام دعاؤں کی

طرح دعار قنوت بھی وتر میں ہاتھ اٹھا کر پڑھنا جسے حضرت عبد اللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما بدعت فرمارہے ہیں وہ ان کے نزدیک حدیث کے
مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ اور بہتر ہے۔ و لاحول
ولا قوۃ الا باللہ۔

صحیح احادیث (بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ وغیرہ) سے ثابت
ہورہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعار قنوت رکوع میں
جانے سے پہلے پڑھتے تھے، اسی پر جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق
حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت انس اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے
بالکل خلاف رکوع سے اٹھ کر دعار قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و
پسندیدہ عمل ہے۔ غور فرمائیے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ
کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب
ہوسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں لیکن غیر مقلدین کو اس سے کیا غرض انہیں صرف
اپنی سوچ کے مطابق عمل کرنے سے مطلب ہے صحیح ہو یا غلط، قارئین
کرام اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اختیار کرنا یہ حدیث
کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

غیر مقلدین کا ایک جھوٹ

فتاویٰ علمار حدیث میں جو یہ
درج ہے کہ " بخاری شریف
میں رکوع کے بعد ہے" یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں وتر
میں دعار قنوت بعد الرکوع پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں، ورنہ پیش کی جائے

دیدہ باید، ہم پیچھے کئی بار ذکر کر چکے ہیں کہ غیر مقلدین کو اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے کام لینا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کی دروغ گوئیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

صادق سیالکوٹی صاحب کا دھوکہ اور خیانت

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے، انتہائی دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا ہے، چنانچہ انہوں نے ایک تو اپنی کتاب صلوۃ الرسول ص۳۵۹-۳۶۰ کے حاشیہ میں نسائی اور ابوداؤد شریف کے حوالے سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے بزعم خویش یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان میں چونکہ رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے لہذا وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے، ہم نے ان احادیث کو دیکھا ہے ان کا تعلق وتر کے قنوت سے نہیں ہے بلکہ قنوتِ نازلہ سے ہے جو فجر کی نماز میں جہراً پڑھی جاتی ہے، حکیم صاحب نے قنوتِ نازلہ والی احادیث کو قنوتِ وتر سے متعلق کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دھوکے سے کام لیا ہے اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ دوسرے انہوں نے مسلم شریف کی شرح نووی کے ایک باب کا تذکرہ کر کے اس سے بھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وتر میں دعاءِ قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیئے چنانچہ لکھتے ہیں۔

" امام نووی شارح مسلم، باب استحباب القنوت میں فرماتے ہیں

" ومحل القنوت بعد رفع الراس فی الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ" اور قنوت کا محل آخری رکعت میں رکوع

سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ (صحیح مسلم، منہ)"

(صلوۃ الرسول ص۳۶۰ حاشیہ)

اس حوالہ میں حکیم صاحب نے یہ خیانت کی ہے کہ اس کے شروع کا وہ سارا حصہ چھوڑ دیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس کا تعلق قنوتِ نازلہ سے ہے نہ کہ قنوتِ وتر سے، شرح مسلم سے ہم وہ پورا باب نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حکیم صاحب کی خیانت کھل کر آسکے، علامہ نووی رح لکھتے ہیں۔

" باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ والعیاذ باللہ واستحبابہ فی الصبح دائما وبیان ان محلہ بعد رفع الراس من الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ واستحباب الجہر بہ"۔ (مسلم ج۱ ص۲۳۷)

نواب وحید الزماں صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

" باب، جب مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو تو نمازوں میں بلند آواز سے قنوت پڑھنا اور اللہ کے ساتھ پناہ مانگنا مستحب ہے اور اس کا محل و مقام آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے اور صبح کی نماز میں قنوت پر دوام مستحب ہے۔"

(مسلم شریف مترجم ج۲ ص۲۰۱)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس باب کا تعلق قنوتِ نازلہ سے ہے نہ کہ قنوتِ وتر سے لیکن چونکہ اس سے صادق سیالکوٹی صاحب کے موقف پر زد پڑتی ہے اس لیے انہوں نے اس کو پورا ذکر نہیں کیا۔

جواز سنة الفجر عند شروع الامام فی الفریضة

فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا،

(مسلم ج ۱ ص ۲۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہیں۔

۲۔ عن عائشة قالت لم یکن النبی صلی الله علیہ وسلم علی شیئ من النوافل اشد تعاھدًا منہ علی رکعتی الفجر، (بخاری ج ۱ ص ۱۵۶ مسلم ج ۱ ص ۲۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

۳۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تدعوھما وان طردتکم الخیل،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

۴۔ عن ابی اسحٰق قال حدثنی عبد الله بن ابی موسیٰ عن ابیہ حین دعاھم سعید بن العاص دعا ابا موسیٰ وحذیفة وعبد الله بن مسعود قبل ان یصلی الغداۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوٰۃ فجلس عبد الله الی اسطوانة من المسجد فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوٰۃ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابواسحٰق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوموسیٰ (اشعریؓ) کے صاحبزادے عبد اللہؓ نے اپنے والد کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی جب کہ ان کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بلایا کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز سے پہلے بلایا، پھر جب یہ حضرات ان کے پاس سے نکلے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہو گئے۔

۵۔ عن عبد الله بن ابی موسیٰ قال جاء ابن مسعود والامام یصلی الصبح فصلی رکعتین الی ساریة

و لم یکن صلی رکعتی الفجر،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص۲۷۷)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکے تھے۔

۶۔ عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن عبد اللہ انہ دخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ فصلی رکعتی الفجر، (طحاوی ج ۱ ص۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعریؓ) سے روایت ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھا تو (پہلے) آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

۷۔ عن حارثۃ بن مضرب ان ابن مسعود وابا موسیٰ خرجا من عند سعید بن العاص فاقیمت الصلوٰۃ فرکع بن مسعود رکعتین ثم دخل مع القوم فی الصلوٰۃ واما ابو موسیٰ فدخل فی الصف، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۲۵۱)

حضرت حارثہ بن مضربؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو فجر کی جماعت کھڑی

ہو گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدھے صف میں داخل ہو گئے۔

۸۔ عن مالک بن مغول قال سمعت نافعاً یقول اَیقظتُ ابنَ عمرَ لِصلوٰۃ الفجر وقد اقیمت الصلوٰۃ فقام فصلی رکعتین (طحاوی ج ۱ ص۲۵۵)

حضرت مالک بن مغولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافعؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فجر کی نماز کے لیے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی، آپ اٹھے اور (پہلے) دو رکعتیں پڑھیں۔

۹۔ عن محمد بن کعب قال خرج عبد اللہ بن عمر من بیتہ فاقیمت صلوٰۃ الصبح فرکع رکعتین قبل ان یدخل المسجد وھو فی الطریق ثم دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس، (طحاوی ج ۱ ص۲۵۸)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔

۱۰۔ عن زید بن اسلم عن ابن عمر انہ جاء والامام

يصلى الصبح ولم يكن صلى الركعتين قبل الصبح فصلاهما فى حجرة حفصة ثم انه صلى مع الامام (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت زید بن اسلمؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کی نماز کے لیے) تشریف لائے تو امام نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سنتیں ادا کیں پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

۱۱۔ عن ابى مجلز قال دخلت المسجد فى صلوٰة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس والامام يصلى فاما ابن عمر فدخل فى الصف واما ابن عباس فصلى ركعتين ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس فقام فركع ركعتين، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

۱۲۔ عن ابى عثمان الانصارى قال جاء عبد الله بن عباس والامام فى صلوٰة الغداة ولم يكن صلى الركعتين فصلى عبد الله بن عباس الركعتين خلف الامام ثم دخل معهم، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو عثمان انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (فجر کی نماز کے لیے مسجد) تشریف لائے تو امام نماز میں تھا اور آپ نے دو رکعتیں (سنت کی) نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے دو رکعت سنت امام کے پیچھے پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ شریک (جماعت) ہو گئے

۱۳۔ عن ابى الدرداء انه كان يدخل المسجد والناس صفوف فى صلوٰة الفجر فيصلى الركعتين فى ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم فى الصلوٰة (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لاتے تو لوگ فجر کی نماز کی صف باندھے کھڑے ہوتے، آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت (سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۴- عن ابی عثمان النهدی قال کنا نأتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وهو فی الصلوٰة فنصلی فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوٰتهم ،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے، ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاتے۔

۱۵- عن حصین قال سمعت الشعبی یقول کان مسروق یجیئ الی القوم وهم فی الصلوٰة ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوٰتهم،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حصینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاتے۔

۱۶- عن الحسن انه کان یقول اذا دخلت المسجد

ولم تصل رکعتی الفجر فصلهما وان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو پہلے وہ سنتیں پڑھ لو اگرچہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہوجاؤ۔

۱۷- انا یونس قال کان الحسن یقول یصلیهما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوٰتهم

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ہشیمؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت یونسؒ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ فجر کی دو سنتیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ انکی نماز میں شریک ہوجائے۔

۱۸- عن سعید بن جبیر انه جاء الی المسجد والامام فی صلوٰة الفجر فصلی الرکعتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں۔

۱۹- عن مجاهد قال اذا دخلت المسجد والناس في صلوٰة الصبح ولم تركع ركعتي الفجر فاركعهما وان ظننت أن الركعة الاولىٰ تفوتك

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۵۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہو جائے گی۔

۲۰- عن علي قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الركعتين عند الاقامة، (ابن ماجہ ص ۸۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دو رکعتیں اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

۲۱- عن علي رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي ركعتي الفجر عند الاقامة

(مسند احمد ج ۱ ص ۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت (سنت) اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے

۲۲- مالك عن هشام بن عروة عن ابيه ان عبد الله بن مسعود قال ما ابالي لو اقيمت صلوٰة الصبح وانا اوتر، (موطا امام مالک ص ۱۱۱)

حضرت امام مالک حضرت عروہ کے صاحبزادے ہشام سے اور وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کہی جا چکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں۔

۲۳- مالك عن يحيى بن سعيد انه قال كان عبادة بن الصامت يؤم قوما فخرج يوما الى الصبح فاقام المؤذن صلوٰة الصبح فاسكته عبادة حتى اوتر ثم صلى بهم الصبح،

(موطا امام مالک ص ۱۱۱)

حضرت امام مالک حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو مؤذن نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی آپ نے اسے چپ کروایا یہاں تک کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔

۲۴- مالك عن عبد الرحمٰن بن القاسم انه قال سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة يقول اني لاوتر وانا اسمع الاقامة او بعد الفجر يشك عن عبد الرحمٰن اي ذالك قال،

(موطا امام مالک ص ۱۱۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عبد الرحمٰن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ بن عامر بن

ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وتر پڑھوں گا، اگرچہ میں اقامت سن رہا ہوں یا فجر کے بعد، حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ کی جانب سے شک ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہؓ نے کیا کہا ہے۔

۲۵۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة الا رکعتی الصبح (السنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص۴۸۳ قال الشیخ العثمانی بعد البحث عن اسناده فهذا الاسناد ایضا حسن۔ اعلاء السنن ج۲ ص۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں ماسوا فجر کی دو رکعت سنت کے (کہ وہ جائز ہیں)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ اگر اسے دوسری رکعت ملنے کا یقین ہو تو وہ مسجد سے باہر کسی جگہ ورنہ مسجد کے دروازے کے پاس یا مسجد کے کسی گوشے یا ستون کی آڑ میں جماعت کی صفوں سے ہٹ کر ان سنتوں کو ادا کرے اور پھر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکی تاکید بہت فرمائی ہے دوسرے صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم، اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو عثمان نہدی، حضرت مسروق حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا عمل تھا کہ یہ حضرات فجر کی نماز کے لیے جب مسجد میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے دو رکعت سنت ادا کر لیتے تھے پھر جماعت میں شریک ہو جاتے تھے، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت مجاہدؒ دونوں یہی فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو اسے چاہیئے کہ پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۶۔۱۷ اور ۱۹ سے ظاہر ہے نیز حدیث نمبر ۲۰۔۲۱ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اقامت

کے وقت فجر کی سنتیں ادا فرما لیتے تھے، حدیث نمبر ۲۲۔۲۳۔۲۴ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبادہ بن صامت حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم عین اقامت کے وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے، لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے رسولِ خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

" اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انورؐ نے لاصلوٰۃ فرما کر ہر نماز کی نفی فرما دی ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول ص۲۴۲)

جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتی عبدالستار ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال :۔ زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں، بکر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کو چاہیئے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے کس کا قول صحیح ہے،

جواب :۔ زید کا قول صحیح ہے بکر کا غلط ہے بلکہ اغلط ہے، حدیث شریف میں ہے اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبة یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی بموجب حدیث ہذا ہر وہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے خدا اور رسول کا نافرمان ہے جیسا کہ آج کل احناف کی جملہ مساجد میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے یہ سراسر نبی علیہ السلام کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے ومن یعص الله ورسوله ویتعد

حدوده یدخله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین" (فتاوی ستاریہ ج ۳ صفـ۹)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

" ولا یجوز له الشروع فی ای صلوٰة اذا اقیمت الصلوٰة المکتوبة ولا فرق بین رکعتی الفجر وغیرها فی هذا الحکم ولا بین ان یؤدیها فی المسجد ام خارجه عند بابه "

(نزل الابرار ا صـ۱۳۲)

اور کسی بھی نماز کو شروع کرنا جائز نہیں ہے جب کہ فرض نماز کی اقامت ہو جائے اور اس حکم میں فجر وغیرہ نمازوں کی سنتوں میں کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرق ہو سکتا ہے کہ نمازی وہ سنتیں مسجد میں ادا کرے یا مسجد سے باہر دروازے کے پاس۔

ملاحظہ فرمائیے : جلیل القدر صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا عمل

تو صحیح احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے سنتیں پڑھتے تھے پھر جماعت میں شریک ہوتے تھے، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مجاہدؒ دونوں بزرگ یہی فتویٰ دیتے تھے، لیکن غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتوے دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز ہے رسولِ خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وارشادات نہ تھے؟ کیا ان ہستیوں کو احادیث کی سمجھ نہ تھی؟ کیا یہ صحابہؓ و تابعین رسولِ خدا کے نافرمان تھے؟

کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب جہنمی ہیں؟

قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان فتوؤں کی زد میں آ رہا ہے؟ کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ و تابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُسے بے دھڑک ناجائز کہہ دیا جائے قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاضطجاع بعد رکعتی الفجر

فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے

۱۔ عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی باللیل احدی عشرة رکعة یوتر منها بواحدة فاذا فرغ منها اضطجع علی شقه الایمن حتی یأتیه المؤذن فیصلی رکعتین خفیفتین،

(مسلم ج ۱ صـ۲۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے جن میں سے ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے تھے جب آپ فارغ ہو جاتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آتا تو آپ دو رکعتیں بہت ہلکی سی پڑھتے۔

۲۔ عن عائشة قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقه الایمن " (بخاری ج ۱ صـ۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔

۳۔ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلیٰ سنۃ الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یؤذنَ بالصلوٰۃ۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے ورنہ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔

۴۔ عن ابن جریج قال اخبرنی مَنْ اُصَدِّقُ ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع الفجر یصلی رکعتین خفیفتین ثم یضطجع علیٰ شقہ الایمن حتی یاتیہ المؤذن فیؤذنہ بالصلوٰۃ لم یضطجع لِسنۃٍ ولکنہ کان یَدْأَبُ لیلہ فیستریح قال فکان ابن عمر یحصبھم اذا رآھم یضطجعون علی ایمانھم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۳)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد ہلکی سی دو رکعتیں پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن آکر آپ کو نماز کی اطلاع کرتا آپ اس لیے نہیں لیٹتے تھے کہ یہ سنت ہے بلکہ اس وجہ سے لیٹتے تھے کہ رات کو آپ تھک جاتے تھے۔ اب کچھ آرام کر لیں۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں کو اپنے دائیں پہلو پر لیٹا ہوا دیکھتے تھے تو انہیں پتھر مارتے تھے۔

۵۔ عن سعید بن المسیب قال رأی ابن عمر رجلا یضطجع بین الرکعتین فقال احصبوہ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعتیں پڑھ کر لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسے پتھر مارو۔

۶۔ عن ابی الصدیق الناجی قال رأی ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد رکعتی الفجر فارسل الیھم فنھاھم فقالوا نرید بذالک السنۃ فقال ابن عمر ارجعُ الیھم فاخبرھم انھا بدعۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۲۴۹)

ابو الصدیق ناجیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو فجر کی سنتوں کے بعد لیٹے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ایسا نہ کریں ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور

انہیں بتلاؤ کہ یہ بدعت ہے۔

۷- عن عبد الله بن عمر انه رأى رجلا ركع ركعتى الفجر ثم اضطجع فقال ابن عمر ماشانه فقال نافع فقلت يفصل بين صلوٰة قال ابن عمر و اى فصل افضل من السلام،

(موطا امام محمد ص ۱۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کیا ہوگیا؟ حضرت نافع رح کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان فصل کر رہا ہے آپ نے فرمایا "سلام" سے بڑھ کر فصل والی چیز کونسی ہوگی؟

۸- عن ابراهيم قال قال عبد الله ما بال الرجل اذا صلى الركعتين يتمعك كما يتمعك الدابة والحمار اذا سلم فقد فصل،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہوگیا کہ (فجر کی) دو رکعت (سنت) پڑھ کر گھوڑے گدھے کی طرح لوٹتا ہے جب سلام پھیر چکے تو بیٹھ جاتے پھر نماز پڑھے۔

۹- عن مجاهد قال صحبت ابن عمر فى السفر والحضر فما رأيته اضطجع بعد ركعتى الفجر

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر و حضر میں رہا ہوں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹے ہوں۔

۱۰- عن سعيد بن جبير قال لا يضطجع بعد الركعتين قبل الفجر واضطجع بعد الوتر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۹)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر فجر کی نماز سے پہلے نہ لیٹو ہاں وتر کے بعد لیٹ جاؤ۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو تہجد کی نماز پڑھ کر اور کبھی فجر کی سنتیں پڑھ کر آرام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے اور کبھی نہیں بھی لیٹتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے رہتے ورنہ لیٹ جاتے۔

(۲) آپ کا یہ لیٹنا بطور عبادت کے نہیں تھا بطور عادت کے تھا یعنی آپ چونکہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تھے اس لیے ذرا آرام فرمانے کے لیے لیٹ جاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے واضح ہے

(۳) صحابہ کرام اور تابعین عظام مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر سنت سمجھ کر لیٹنے کو پسند نہیں کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح کسی کو لیٹتا دیکھتے تو اسے پتھر مار کر اٹھاتے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ نے اسی طرح لیٹے دیکھا تو منع کیا، انہوں نے کہا ہم تو ادائیگی سنت کی غرض سے

لیٹتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ سمجھ کر لیٹنا بدعت ہے (نہ کہ سنت) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح سے لیٹنے کو گھوڑے گدھے کے لوٹنے کی طرح قرار دیتے تھے۔

انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بطور عادت کے فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس طرح لیٹنے کو سنت نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید نہ فرماتیں اور صحابہؓ و تابعین اسے برا نہ سمجھتے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے اور غیر مقلدین کے امام و مقتدیٰ ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سنتیں پڑھ کر نہ لیٹا تو اس کی فجر کی نماز صحیح نہیں ہوگی، چنانچہ

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

"ویُسَنُّ الاضطجاع علی جنب الایمن بعد رکعتی الفجر و قال ابن حزم من اصحابنا ان الاضطجاع بعد سنۃ الفجر فرض من شرائط صحۃ الصلوٰۃ و تفرد بھذا القول"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۵)

اور مسنون ہے دائیں پہلو پر لیٹنا فجر کی سنتیں پڑھ کر، ہمارے اصحاب میں سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے

اور وہ اپنے اس قول میں متفرد ہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے"۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۲۵۰)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"وبعد ازیں ہر دو اضطجاع بر شق ایمن سنت ست و بدان امر وارد گشتہ" (عرف الجادی ص ۲۳)

اور ان دونوں رکعتوں (فجر کی سنتوں) کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے اور اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عمل کے متعلق خود صراحت فرما رہی ہیں کہ وہ عمل آپ بطور عادت کے کرتے تھے بطور عبادت کے نہیں اور کبھی یہ نہیں بھی کرتے تھے، اور جس تابعین اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے سنت سمجھ کر کرنے کو بدعت قرار دیتے تھے اور گھوڑے گدھے کے عمل سے تشبیہ دیتے تھے وہ عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت اور ان کے پیشوا کے نزدیک فرض ہے بلکہ فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جس کے بغیر فجر کی نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔

غور فرمائیے اگر یہ عمل سنت ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس کی تردید کیوں کرتیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے کرنے پر پتھر کیوں مارتے اور اسے بدعت کیوں قرار دیتے ؛ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے گھوڑے گدھے کے عمل سے تشبیہ کیوں دیتے۔ صحابہ کرام کا طرز عمل بتلا رہا ہے کہ یہ عمل مسنون نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر اسے

صرف مسنون ہی نہیں فرض قرار دے رہے ہیں۔
قارئین محترم آپ فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراھۃ قضاء رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھٰی عن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس،

(بخاری ج ۱ ص ۸۲، مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ واللفظ لمسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم عمر بن الخطاب وکان احبھم الیّ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھٰی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب الشمس،

(بخاری ج ۱ ص ۸۲، مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ واللفظ لمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام سے کہ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ عن عطاء بن یزید اللیثی انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ الفجر حتی تطلع الشمس، (بخاری ج ۱ ص ۸۲، مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ واللفظ لمسلم)

حضرت عطاء بن یزید اللیثیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

۴۔ عن عمرو بن عبسۃ السلمی (فی حدیث طویل) فقلت یا نبی اللہ اخبرنی عما علمک اللہ واجھلہ اخبرنی عن الصلوٰۃ قال صل صلوٰۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ حتی تطلع الشمس حتی ترتفع فانھا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطٰن وحینئذ یسجد لھا الکفار ثم صل فان الصلوٰۃ مشھودۃ محضورۃ حتی یستقل الظل

بالرمح ثم اَقْصِرْ عن الصلوة فان حينئذٍ تُسْجَر جهنم فاذا اقبل الفيئ فصل فان الصلوة مشهودة محضورة حتى تصلى العصر ثم اقصر عن الصلوة حتى تغرب الشمس فانها تغرب بين قرنى شيطان و حينئذ يسجدلها الكفار، (مسلم ج ۱ صفحہ ۲۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۱)

حضرت عمرو بن عبسہ سُلَمی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کے بارے میں بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی اور میں اس سے ناواقف ہوں مجھے نماز کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ پھر نماز سے رُک جا حتیٰ کہ سورج نکل کر بلند ہو جائے کیونکہ سورج جب نکلتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزے کا نیزہ پر قائم ہو جائے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو پھر نماز سے رُک جا کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ کیونکہ فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے پھر نماز سے رُک جا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔

۵- عن ابی هريرة قال كان النبي صلى الله عليه

وسلم اذا فاتته ركعتا الفجر صلاهما اذا طلعت الشمس، (مشکل الآثار ج ۴ ص، بحوالہ المعتصر من المختصر ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو آپ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتے۔

۶- عن زرارة بن اوفى ان المغيرة بن شعبة قال تخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر هذه القصة قال فاتينا الناس وعبد الرحمن بن عوف يصلى بهم الصبح فلما رأى النبي صلى الله عليه وسلم اراد ان يتأخر فأومأ اليه ان يمضى فصليت انا والنبي صلى الله عليه وسلم خلفه ركعة فلما سلم قام النبي صلى الله عليه وسلم فصلى الركعة التى سبق بها ولم يزد عليها شيئاً،

(ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰)

حضرت زرارہ بن اوفیٰ ؒ سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اس سفر کا پورا قصہ ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم ان لوگوں کے پاس (جو شریک سفر تھے) پہنچے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ انہیں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ

نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں۔ پس میں نے اور نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی پھر
جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے
ہو گئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی اور اس سے زیادہ کوئی
نماز نہیں پڑھی۔

٧۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم من لم يصل ركعتي الفجر
فليصلهما بعد ما تطلع الشمس (ترمذی ج ١ ص ٩٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج
نکلنے کے بعد پڑھے۔

٨۔ عن ابن سيرين عن ابن عمر انه صلاهما
بعد اضحى، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٥٥)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی
سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں۔

٩۔ مالك انه بلغه ان عبد الله بن عمر فاتته ركعتا الفجر
فقضاهما بعد ان طلعت الشمس (مؤطا امام مالک ص ١١٢)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد
پڑھتے تھے۔

١٠۔ عن ابی مجلز قال دخلت المسجد في صلوٰة
الغداة مع ابن عمر وابن عباس والامام يصلي
فاما ابن عمر فدخل في الصف واما ابن عباس
فصلى ركعتين ثم دخل مع الامام فلما سلم
الامام قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس

فقام فركع ركعتين، (طحاوی ج ١ ص ٢٥٧)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز
پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے اور حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے
کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج
طلوع ہو گیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں۔

١١۔ عن يحيى بن سعيد قال سمعت القاسم يقول
اذا لم اصلهما حتى اصلي الفجر صليتهما بعد
طلوع الشمس، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٥٥)

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم (ابن محمد)
رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں نے فجر کی سنتیں فجر کی
نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ سورج طلوع ہونے
کے بعد پڑھتا ہوں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع
ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز جائز
نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے
سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ١-٢-٣ سے واضح ہے، فجر کی سنتوں
کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سنتیں فجر کے فرضوں سے پہلے پڑھنے

سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جائیں جیسا کہ حدیث نمبر ۲
سے ظاہر ہے، خود آپ کا اپنا معمول بھی یہی تھا کہ اگر آپ کی سنتیں رہ جاتیں
تو سورج طلوع ہونے کے بعد ہی ادا فرماتے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے ظاہر
ہے۔ ایک دفعہ دورانِ سفر ایسا اتفاق ہوا کہ صحابہ کرام آگے چلے گئے۔ فجر کی
نماز کا وقت ہوا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھانی
شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے تو ایک رکعت ہو چکی تھی، آپ
نے دوسری رکعت ان کی امامت میں ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف
رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو آپ نے اُٹھ کر صرف رہ جانے والی رکعت
ادا کی سنتیں نہیں پڑھیں، یہی معمول صحابہ کرام اور تابعین عظام کا تھا، چنانچہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو انتہائی متبع سنت صحابی ہیں ان کا
معمول تھا کہ ان کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتے
نہ کہ فرضوں کے بعد، جیسا کہ حدیث نمبر ۸-۹ سے واضح ہے۔ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ اپنا معمول ذکر فرماتے
ہیں کہ اگر میری فجر کی سنتیں رہ جاتی ہیں تو میں انہیں سورج نکلنے کے بعد ہی
ادا کرتا ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر
کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا
کر لی جائیں۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں
تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں" (دستور المتقی ص ۱۰۴)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور
سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت
پڑھنی شروع کر دیں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز
نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں
پڑھ لیں۔" (صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۱)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں کہ فجر کی
نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کسی
کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے، خود آپ کا
معمول بھی یہی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر مقلدین حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابہ و تابعین کے عمل کے سامنے ہوتے
ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنے سے روکنے کی
کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

قارئین کرام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے
باوجود کسی عمل کو اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التنفل قبل المغرب

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے

۱۔ عن طاؤس قال سئل بن عمر عن الرکعتین قبل
المغرب فقال ما رأیت احدا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یصلیھا ورخص فی الرکعتین بعد العصر
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۲)

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ کسی نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو

٢- عن حماد قال سألت ابراهيم عن الصلوٰة قبل المغرب فنهانى عنها وقال ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم وابا بكر وعمر لم يصلوها،

(كتاب الآثار للامام ابى حنيفة برواية الامام محمد ص٣٢)

حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نہیں پڑھتے تھے

٣- عن ابراهيم قال لم يصل ابو بكر ولا عمر ولا عثمان الركعتين قبل المغرب،

(مصنف عبد الرزاق ج٢ ص٤٣٥)

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔

٤- عن ابن المسيب قال كان المهاجرون لا يركعون الركعتين قبل المغرب وكانت الانصار تركع بهما

(مصنف عبد الرزاق ج٢ ص٤٣٥)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات مہاجرین رض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل نہیں پڑھتے تھے حضرات انصار رض پڑھتے تھے۔

٥- عن عبد الله بن بريدة عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال بين كل اذانين صلوٰة الا المغرب،

(كشف الاستار عن زوائد مسند البزار ج١ ص٣٣٤)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

٦- عن جابر قال سألنا نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيتن رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى الركعتين قبل المغرب فقلن لا غير ان ام سلمة قالت صلاهما عندى مرة فسألته ما هذه الصلوٰة فقال نسيت الركعتين قبل العصر فصليتهما الآن،

(رواه الطبرانى فى كتاب مسند الشاميين بحواله نصب الراية ج٢ ص١٤١)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک مرتبہ آپ نے دو رکعتیں میرے

پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کون سی نماز ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی بھول گیا تھا وہ میں نے اب پڑھی ہیں۔

۷۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ قال حدثنی عبد اللہ المزنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوا قبل صلوٰۃ المغرب قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔

۸۔ عن مرثد بن عبد اللہ الیزنی قال اتیت عقبۃ بن عامر الجھنی فقلت الا اعجبک من ابی تمیم یرکع رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب فقال عقبۃ انا کنا نفعلہ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت فما یمنعک الآن قال الشغل،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا میں آپکو ابو تمیم

کی تعجب انگیز بات سناؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دور رسالت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا تو اب کیا رکاوٹ پیش آگئی آپ نے فرمایا مصروفیت

۹۔ عن السائب بن یزید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تزال امتی علی الفطرۃ ماصلوا المغرب قبل طلوع النجم، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز ستارہ نکلنے سے پہلے پڑھتی رہے گی

۱۰۔ عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا المغرب لفطر الصائم وبادروا طلوع النجم رواہ احمد و لفظہ عند الطبرانی صلوا صلوٰۃ المغرب مع سقوط الشمس،

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز روزہ دار کے افطار کے وقت پڑھ لو اور ستارے کے نکلنے پر سبقت کرو (یعنی ستارہ نکلنے سے پہلے پہلے پڑھ لو) یہ روایت امام احمدؒ نے ذکر کی ہے اس روایت کے الفاظ طبرانی میں اس طرح ہیں کہ تم مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھ لو۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ جانا ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (ے) سے واضح ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے قبل المغرب دو نفل پڑھنا ثابت نہیں، جیساکہ حدیث ۱-۲-۳-۴ سے ظاہر ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرماکر کہ "ہر دو اذانوں (یعنی اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے" مغرب کی نماز کو مستثنیٰ فرمادیا ہے جیساکہ حدیث ۵ سے واضح ہے۔

(۴) ابتدائی دور میں صحابہ کرام نے یہ نفل پڑھے ہیں لیکن بعد میں یہ بالکل متروک ہو گئے، چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۸) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت مرثد بن عبداللہ یزنیؒ نے ابو تمیم عبداللہ بن مالکؓ کو یہ نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو بہت متعجب ہوئے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے آکر کہنے لگے کہ آپ کو ابو تمیم کی تعجب انگیز بات بتاؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے انکے تعجب کو یہ جواب دے کر دور کیا کہ یہ تو دورِ رسالت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے، اس روایت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ دورِ صحابہ و تابعین ہی میں یہ نفل متروک ہو گئے تھے ورنہ ان کے پڑھے جانے پر کسی کو تعجب نہ ہوتا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز جلدی ادا کرلینے کی تاکید فرمائی ہے۔

انہی احادیث و آثار کے پیشِ نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز

سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت نہیں ہیں بلکہ اگر کوئی انہیں سنت سمجھ کر پڑھے گا تو ایسی صورت میں یہ مکروہ ہوں گے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

دوسرے اگر کوئی ان نفلوں میں لگ کر مغرب کی نماز میں تعویق و تاخیر کرے گا تو تاخیرِ مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت ہے صرف یہی نہیں بلکہ ان نفلوں کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے،

چنانچہ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"قبل نماز مغرب دو رکعت سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کو اذان اور اقامت کے درمیان پڑھنا چاہیئے .... مغرب کی اذان ختم ہونے کے ساتھ ہی .. دفعہ درود پڑھنا چاہیئے، اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ آخر تک پڑھنا چاہیئے پھر سنت شروع کرنی چاہیئے اور مغرب کی سنتیں فجر کی سنت کی طرح ہلکی پڑھنی چاہیئے۔" (فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۳۲)

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے شیخ الحدیث مولوی احمد اللہ صاحب رقمطراز ہیں۔

"مغرب کے پہلے سنتیں پڑھنے والے کو کوئی روکے یا اسکو سنت نہ سمجھے وہ ظالم اور بدعتی ہے۔" (فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۳۵)

ملاحظہ فرمائیے: جن نوافل کا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے پڑھنا ثابت نہیں جن کے سنت سمجھ کر پڑھنے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود مکروہ قرار دے رہے ہیں وہ نوافل غیر مقلدین کے یہاں مسنون ہیں

اوران کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے یہ غیر مقلدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں روکا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ لگاتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کی زد میں کون کون آسکتا ہے؟ شانِ اجتہاد میں جو منہ میں آیا اگل دیا۔

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب التراویح

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں

۱۔ عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرغب في قيام رمضان من غير ان يأمرهم فيه بعزيمة فيقول من قام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذالك ثم كان الامر على ذالك في خلافة ابي بكر وصدراً من خلافة عمر على ذالك،

(مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکیدی حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں میں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب

کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

۲۔ عن عبد الرحمٰن بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك و تعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه فمن صامه وقامه ايماناً واحتساباً خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه (نسائی ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

۳۔ عن عروة ان عائشة اخبرته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلوته فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثر منهم فصلى فصلوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل

المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله
صلى الله عليه وسلم فصلى فصلوا بصلوته فلما
كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله
حتى خرج لصلوٰة الصبح فلما قضى الفجر اقبل
على الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم يخف
على مكانكم لكنى خشيت ان تفرض عليكم
فتعجزوا عنها فتوفى رسول الله صلى الله
عليه وسلم والامر على ذالك ،

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ ، مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے
آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی
نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) آپس
میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہوگئی،
پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ
وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری
رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب
چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوگئی
(اس) رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہی تشریف
لے گئے جب نماز ادا کرلی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں
تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں نماز تم پر فرض نہ ہوجائے اور تم اس کے
ادا کرنے سے عاجز ہوجاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے
تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

۴- عن ابی ذر صمنا مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم رمضان فلم يقم بنا شيئا من الشهر
حتى بقى سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل
فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت
الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل فقلت
يارسول الله لو نفلتنا قيام هذه الليلة قال فقال
ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف حسب
له قيام ليلة قال فلما كانت الرابعة لم يقم
فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه
والناس فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح
قال قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم يقم
بنا بقية الشهر، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے
مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی
رہ گئے تو (تیئسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک
کہ تہائی رات گزر گئی - جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی

چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔
(یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی
حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے
فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے
گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو
آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب
تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور
دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں)
اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح
رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیر رح کہتے ہیں میں نے عرض کیا
فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز
نہیں پڑھائی۔

۵۔ عن ثعلبة بن ابی مالك القرظی قال
خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات
لیلة فی رمضان فرأی ناسا فی ناحیة المسجد
یصلون فقال ما یصنع هؤلاء قال قائل
یا رسول الله هؤلاء ناس لیس معهم قرآن
وابی بن كعب یقرأ وهم معه یصلون

بصلوته قال قد احسنوا أو قد اصابوا
ولو یكره ذالك لهم۔
(معرفة السنن والآثار للامام البیہقی ج ۴ ص ۳۹)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات مسجد تشریف
لائے تو لوگوں کو مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایک کہنے والے نے
کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے
ابی بن کعب رض (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء
میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا یا
یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی

۶۔ عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
كان یصلی فی رمضان عشرین ركعة والوتر،
(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۲۹۴، بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶، معجم طبرانی
کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳، مسند عبد بن حمید ص ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور
وتر پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن جابر بن عبد الله قال خرج النبی صلی الله علیه
وسلم ذات لیلة فی رمضان فصلی الناس اربعة وعشرین
ركعة واوتر بثلاثة، (تاریخ جرجان لابی قاسم حمزة بن یوسف السهمی م ۴۲۷ ص ۱۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۴ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں

۸- عن عبدالرحمن بن عبدالقاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ و یصلی الرجل فیصلی بصلاتہ الرھط فقال عمر انی اری لو جمعت ھؤلاء علی قارئٍ واحدٍ لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب ثم خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم قال عمر نعم البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز

پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کرلیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

۹- عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النھار ولا یحسنون ان یقرؤا فلو قرأت علیھم باللیل فقال یا امیر المؤمنین ھذا شیٔ لم یکن فقال قد علمت ولکنہ حسن فصلی بھم عشرین رکعۃ، رواہ ابن منیع (کنز العمال ج ۸ ص ۴۰۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو

رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرارت نہیں کر سکتے اگر تم رات کو ان پر قرآن پڑھا کرو تو اچھا ہو، حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین پہلے ایسے نہیں ہوا - آپ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں -

۱۰- عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لهم عشرین رکعة، الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۰، جامع المسانید والسنن للحافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے -

۱۱- عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت یحیی بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے -

۱۲- عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة و یوتر بثلث، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت عبد العزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات

پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات -

۱۳- عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعة، (موطا امام مالک ج ۱ ص ۹۸، سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت یزید بن رومان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان میں تئیس رکعات پڑھا کرتے تھے (۲۰ تراویح ۳ وتر)

۱۴- قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیها القراءة و یوترون بثلث، (مختصر قیام اللیل ص ۱۵۷)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے جن میں خوب لمبی قرارت کرتے تھے اور وتر تین رکعات پڑھتے تھے -

۱۵- عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة قال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنه من شدة القیام، (سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابۂ کرام) حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس
رکعتیں پڑھتے تھے، حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ
لوگ تراویح میں مئین سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی
لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۱۶۔ محمد بن جعفر قال حدثنی یزید بن خصیفۃ
عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر
بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر،

(معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۴۲)

محمد بن جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت یزید بن
خصیفہ رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہ
وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں
بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام احمد بن حنبل وقد جاء عن عمر انہ
کان یصلی فی الجماعۃ (المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ تراویح جماعت
کے ساتھ پڑھتے تھے۔

روی اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال سألت
ابا حنیفۃ عن التراویح وما فعلہ عمر رضی اللہ

عنہ فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یتخرصہ
عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا
ولم یأمر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ ص ۲۲۴)

حضرت اسد بن عمروؒ حضرت قاضی ابو یوسفؒ سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے
تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس
کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعات خود اپنی طرف سے مقرر
ومتعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے
تھے آپ نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی
اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں

۱۷۔ عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی اللہ
عنہ قال دعی القراء فی رمضان فامر منہم
رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان
علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم،

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابو عبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قرا حضرات کو بلایا اور ان
میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے
حضرت ابو عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں
وتر پڑھاتے تھے۔

۱۸۔ عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی
بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ،
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۹۳)

حضرت ابوالحسناءؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات
تراویح پڑھایا کرے۔

قال احمد (بن حنبل) کان جابر و علی و عبد اللہ
یصلونها فی جماعۃ، (المغنی لابن قدامۃ ج۲ ص۱۶۸)

حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر حضرت
علی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ
ادا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۱۹۔ عن زید بن وهب قال کان عبد اللہ بن مسعود
یصلی بنا فی شهر رمضان فینصرف و علیه لیل
قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر
بثلاث، (مختصر قیام اللیل للمروزی ص۱۵۷)

حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب
فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعمش رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس
رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع

قال المحدث الفقیہ محمد بن قدامۃ الحنبلی المتوفیٰ ۵۹۵ھ
"روی مالک عن ابن رومان قال کان الناس
یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلث و
عشرین رکعۃ و عن علی انه امر رجلا یصلی
بهم فی رمضان عشرین رکعۃ وهذا کالاجماع
(المغنی لابن قدامۃ ج۲ ص۱۶۷)

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں
امام مالک رحمہ اللہ نے یزید بن رومانؒ سے روایت کیا ہے وہ
فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان
المبارک میں لوگ تیئیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا
کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ
اجماع کی مانند ہے۔

قال العلامۃ القسطلانی الشافعی المتوفیٰ ۹۲۳ھ
"وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ
عنہ کالاجماع" (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج۳ ص۵۱۵)

حضرت علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۹۲۳ھ) فرماتے

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہاءؒ
نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

قال العلامۃ علی بن سلطان القاری الحنفی المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ

" اجمع الصحابۃ علیٰ ان التراویح عشرون
رکعۃ" (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ صـ ۱۹۴)

حضرت ملا علی قاری حنفیؒ (متوفیٰ ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہؓ
کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

" فصار اجماعا لما روی البیہقی باسناد صحیح
انہم کانوا یقیمون علیٰ عہد عمر عشرین
رکعۃ وعلیٰ عہد عثمان وعلی رضی اللہ عنہم"
(شرح النقایۃ ج ۲ صـ ۲۴۱)

پس (تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر) اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ
روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ
خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان
وعلی رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی۔

قال العلامۃ سید محمد مرتضیٰ الزبیدی المتوفیٰ ۱۲۰۵ھ

" وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ
ابو حنیفۃ والنووی والشافعی واحمد
والجمہور واختارہ ابن عبد البر"
(اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ صـ [illegible])

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی (متوفیٰ ۱۲۰۵ھ) فرماتے

ہیں کہ اس اجماع کی بنار پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ
خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہؒ امام نوویؒ امام شافعیؒ امام
احمدؒ اور جمہور علمار نے یہ مسلک اپنایا ہے (کہ تراویح
بیس رکعات ہیں) اسی کو علامہ ابن عبد البرؒ نے اختیار کیا ہے

حضرت سوید بن غفلہؒ متوفیٰ ۸۲ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۰۔ انبانا ابو الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن
غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات
عشرین رکعۃ، (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ صـ ۴۹۶)

حضرت ابو الخصیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ
(حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت
یافتہ) رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے، پس وہ پانچ
ترویحے بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔

حضرت ابو البختریؒ متوفیٰ ۸۳ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۱۔ عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات
فی رمضان ویوتر بثلث، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ ۳۹۳)

حضرت ابو البختری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک
میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۲۔ عن سعید بن ابی عبید ان علی بن ربیعۃ کان یصلی
بہم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلث،
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ صـ ۳۹۳)

حضرت سعید بن ابی عبیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ

رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد) رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت شتیر بن شکلؒ ـــ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۳۔ عن شتیر بن شکل انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۳۹۳)

حضرت شتیر بن شکل رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حارث اعورؒ ـــ بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۴۔ عن ابی اسحٰق عن الحارث انہ کان یؤم الناس فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ ویوتر بثلث ویقنت قبل الرکوع، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۹۳)

حضرت ابو اسحٰقؒ سے مروی ہے کہ حضرت حارث اعور رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) رمضان المبارک میں رات کو لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؒ متوفی ۹۱ حضرت سعید بن ابی الحسنؒ متوفی ۱۰۰ھ اور حضرت عمران عبدیؒ متوفی ... ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے

۲۵۔ عن یونس ادرکت مسجد الجامع قبل فتنۃ ابن الاشعث یصلی بھم عبد الرحمٰن بن ابی بکر

وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس تراویح فاذا دخل العشر زادوا واحدۃ ویقنتون فی النصف الآخر ویختمون القرآن مرتین، (مختصر قیام اللیل للمروزی ص۵۸)

حضرت یونسؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الاشعث کے فتنہ (۸۳ھ) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہم اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ آتا تو ایک ترویحے کا اضافہ کر دیتے تھے اور وہ رمضان کے دوسرے نصف میں قنوت پڑھتے تھے اور دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ متوفی ۹۶ھ کا فرمان

۲۶۔ عن ابراھیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان، (کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت ابی یوسف ص۴۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ متوفی ۱۱۴ھ کا فرمان

۲۷۔ عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلثۃ وعشرین رکعۃ بالوتر، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۹۳)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ وتابعین) وتر ملاکر کل تئیس رکعات پڑھتے تھے

حضرت ابن ابی ملیکہؒ متوفی ۱۱۷ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے

۲۸۔ عن نافع مولی ابن عمر قال کان ابن ابی ملیکۃ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت نافعؒ مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ہمیں ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ اور حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے

قال الامام الترمذی و اکثر اهل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعۃ وهو قول سفیان الثوری و ابن المبارک الخ

(ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک (م ۱۵۰ھ)

قال الامام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی "مقدار التراویح عند اصحابنا و الشافعی ما روی الحسن عن ابی حنیفۃ قال القیام فی شهر رمضان سنۃ لا ینبغی ترکها یصلی اهل کل مسجد فی مسجدهم کل لیلۃ سوی الوتر عشرین رکعۃ خمس ترویحات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندیؒ (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤکدہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کے لیے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھائی جائیں، پانچ ترویحے دس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک (م ۱۷۹ھ)

قال ابن رشد المالکی "واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بها الناس فی رمضان فاختار مالک فی احد قولیه و ابوحنیفۃ

والشافعی واحمد وداود القیام بعشرین
رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسم عن مالک
انہ کان یستحسن ستا وثلثین رکعۃ والوتر
ثلث ، (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت قاضی ابن رشد مالکی رح (متوفی ۵۹۵) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے، پس حضرت امام مالک رح نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت امام ابوحنیفہ رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام احمد بن حنبل رح اور داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے، اور ابن القاسم رح نے امام مالک رح سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام مالک رح ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

حضرت امام شافعی (۲۰۴ھ) کا مسلک

قال الامام الترمذی " واختلف اھل قیام
رمضان فرای بعضھم ان یصلی احدی واربعین
رکعۃ مع الوتر وھو قول اھل المدینۃ والعمل
علیٰ ھذا عندھم بالمدینۃ واکثر اھل العلم
علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین
رکعۃ وھو قول الثوری وابن المبارک والشافعی

وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون
عشرین رکعۃ ، (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ کا عمل ہے اور اکثر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیساکہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوری رح حضرت عبداللہ بن مبارک رح اور حضرت امام شافعی رح کا قول ہے، حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

وقال الامام المزنی نقلا عن الامام الشافعی
" فاما قیام شھر رمضان احب الیّ عشرون
لانہ روی عن عمر وکذالک یقومون
بمکۃ ویوترون بثلث ، (مختصر المزنی ص ۲۱)

حضرت امام مزنی رح، حضرت امام شافعی رح سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رمضان المبارک کے قیام میں مجھے بیس رکعتیں محبوب ہیں کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور لوگ مکہ مکرمہ میں (تراویح) ۲۰ رکعات ہی پڑھتے ہیں اور وتر تین رکعت۔

م ۲۴۱ھ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

قال الامام ابن قدامة الحنبلی " والمختار عند ابی عبد الله فیها عشرون رکعة و بهذا قال الثوری و ابو حنیفة والشافعی و قال مالك ستة و ثلاثون و زعم انه الامر القدیم و تعلق بفعل اهل المدینة ولنا ان عمر لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرین رکعة" (المغنی لابن قدامہ ج ۲ صـ۱۶۷)

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق کیا ہے ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ متوفی ۵۶۱ کا فرمان

" وصلوٰة التراویح سنة النبی صلی الله علیه وسلم ...... وهی عشرون رکعة یجلس عقب کل رکعتین و یسلم فهی خمس ترویحات کل اربعة منها ترویحة" (غنیۃ الطالبین مترجم صـ۳۹۳، صـ۳۹۶)

نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے ...... اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحے ہوں گے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ

امام ابوحامد الغزالی الشافعیؒ متوفی ۵۰۵ھ کا فرمان

" التراویح وهی عشرون رکعة وکیفیتها مشهورة وهی سنة مؤکدة "

(احیاء علوم الدین ج ۱ صـ۲۰۱)

تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ ہیں۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی الحنبلیؒ متوفی ۷۲۸ھ کا فرمان

" قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی رمضان و یوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر" (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۳ صـ۱۱۲)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہؓ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے لہٰذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

علامہ زین العابدینؒ بن نُجیم مصری حنفی متوفیٰ ۹۷۰ھ کا فرمان

"وقوله عشرون ركعة بيان لكميتها وهو قول الجمهور لما في المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقًا وغربًا،" (البحر الرائق ج ۲ ص۶۶)

صاحب کنز الدقائق کا قول کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں"۔ تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کیونکہ موطا امام مالکؒ میں حضرت یزیدؒ بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ وتابعین) حضرت عمرؓ بن خطاب کے زمانہ میں تیئیس رکعتیں (مع وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق ومغرب کے لوگوں کا عمل ہے۔

علامہ علاء الدینؒ الحصکفی حنفی متوفیٰ ۱۰۸۸ھ کا فرمان

"(التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) اجماعا (وهي عشرون ركعة) حكمته مساواة المكمِل للمكمَل،" (الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص۴۳)

تراویح سنت مؤکدہ ہے مردوں اور عورتوں سب کے لیے اجماعاً کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اور تراویح بیس رکعتیں ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل یعنی تراویح مکمَل یعنی فرائض مع الوتر کے برابر ہوجائیں (کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں

وتر ملا کر بیس بنتی ہیں)

علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ متوفیٰ ۱۲۵۲ھ کا فرمان

"قوله وهي عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقًا وغربًا،" (الدر المختار مع حاشیۃ رد المحتار ج ۲ ص۴۵)

صاحب در مختار کا قول کہ "تراویح بیس رکعتیں ہیں"۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق ومغرب میں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ متوفیٰ ۱۰۵۲ھ کا فرمان

"والذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما روى انها ثلث وعشرون فبحساب الوتر معها" (ماثبت بالسنة مترجم ص۲۶۴)

اور جس تعداد پر رکعات تراویح کا معاملہ مستقل ہوا اور صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح تیئیس رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا کر تیئیس رکعتیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ متوفیٰ ۱۱۷۶ھ کا فرمان

"وعدده عشرون ركعة وذالك انهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين

احدی عشرۃ رکعۃ فی جمیع السنۃ فحکموا انہ لا ینبغی ان یکون حظ المسلم فی رمضان عند قصدہ الاقتحام فی لجۃ التشبہ بالملکوت اقل من ضعفہا"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۸)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں محسنین کے لیے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کیے جاتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ بالملکوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دگنی رکعات سے کم حصہ ہو۔

علامہ عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ کا فرمان

"ان مجموع عشرین رکعۃ فی التراویح سنۃ مؤکدۃ لانہ مما واظب علیہ الخلفاء و ان لم یواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وقد سبق ان سنۃ الخلفاء ایضاً لازم الاتباع و تارکہا آثم وان کان اثمہ دون اثم تارک السنۃ النبویۃ فمن اکتفیٰ علیٰ ثمان رکعات یکون مسیئا لترکہ سنۃ الخلفاء

وان شئت ترتیبہ علی سبیل القیاس فقل عشرون رکعۃ فی التراویح مما واظب علیہ الخلفاء الراشدون وکل ما واظب علیہ الخلفاء سنۃ مؤکدۃ ثم تضمہ مع ان کل سنۃ مؤکدۃ یأثم تارکہا فینتج عشرون رکعۃ یأثم تارکہا ومقدمات ھذا القیاس قد اثبتناھا فی الاصول السابقۃ"

(تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار ص ۲۰۹ بحوالہ رسول اکرم کا طریقۂ نماز ص ۲۵۲)

تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لیے کہ اس پر خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہٰذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفاء کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو" بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہٰذا بیس رکعت تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہٰذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا" اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوالِ ائمہ مجتہدین سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی ہے، تراویح آپ خود بھی پڑھتے تھے اور آپ نے تراویح (تین دن - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ رمضان) صحابہ کو پڑھائی بھی ہیں، تراویح کو آپ نے امت کے لیے مسنون قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ اور ۴ سے واضح ہے اس بناء پر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا سنتِ موکدہ (علی الکفایۃ) ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے جیساکہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کی احادیث (۶ اور ۷) سے ظاہر ہے اور چونکہ انہیں امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ کے درجے کی احادیث ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی صحابہ کرام باجماعت تراویح پڑھتے رہے ہیں جیساکہ حدیث نمبر ۵ سے ظاہر ہے۔

(۴) خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح پر مواظبت فرمائی اور اُن کے دورِ خلافتِ راشدہ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، اس لیے تراویح بیس رکعات ہی سنتِ مؤکدہ ہیں۔

(۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تراویح کے بیس رکعات ہونے پر اجماع ہوگیا تھا کیونکہ جب آپ نے حضرت ابی

بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں سب صحابہ کرام کو جمع کیا تھا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا تو اس وقت کسی نے بھی آپ کے اس فعل کی کسی درجے میں بھی مخالفت نہیں کی تھی، حالانکہ اس وقت انصار و مہاجرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بالخصوص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب موجود تھے، لیکن کسی نے بھی آپ کے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔

(۶) جلیل القدر تابعین و تبع تابعین بھی اکثر تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔

(۷) ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

(۸) خیر القرون کے دور میں عہد فاروقی سے لے کر اب سے کچھ پہلے تک تمام مسلمانانِ عالم کم ازکم بیس رکعتوں کے قائل تھے، اور مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں۔ مراکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ میں خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد بھی کم ازکم بیس پر عمل رہا۔ اس سے زیادہ تو پڑھی گئیں لیکن اس سے کم نہیں، آج بھی مدینہ منورہ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کے زمانہ تک تراویح بیس رکعات پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جیساکہ حدیث نمبر ۲۷ سے واضح ہے۔ حضرت عطاءؒ کی وفات

۱۱۴ھ میں ہوئی، حضرت ابن ابی ملیکہؒ جن کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی وہ یہاں
تراویح بیس رکعات ہی پڑھاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۸ سے واضح ہے
اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی وہ فرماتے ہیں
کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے ہوئے
پایا ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ چونکہ خود بیس کے قائل تھے
اس لیے ان کے بعد مکہ مکرمہ اور اس کے علاوہ ہر جگہ جہاں جہاں ان
کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے آج بھی مکہ مکرمہ میں بیس
رکعات تراویح پر ہی عمل جاری و ساری ہے۔

کوفہ اور بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس رکعات
تراویح پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
بھی تراویح بیس رکعات پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷-۱۸-۱۹
سے ظاہر ہے۔ کوفہ میں حضرت حارث اعورؒ متوفی ۶۵ھ جو حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیس رکعتیں پڑھایا کرتے
تھے نیز حضرت علی بن ربیعہؒ متوفی جو حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی
رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے وہ بھی بیس رکعات تراویح اور تین رکعات
وتر پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۲ اور ۲۴ سے واضح ہے، امام
کوفہ حضرت سفیان ثوری جن کی وفات ۱۶۱ ہجری میں ہوئی وہ بھی بیس
رکعات کے قائل تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کی وفات ۱۵۰ھ میں
ہوئی وہ خود بیس رکعات کے قائل تھے ان کے بعد ان کے تمام متبعین
کا عمل بیس پر رہا۔

بصرہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ سعید بن ابی الحسن اور عمران

عبدی رحمہم اللہ ۸۳ھ سے پہلے بصرہ کی جامع مسجد میں بیس رکعات
پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۲۵ سے واضح ہے۔

بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۲۵ھ
میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے جیسا کہ ابن رشد مالکیؒ کے بیان
سے ظاہر ہے۔

خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کی وفات ۱۸۱ھ
میں ہوئی ہے وہ بھی بیس رکعات ہی کے قائل تھے۔

تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ
حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنی
اپنی فقہ کی اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے
اور ان کے فقہی مسالک کی اشاعت اور ان پر عمل شروع ہو چکا تھا، جو
آج تک جاری ہے تقریباً ہر صدی کے فقیہ نے کم از کم بیس رکعات ہی
کا تذکرہ کیا ہے۔ مشہور فقہاء کرام و بزرگانِ دین کے اقوال آپ نے اوپر
ملاحظہ فرمائے جن میں چھٹی صدی ہجری کے فقیہ و بزرگ حضرت شیخ
عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ اور حضرت امام غزالی شافعیؒ دونوں نے تراویح بیس
رکعات ہی بتلائی ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہؒ بیس رکعات
ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیمؒ مصر کے
اندر یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ مشرق و مغرب پورے عالم میں ہر جگہ تراویح بیس
رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، گیارہویں صدی ھ میں حضرت علامہ علاؤالدین
حصکفیؒ شام میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ہندوستان میں
بیس رکعات ہی بتلاتے ہیں۔ بارھویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہ

رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا مذکرہ کرتے ہیں اور
اُن کے تمام خاندان کا اسی پر عمل ہے۔
تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں علامہ ابن عابدین شامی رح ملک
شام میں تذکرہ کرتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح بیس
رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی ہندستان
میں بیس رکعات ہی کا مذکرہ کرتے ہیں۔
لیکن اِن تمام احادیث و آثار، اجماعِ امت اور اقوال ائمہ مجتہدین اور
امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس
یا بیس سے زیادہ رکعات متعین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ
بیس رکعات پڑھنا ہے ہی بدعت۔ چنانچہ
حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔
"یہ بات مہر نیمروز کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ رسول اللہ کی
سنت پاک تو آٹھ رکعت تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ
پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافلہ عبادت ہے"۔
(صلوٰۃ الرسول ص ۲۸۵)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔
"البتہ بیس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست
نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے"۔
(دستور المتقی ص ۱۴۲)

غیر مقلدین کے ڈاکٹر محمد بشیر لکھتے ہیں۔

"ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں
کی تراویح کو کہا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نفل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم
ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا"۔ (الجانبان ص ۱۶)
عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ہم مشرب علماء پر برستے ہوئے رقمطراز
ہیں۔ "بڑا تعجب تو مجھے یہ ہے علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ
وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں
زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل قرار دے کر باعثِ اجر بھی
تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المشتکیٰ .... رہا ۲۰ کو سنتِ عمریؓ
بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسموع ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا
ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعلِ عمر سے وارد اور نہ ہی امرِ فاروق سے
ثابت پھر زبردستی حضرت عمر کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے
مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے"۔
(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۱۹-۲۰)
ملاحظہ فرمائیے: یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ ان کے
نزدیک بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت تو کجا انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا
بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تراویح خیر القرون میں خلفاء راشدین
کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، خلفاء راشدین نے بیس پر مواظبت
فرمائی۔ عہدِ فاروقی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ پیچھے گزرا، تمام
صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح
حضرت امام شافعی رح، حضرت امام احمد بن حنبل رح بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے

پڑھاتے رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے کروڑوں متبعین اور مقلدین جن میں جبالِ
علم، اور تقویٰ وطہارت اور اتباع سنت میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر
علماء و اولیاء شامل ہیں۔ سب تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے
تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے امتِ مسلمہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھ
رہی ہے، دسویں صدی ہجری کے فقیہ ابن نجیم مصریؒ کا کہنا ہے کہ مشرق
ومغرب میں بیس رکعات تراویح ہی پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں پھر تیرھویں
صدی ہجری کے فقیہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ اب تک مشرق ومغرب
میں ہر جگہ بیس رکعات ہی پر امت کا عمل ہے۔

تقریباً ہر صدی کے فقہاء بیس رکعات تراویح کو سنت قرار دے رہے
ہیں لیکن انتہائی حیرت ہے کہ اس عمل کو غیر مقلدین سنت تو کجا بدعت
کہنے سے بھی نہیں جھجکتے۔ ذرا سوچئے جو عمل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے ثابت ہو جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو جس پر دورِ
صحابہ میں اجماع ہوا ہو جس پر ساری امت کا عمل ہو جسے ہر صدی کے
فقہاء سنت قرار دیں۔ اگر وہ بدعت ہے تو پھر سنت کونسا عمل ہوگا؟ پھر اگر اس عمل کو
بدعت قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین تبع تابعین
ائمہ مجتہدین اور ان کے کروڑوں نہیں اربوں متبعین علماء، فقہاء، اولیاء اور
ساری امت کو بدعتی قرار دے دیا جائے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

ایں کار از تو می آید مرداں چنیں کنند

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی
موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریف

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ حنبلی مسلک کے

بزرگ ہیں، اس لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل
ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "غنیۃ الطالبین" میں یہی لکھا
ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرصہ سے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم
دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، اس
وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور عربی اردو مترجم دو مقامات
کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر کی اور دوسری
مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کی دونوں میں یہ عبارت موجود ہے
ملاحظہ فرمائیے:

"وهي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين
ويسلم فهي خمس ترويحات كل اربعة منها
ترويحة وينوي في كل ركعتين اصلي ركعتي
التراويح المسنونة اذا كان فردا او اذا كان
اماما اوماموما ويستحب ان يقرأ" الخ

(غنیۃ الطالبین ص۳۹۶ طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، وغنیۃ الطالبین ج ۲
ص۱۶ طبع مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

ترجمہ: اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں
بیٹھے اور سلام پھیرے پس وہ پانچ ترویحے ہیں ہر چار کا نام ترویحہ
ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت مسنون
تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے۔
اور مستحب ہے کہ الخ

(غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

کراچی کے غیر مقلدین نے غنیۃ الطالبین کا ترجمہ کر کے جب چھاپی تو اس میں دو طرح کا تصرف کیا ایک تو یہ کہ انہوں نے اس میں تحریف کی اور عشرون (بیس) کو احدی عشرۃ (گیارہ) بنا دیا کیونکہ یہ لوگ بیس تراویح کے قائل نہیں ہیں وتر سمیت گیارہ کے قائل ہیں۔

دوسرے انہوں نے اس کتاب میں خیانت کی کہ فہی خمس ترویحات سے لے کر أو ماموما تک ساری عبارت نکال دی، دو وجہ سے پہلی وجہ تو یہ کہ اس میں بیس رکعات کی صراحت تھی جو غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے دوسری وجہ یہ کہ اس میں زبان سے تراویح کی نیت کا مذکرہ ہے اور غیر مقلدین زبان سے نیت کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین ملاحظہ فرمائیں

"وهی احدی عشرة مع الوتر ركعة مع الوتر يجلس عقب كل ركعتين و يسلم ويستحب ان يقرأ الخ

اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ" الخ

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۵۹۱ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل بنس روڈ کراچی تاریخ طبع ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹)

ہم قارئین کے سامنے اصلی اور غیر محرف غنیۃ الطالبین اور غیر مقلدین کی محرف غنیۃ الطالبین کے اس مقام کے عکس کو پیش کر رہے ہیں، قارئین دونوں کو سامنے رکھ کر عمل بالحدیث کے دعویداروں کا کردار دیکھ لیں اور فیصلہ کریں کہ ان کے اور اہل کتاب کے عمل میں کوئی فرق ہے؟

ويكون ابتداؤها في الليلة التي يتم صاحبها غرة رمضان لأنها ليلة من شهر رمضان ولأن النبي صلى الله عليه وسلم كذلك صلاها ويكون فعلها بعد صلوة الفرض وبعد ركعتين بسنة لأن النبي صلى الله عليه وسلم هكذا صلاها وهي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم فهي خمس ترويحات كل أربعة منها ترويحة وينوي في كل ركعتين صلى تعني التراويح المسنونة إذا كان فرداً أو إذا كان إماماً أو مأموماً ويستحب أن يقرأ في الركعة الأولى منها في أول ليلة من شهر رمضان الفاتحة وسورة العلق وهي اقرأ باسم ربك الذي خلق لأنها أول سورة نزلت من القرآن عند إمامنا أحمد بن محمد بن حنبل رحمة الله عليه وكذلك عند جميع الأئمة رضوان الله عليهم ثم يجتهد في آخرها كيفيتهم فيبتدئ بسورة البقرة و يستحب له قراءة الختمة كاملة ليسمع الناس جميع القرآن فيقفوا على ما فيه من الأوامر والنواهي والمواعظ والزواجر ولا تستحب الزيادة على ختمة واحدة لئلا يشق ذلك على المأمومين فيضجروا وتفوتهم الثانية ويتركوا الجماعة ويخلوا بها فيفوتهم أجر عظيم وثواب جزيل فيكون ذلك بسبب الإمام فيعلم أنه يكون من الآثمين وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في مثل ذلك لمعاذ أفتان أنت يا معاذ وذلك لما صلى بقوم

اور ابتداء تراویح کی رمضان کی پہلی رات سے کرنا چاہئے کیونکہ وہ رات رمضان میں داخل ہے اور اس سبب سے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح پڑھی اور تراویح کی نماز بعد فرض اور دو سنتوں کے ادا کرنے کے پڑھنی چاہئے اس واسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے بس وہ پانچ ترویحے ہیں۔ ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا ہے خواہ امام کے ساتھ پڑھے اور مستحب ہے کہ اول رات ماہ رمضان میں اول رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ علق پڑھے اور وہ اقرأ باسم ربک الذی ہے اس واسطے کہ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اول سورہ قرآن ہے کہ نازل ہوئی اور سب اماموں کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس سورہ کے پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر اٹھے اور سورہ بقرہ شروع کرے اور امام کو مستحب ہے کہ تمام قرآن پڑھے تاکہ سب لوگ قرآن کو سنیں اور قرآن میں جو کچھ امر و نواہی اور پند و نصائح و زجر و توبیخ ہیں وہ ان کو معلوم کر لیں۔ اور مستحب نہیں ہے کہ ایک ختم سے زیادہ پڑھے تاکہ سننے والوں کو دشوار نہ ہو اور ان کو ملال و تنگی حاصل ہو اور جماعت سے کراہت کریں۔ اور جماعت میں کھڑا ہونا ان کو ناگوار گزرے۔ اور اکا اجر عظیم اور ثواب بزرگ فوت ہو جاوے اور اس کا باعث وہ حضرت امام صاحب ہوں پس ان کا گناہ ہو جاوے اور وہ گنہگار ہوں میں شامل ہو جاوے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے واسطے معاذ سے فرمایا آیا فتنہ اور بلا پیدا کرتا ہے تو اے معاذ اور یہ اس وقت فرمایا کہ معاذ نے ایک قوم کے ساتھ نماز ادا کی

مکتبہ تعمیر انسانیت کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین سے ایک صفحہ کا عکس۔

وسلم كذلك صلاها ويكون فعلها بعد صلوٰة الفرض وبعد ركعتي السنة لأن النبي صلى الله عليه وسلم هكذا صلاها

(فصل) في إحدى وعشرين ركعة مع الوتر انه عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم ويستحب ان يقرأ في الركعة الأولى منها في أول ليلة من شهر رمضان الفاتحة وسورة العلق وهي اقرأ باسم ربك الذي خلق لأنها أول ما نزلت من القرآن عند إمامنا أحمد بن محمد بن حنبل رحمة الله عليه وكذلك عند جميع الأئمة رضوان الله عليهم ثم يسجد في آخرها ثم ينهض فيبتدئ سورة البقرة ويستحب له قراءة الختمة كاملة ليستمع الناس جميعا ختمة ان يقفوا على ما فيه من الأوامر والنواهي والمواعظ والزواجر ولا يستحب الزيادة على ختمة واحدة بل لا يشق ذلك على المؤمنين فيضجروا ويتخلفهم الناس ويتركوا الجماعة ويثقلوا بها فيفوتهم خير عظيم وثواب جزيل فيكون ذلك بسبب الامام فيعظم اثمه فيكون من الأشقياء وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك مثل معاذ أفتان أنت يا معاذ وذلك لما صلى بقوم وطول في القراءة وقطع أحدهم الصلوٰة وانفرد ثم شكى ذلك الى النبي صلى الله عليه وسلم ويستحب ان يجعل وتره في آخر صلوٰة التراويح ويقرأ في الركعة الأولى سبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية سورة الكافرون وفي الثالثة سورة والإخلاص لأن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يصلي وتره النفل

اور جیسا کہ سنا گیا تیسری رات آئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اتنی لمبی کرکے پڑھا کیا اور نماز ادا کی یہاں تک کہ ہم لوگوں سے فلاح فوت ہونے کا گمان کیا فلاح کیا چیز ہے کہا کہ طعام سحری۔

فصل تراویح کے بیان میں مستحب ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اور قرآن ختم کرانا ہے پڑھے اسواسطے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ان راتوں میں تراویح پڑھی اور ابتدا تراویح کی رمضان کی پہلی رات سے کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ رات رمضان میں داخل ہے اور اس سبب سے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح پڑھی اور تراویح کی نماز بعد فرض اور بعد سنتوں کے ادا کرنے کے پڑھنی چاہیئے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے اور تراویح کی درست بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ اول رات ماہ رمضان میں اول رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ علق پڑھے اور وہ اقرا باسم ربک الذی ہے اسواسطے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اول سورہ قرآن ہے کہ نازل ہوئی اور سب اماموں کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس سورہ کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر اٹھے اور سورہ بقر شروع کرے اور امام کو مستحب ہے کہ تمام قرآن پڑھے تاکہ سب لوگ قرآن کو سنیں اور قرآن میں جو کچھ امر و نواہی اور پند نصائح و زجر و توبیخ ہیں وہاں غور کرکے پڑھے اور مستحب نہیں ہے کہ ایک ختم سے زیادہ پڑھے تاکہ سننے والوں کو دشوار نہ ہو اور ان کو ملال و تنگی نہ حاصل ہو اور جماعت سے کراہت کریں اور جماعت میں کھڑا ہونا ان کو ناگوار گذرے۔ اور ان کا اجر عظیم اور ثواب بزرگ فوت ہو جاوے اور اس کا باعث وہ حضرت امام صاحب ہوں یعنی ان کا گناہ بڑھے اور وہ گنہگاروں میں شامل ہو جاوے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے

غیر مقلدین کے مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین کے ایک صفحہ کا عکس

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ رکعات والی حدیث اور غیر مقلدین کا اس پر عمل

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ اخبرہ انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلثا قالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی -

(بخاری ج ۱ ص۱۵۴ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ و ص۲۶۹ باب فضل من قام رمضان ص۵۰۲)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں پھر چار رکعت پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں۔ پھر آپ تین رکعات ادا فرماتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے

سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

غیر مقلدین حضرات تراویح آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شد و مد اور زور و شور سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس کے مخالف بتلا کر رد کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے اوّل یہ کہ اس حدیث مبارک کا تراویح سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ غیر مقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے قطعاً نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں لیں ورنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہوتا حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کیے لیکن آٹھ رکعات کے متعلق کوئی قول ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام مالک، امام عبدالرزاق، امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام دارمی، امام

ابونصر مروزی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تہجد) کے تحت ذکر کیا ہے باوجودیکہ ان محدثین نے اپنی کتابوں میں قیام رمضان (تراویح) کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی نماز ہے تراویح کی نہیں،

بعض محدثین مثلاً امام بخاریؒ، امام محمدؒ وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی لی ہیں (اور جو اس کا دعویدار ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی دلیل لائے کیونکہ ان محدثین میں سے کوئی بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تہجد جیسا کہ غیر رمضان میں پڑھے جاتے ہیں ویسے ہی رمضان میں بھی

تیسری وجہ

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"سمیت الصلوٰۃ فی الجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح"

(فتح الباری ج ۴ صفحہ ۲۵۰)

رمضان کی راتوں میں نماز با جماعت کا نام تراویح ہے

اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ، وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تہجد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲) پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس

حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

(۳) اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

چوتھی وجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت سے متعلق تھا تعداد سے متعلق نہیں تھا۔ یعنی حضرت ابو سلمہؓ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ بتایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رات کو نماز پڑھتے تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا انداز تھا؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رات کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو ہی مت، اگر حضرت ابو سلمہؓ کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا تو اول تو وہ لفظ کَمْ سے سوال کرتے کیونکہ عدد مقولہ کَمْ سے ہے نہ کہ کَیْفَ سے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں انکے سوال کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کر دیتیں آگے یہ نہ فرماتیں کہ ان کے حسن اور درازی کا تو سوال ہی نہ کر۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ہی کہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتلا رہا ہے کہ ابو سلمہؓ کا سوال کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن نصر مروزیؒ نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب اس عنوان

سے قائم کیا ہے۔

"باب عدد الرکعات التی یقوم بها الامام للناس فی رمضان"

یعنی یہ باب ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جو امام لوگوں کو رمضان المبارک میں پڑھائے گا۔

اس باب میں امام محمد بن نصر مروزیؒ تراویح کی رکعات کی تعداد بتانے کے لیے بہت سی روایتیں لائے ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا لانا تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں

پانچویں وجہ

بہت سے آثار صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ پیچھے گزرا) کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح بیس رکعات پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعات پڑھنے والوں کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری چیز

غیر مقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں، بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، عمل کرنا تو کجا سر اسر اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے کیونکہ اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے پڑھانے کا نہیں، لیکن غیر مقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال وجواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا) لیکن غیر مقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

(۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اُٹھ کے وتر ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین

حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے سال وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے

موجودہ دور کے غیر مقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلائے جاتے ہیں، انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب رقمطراز ہیں:

"بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی۔"

(رسول اکرم کی نماز ص۹۸)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:۔

"رسول اللہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا

کہ آپ کا قیام لیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح)
سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجد اور وتر غیر رمضان نیند سے اُٹھ
کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام
سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے"۔ (صلوٰۃ الرسول ص۳۸۰)

اولاً تو غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ــــ کہ تہجد اور تراویح دونوں میں کوئی
فرق نہیں جو نماز رمضان سے پہلے تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح
کہلاتی ہے ــــ بلا دلیل ہے ان حضرات کے پاس اس پر کوئی عقلی اور
نقلی دلیل موجود نہیں ورنہ وہ کوئی ایک ایسی حدیث پیش کریں جس میں ہو
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں نہیں
ہیں جو نماز گیارہ ماہ تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے" اگر
غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کر دیں تو ہمیں ماننے میں ذرا بھی توقف نہیں ہوگا

ثانیاً عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک نماز جو گیارہ ماہ تہجد کہلاتی جاتی رہے
وہ ایک مہینے کے لیے تراویح بن جائے۔

ثالثاً اگر تہجد و تراویح واقعتاً ایک ہی ہیں اور بقول اسماعیل سلفی صاحب
کے ان کو الگ الگ سمجھنا غلط ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کتب احادیث
میں محدثین نے ان دونوں کے الگ الگ باب کیوں قائم کئے ہیں؟ نیز
تمام فقہائے کرام نے جو بقول امام ترمذی رحمہ اللہ معانی حدیث کو سب
سے زیادہ سمجھنے والے ہیں انہوں نے اپنی اپنی کتب میں تہجد و تراویح
کے باب الگ الگ کیوں قائم کئے ہیں؟ محدثین اور فقہاء کا ان دونوں
کے الگ الگ باب قائم کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔

رابعاً اگر تہجد و تراویح دونوں ایک ہی ہیں تو پھر غیر مقلدین کو چاہیئے

کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ان نوافل کو اسی ہیئت کے ساتھ
بارہ مہینے پڑھیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے
یہی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نوافل بارہ مہینے پڑھا کرتے
تھے لیکن غیر مقلدین یہ نوافل صرف رمضان میں پڑھتے ہیں باقی گیارہ
مہینوں میں نہیں۔

خامساً غیر مقلدین کے اس دعوے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تراویح کے بعد تہجد ہرگز نہیں پڑھی (جیسا کہ یہ دعویٰ صادق سیالکوٹی صاحب
نے کیا ہے) ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کو علم غیب بھی حاصل ہے
جس کی بناء پر وہ اتنا بڑا دعوے کرتے ہیں ورنہ اس کے متعلق غیر مقلدین
کے پاس کوئی صریح حدیث تو موجود نہیں ہے،

نیز غیر مقلدین کے اس دعوے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
متعلق یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو تو زیادہ سے زیادہ نماز کی ترغیب
دیں اور خود صرف تراویح پڑھ کر بس کر دیں العیاذ باللہ۔

سادساً غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے
جن میں رمضان المبارک کی راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
کثرت سے عبادت کرنا آیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف
تراویح ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھی ہے چند احادیث
ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا دخل شہر رمضان شد مئزرہ ثم لم

یات فراشہ حتی ینسلخ ،

(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مستعدی ظاہر فرماتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

۲۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان تغیر لونہ وکثرت صلوتہ، وابتھل فی الدعاء! منہ

(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا، آپ کی نماز زیادہ ہوجاتی، خوب گڑگڑا کر دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔

۳۔ عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ،

(بخاری ج ۱ ص ۲۷۱، مسلم ج ۱ ص ۳۷۲، مسند حمیدی ج ۱ ص ۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری مستعدی ظاہر فرماتے، رات کو زندہ کرتے (یعنی رات عبادت میں گزارتے) اور ازواجِ مطہرات کو بھی جگاتے۔

۴۔ عن الاسود بن یزید یقول قالت عائشۃ کان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ،

(مسلم ج ۱ ص ۳۷۲)

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت کے اندر) جو کوشش فرماتے تھے اتنی اس کے علاوہ رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں فرماتے تھے۔

ان احادیثِ مبارکہ کے ساتھ ساتھ وہ احادیث بھی ملاحظہ فرماتے چلیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوتا ہے پھر ہم دیگر بزرگانِ دین کے متعلق بتلائیں گے کہ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ دونوں ایک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فجئت فقمت الی جنبہ وجاء رجل فقام ایضا حتی کنا رھطا فلما حس النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خلفہ جعل یتجوز فی الصلوٰۃ ثم دخل رحلہ فصلی صلوٰۃ لا یصلیھا عندنا قال قلنا لہ حین اصبحنا افطنت لنا اللیلۃ قال فقال نعم ذالک الذی صنعت حملنی علی الذی صنعت،

(مسلم ج ۱ ص ۳۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک دوسرے صاحب آئے وہ بھی ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم ایک گروہ بن گئے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ نے رات ہماری کیفیت اور حالت کو سمجھ لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی چیز نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو نماز صحابہ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور وہ نماز جو گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی صحابہ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی جو اس سے فارغ ہو کر حجرۂ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرۂ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

" كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل في حجرته" الحديث (بخاری ج ۱ ص۱۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنے حجرۂ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن قيس بن طلق قال زارنا طلق بن علی في يوم من رمضان وامسى عندنا وافطر ثم قام بنا تلك الليلة واوتر بنا ثم انحدر الى مسجده فصلى باصحابه حتى اذا بقي الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابك فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا وتران في ليلة

(ابوداؤد ج ۱ ص۲۰۳)

حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

حضرت امام مالکؒ حضرت ابو محمد ...... حضرت شیخ ابوالحسن زیاتؒ متوفیٰ ۸۰۵ھ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

قال الامام محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی رحمہ اللہ

" وقد قال مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حین کان یصلی مع الناس فی المسجد وکان الامام ممن یوتر بثلاث لا یفصل بینہما بسلام اما انا فاذا اوتروا خرجت وترکتہم فللانسان بمالک رحمہ اللہ اسوۃ فی ترک الوتر معہم حتی یوتر فی بیتہ بعد تنفلہ آخر اللیل .... وقد کان سیدی ابو محمد رحمہ اللہ یصلی فی المسجد مع الناس صلاۃ القیام و یوتر معہم فاذا رجع الی بیتہ صلی ما قدر لہ ولا یعید الوتر وکان رحمہ اللہ یقول ان شیخہ سیدی الشیخ ابا الحسن الزیات رحمہ اللہ کان یفعل ذالک" ("المدخل" لابن الحاج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن محمد عبدری المعروف بہ ابن الحاجؒ متوفی ۷۳۷ھ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جب کبھی آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور امام تین وتر درمیان میں سلام پھیرے بغیر پڑھاتا کہ "جب لوگ وتر پڑھنے لگتے ہیں تو میں نکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں"۔ پس انسان کے لیے حضرت امام اس امر میں اسوہ اور نمونۂ عمل ہیں کہ وہ

لوگوں کے ساتھ (تراویح کے بعد) وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے، میرے آقا ابو محمد رحمہ اللہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ ہی تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور پھر گھر آکر جتنی توفیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ پڑھتے اور وہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابوالحسن زیات رحمہ اللہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تراویح پڑھ کر گھر چلے جاتے تھے اور تہجد پڑھ کر پھر وتر ادا فرماتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات تراویح کے بعد وتر باجماعت ادا فرما کر چلے جاتے تھے پھر بعد میں نوافل پڑھتے تھے، اسی پر احناف کا عمل ہے۔ بہر طور اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام مالک، حضرت ابو محمد اور حضرت شیخ ابوالحسن زیات رحمہم اللہ تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

" کان محمد بن اسماعیل البخاری اذا کان اول لیلۃ من شہر رمضان یجتمع الیہ اصحابہ فیصلی بہم و یقرأ فی کل رکعۃ عشرین آیۃ وکذالک الی ان یختم القرآن وکان یقرأ فی السحر ما بین النصف الی الثلث من القرآن فیختم عند السحر فی کل ثلاث لیال"

(ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۲۵۳)

رمضان کی چاندرات حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد و اصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

"امام حاکم ابو عبد اللہ نے بسند روایت کیا ہے مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا تھا" الخ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۳۹)

تقریباً یہی بات عبد السلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۸۷ پر لکھی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں

"(میاں صاحب) لیالیِ رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالتِ قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح

میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سپارے روزانہ سناتے ترتیل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبد السلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)"

(الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۸)

غیر مقلدین بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کے بعد تہجد نہیں پڑھی تو مذکورہ بالا ان احادیث کا کیا جواب ہوگا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے، بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام بخاریؒ، ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب، تراویح کے بعد تہجد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ العیاذ باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق

(۱) تہجد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۱۷: ۷۹

اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجیے یہ خاص آپ کے لیے ایک زائد چیز ہے،۔

تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہوئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا

"شھر کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ"
(ابن ماجہ ص۹۵)

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لیے مسنون کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ہمیشہ اخیر رات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

"متی کان یقوم قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ"
(بخاری ج ۱ ص۱۵۲)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے آپ نے فرمایا جب کہ مُرغ کی اذان سنتے تھے،

اس کے برعکس نماز تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء اُمت نے ہمیشہ شروع رات میں پڑھی ہے چنانچہ علامہ ابو الطیب سندیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل ظاھر فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی معھم النوافل جماعۃ اول اللیل ففیہ دلیل للجمھور علی ان التراویح یصلی اول اللیل مع الجماعۃ"
(شرح ترمذی ابو الطیب سندی ج ۲ ص۱۳۹، بحوالہ التوضیح عن رکعات التراویح ص۲۲)

جملہ فقام بنا الخ اس بات میں ظاہر ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کے ساتھ نوافل (تراویح) شروع رات میں پڑھے تھے۔ سو اس میں جمہور کے لیے دلیل ہے کہ تراویح شروع رات میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کو اہتمام کے ساتھ جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرمایا لیکن تہجد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

(۴) تراویح وہ نماز ہے، جو عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

(۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سننا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن تہجد میں قراءت قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

(۶) تہجد کی وتر کے ساتھ کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات مسنون ہیں۔
چنانچہ حضرت عبد اللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قلت لعائشۃ بکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر قالت کان یوتر باربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث ولم یکن یوتر بانقص من سبع ولا باکثر من ثلث عشرۃ۔"
(ابوداؤد ج ۱ ص۱۹۳، طحاوی ج ۱ ص۱۹۹)

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ، آٹھ اور تین کے ساتھ، دس اور تین کے ساتھ آپ کی وتر کی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیرہ سے زیادہ۔

اس روایت میں تہجد اور وتر دونوں پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تہجد کی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں حتمی طور پر متعین نہیں۔ اس کے برعکس تراویح کی کم از کم بیس رکعات مسنون ہیں۔

(۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک مہینے پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن تہجد بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

"والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون" (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح)

اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے۔

(۱۱) تہجد میں تداعی (لوگوں کو تہجد کی نماز باجماعت کے لیے بلانا) جائز نہیں اور تراویح میں تداعی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ بھی تہجد وتراویح کے درمیان فرق کے قائل ہیں

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وآنچہ مروی شدہ ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ مراد ازاں نماز تہجد ست کہ در رمضان وغیرہ برابر بود آں را صلوٰۃ اللیل می گفتند اماں تراویح غیر آنست کہ عرف شان بقیام رمضان مسمیٰ بود چنانچہ دلالت میکند براں حدیث اجتہاد"

(حاشیہ ما لابد منہ ص ۶۹)

یہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان، غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان برابر تھی اس کو صلوٰۃ اللیل کہتے تھے لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے ان حضرات کی عرف میں اس کا نام قیام رمضان تھا چنانچہ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس میں آپ کا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے اندر زیادہ کوشش کرنا آیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے اس بات کو اپنے فتاویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے فتاوے عزیزی ص ۴۸۱ تا ص ۴۸۶۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں

مسجد چینیاں والی کے خطیب مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکرِ حدیث ہو گئے تھے) تراویح کی نماز کو مکروہ سمجھتے تھے اس پر انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا تھا " البیان الصحیح لاثبات کراھۃ التراویح " ان کا کہنا تھا کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک نمازیں ہیں الگ الگ نہیں، مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ان کی تردید کی اور بتایا کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اور بلا دلیل ہے۔ چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں۔

" ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی۔ ناقل) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کچھ کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں، یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوے پر بھی دلیل کوئی نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا قاموس میں ہے تَہَجَّدَ: استیقظ، نہ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ

ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان میں پڑھتے تھے۔

رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہو گئیں اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمانِ خداوندی فتہجد کی تعمیل نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ حضور نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور نے اسی اول شب کی نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کرکے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ہیں جو ظہر کے لیے نہیں "۔

(اہلحدیث کا مذہب ص۹۶-۹۷)

ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

" جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب : پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی "۔

(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۱)

قارئین محترم عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، دیگر بزرگانِ دین، حضرت امام بخاریؒ وغیرہ تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھتے تھے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صرف مقلدین ہی ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے بلکہ غیر مقلدین کے شیخ الکل اور شیخ الاسلام بھی الگ الگ سمجھتے ہیں، میاں نذیر حسین صاحب تو باقاعدہ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں کو ایک سمجھنے والے پہلے شخص عبداللہ چکڑالوی ہیں جو پہلے غیر مقلد اور چینیاں والی مسجد لاہور کے خطیب تھے بعد میں منکرِ حدیث ہو گئے تھے، موجودہ دور کے غیر مقلدین غالباً انہیں کی تقلید میں تہجد و تراویح کو ایک سمجھنے لگے ہیں، ہم اس موضوع کو یہیں پر ختم کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ خود فیصلہ فرمائیں کہ اس قدر احادیث سے روگردانی کرنا اور لوگوں سے رمضان میں تراویح کے اندر کمی کروانا اور تہجد کی نماز کو چھڑوا دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وجوب قضاء الفوائت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر کی وجہ سے ان کا ادا کرنا ضروری ہے

۱۔ عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من نسى صلوٰة فليصلها اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذالك قال قتادة واقم الصلوٰة

لذكرى، (بخاری ج ۱ ص۸۴، مسلم ج ۱ ص۲۴۱ واللفظ لمسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسے چاہیئے کہ جب یاد آ جائے تو پڑھ لے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے سوائے اس کے، اس حدیث میں حضرت قتادہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں واقم الصلوٰۃ لذکری کہ نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔

۲۔ عن انس بن مالك قال قال نبى الله صلى الله عليه وسلم من نسى صلوٰة او نام عنها فكفارتها ان يصليها اذا ذكرها، (مسلم ج ۱ ص۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

۳۔ عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رقد احدكم عن الصلوٰة او غفل عنها فليصلها اذا ذكرها فان الله عزوجل يقول اقم الصلوٰة لذكرى، (مسلم ج ۱ ص۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیئے کہ جب یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری

یاد کے لیے۔

۴۔ عن جابر بن عبد الله ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل یسب کفار قریش قال یا رسول الله ما کدت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب فقال النبی صلی الله علیه وسلم ما صلیتها فقمنا الی بطحان فتوضأ للصلوٰة و توضأنا لها فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدها المغرب،

(بخاری ج ۱ ص ۸۳، مسلم ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، ہم مقام بطحان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لیے وضوء کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

۵۔ عن ابی عبیدة بن عبد الله بن مسعود قال قال عبد الله ان المشرکین شغلوا رسول الله صلی الله

علیه وسلم عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذهب من اللیل ما شاء الله فامر بلالاً فاذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء،

(ترمذی ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوۂ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

۶۔ عن عبد الله بن عمر انه کان یقول من نسی صلوٰة فلم یذکرها الا وهو مع الامام فاذا سلم الامام فلیصل الصلوٰة التی نسی ثم لیصل بعدها الاخری،

(موطا امام مالک ص ۱۵۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام سلام پھیرے تو اسے چاہیئے کہ پہلے وہ بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر

اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ جو نمازیں قضا ہو جائیں جان بوجھ کر، یا بھول کر، یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نماز کو ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس بنا پر ان کی ادائیگی ضروری ہوئی، اسی سے معلوم ہوا کہ جو نمازیں ان اعذار کے بغیر قضا ہو جائیں ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب عذر (سوتے رہ جانے یا بھول جانے) کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی ضروری ہوئی تو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اقیموا الصلوٰۃ" نماز قائم کرو ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب نماز کا وقت آجائے اور ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب کہ نماز کسی بھی وجہ سے قضا ہو جائے نماز بہر حال پڑھنی پڑے گی چاہے ادا پڑھے یا قضا پڑھے، اگر ادا نہیں پڑھی تو قضا پڑھے، کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرضہ ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہٰذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی ادا پڑھے یا قضا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"فَاقْضُوا اللّٰہَ فَھُوَ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ" (نسائی ج ۲ ص ۲)

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"فَدَیْنُ اللّٰہِ اَحَقُّ اَنْ یُّقْضٰی" (بخاری ج ۱ ص ۲۶۲)

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے

امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"فیہ وجوب قضاء الفریضۃ الفائتۃ سواء ترکھا بعذر کنوم او نسیان ام بغیر عذر وانما قید فی الحدیث بالنسیان لخروجہ علی سبب ولانہ اذا وجب القضاء علی المعذور فغیرہ اولی بالوجوب وھو من باب التنبیہ بالادنی علی الاعلیٰ واما قولہ صلی اللہ علیہا فلیصلھا اذا ذکرھا فمحمول علی الاستحباب فانہ یجوز تاخیر قضاء الفائتۃ بعذر علی الصحیح وقد سبق بیانہ ودلیلہ وشذ بعض اھل الظاھر فقال لا یجب قضاء الفائتۃ بغیر عذر وزعم انھا اعظم من ان یخرج من وبال معصیتھا بالقضاء وھذا خطأ من قائلہ وجھالۃ واللہ اعلم"

(نووی ج ۱ ص ۲۳۸)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو مثلاً سو گیا یا بھول گیا، یا بغیر عذر کے، اور حدیث میں

جو بھول جانے کی قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث
اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اس لیے بھی کہ جب عذر
والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی عذر بھی
نہیں اس پر بطریقِ اولیٰ واجب ہوگی - یہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ
کے باب سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ -
" اسے چاہیئے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے" یہ استحباب پر
محمول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو کسی عذر کی وجہ سے
مؤخر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے صحیح قول کے مطابق اس کا بیان
اور اس کی دلیل گزر چکی اور بعض اہل ظاہر نے شذوذ کیا ہے جو
یہ کہا ہے کہ بغیر عذر کے فوت ہوجانے والی نماز کی قضا واجب
نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی
ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی معصیت سے نکلے یہ اس
قائل کی غلطی اور جہالت ہے -

فوت شدہ نماز کی قضاء کے ضروری ہونے پر اجماعِ امت بھی ہے چنانچہ
علامہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ لکھتے ہیں -

" واتفقوا علی وجوب قضاء الفوائت "

(رحمۃ الامۃ ص۴۶)

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے پر
اتفاق کیا ہے -

دوسری چیز یہ کہ اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہوجائیں تو ترتیب کے
ساتھ ادا کرنی چاہیئیں جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور آپ کے اصحاب کی تین نمازیں لگاتار قضا ہوگئیں یعنی ظہر
عصر، مغرب اور آپ نے عشاء کی نماز کے وقت انکی قضاء شروع کی
تو ان نمازوں کو ترتیب سے پڑھا، پہلے ظہر کی نماز کو پھر عصر کی نماز کو پھر مغرب
کی نماز کو پھر عشاء کی نماز کو، ایسا نہیں کیا کہ عشاء کا وقت ہونے کی وجہ سے
پہلے عشاء پڑھ لی ہو پھر قضاء نمازیں پڑھی ہوں، آپ کے اس عمل سے یہ
بھی ثابت ہوا کہ اگر قضا نمازیں کم ہوں یعنی پانچ یا پانچ کے اندر اندر ، تو
قضا نمازوں کی ادائیگی کی ترتیب میں وقتیہ نماز پر قضاء نماز کو اولیت حاصل
ہوگی یعنی پہلے قضاء نماز ادا کی جائے گی پھر وقتیہ لہٰذا اگر کوئی فوت شدہ
نماز کو قضا پڑھے بغیر وقتیہ نماز پڑھے گا تو اس کی وقتیہ نماز نہیں ہوگی اسے
چاہیئے کہ پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقتیہ کو دُہرائے - حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما یہی فتوے دیتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے
(البتہ یہ بات ضرور ہے کہ فوت شدہ اور وقتیہ نمازیں یہ ترتیب صاحب
ترتیب کے لیے ہے)

لیکن ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا
ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ واستغفار
کافی ہے، چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں -

" اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا
چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے
بلکہ ایسے آدمی کے لیے توبہ واستغفار کافی ہے"

(دستور المتقی ص۱۴۹)

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب تحریر فرماتے ہیں -

"بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے۔"

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۲۱۵)

مفتی عبدالستار صاحب سابق امام جماعت غرباء اہلحدیث رقمطراز ہیں۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ نماز قضا کیوں ہوئی اصل یہ ہے کہ عمداً چھوڑی ہے شروع میں نہ قضا کرنے کا حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے، انسان سو جائے تو جب بیدار ہو وہی اس کا وقت ہے اگر بھول جائے تو جب یاد آئے وہی اس کا وقت ہے اگر بیہوش ہو جائے تو جب ہوش آئے وہی اس کا وقت ہے پھر قضا ہو جانے کی صورت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ نفسانی عذر بنا کر چھوڑی ہے جس کی قضا نہیں اس پر جرم ہے کہ وہ کافر ہو گیا اس لیے مسلمان توبہ کر کے ہووے۔"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۴ ص ۱۵۴)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب ترک صلوٰۃ کی متعدد صورتیں بنا کر لکھتے ہیں۔

"پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر سہل انگاری سے نماز ترک ہوئی عمداً ترک میں شامل ہے اس کے لیے کوئی قضا نہیں، یہ چیز من ترك الصلوٰة متعمدا میں شامل ہے اس کا توبۂ نصوح کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔"

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی

کی نماز فوت ہو جائے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر اس کی قضا ضروری ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کا حکم فرما رہے ہیں اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عمداً فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے صرف توبہ استغفار کافی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی اس بات کے قائل ہیں کہ عمداً رہ جانے والی نمازوں کی قضا نہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

وجوب سجود السهو وكونه بين السلامين والتشهد بعد السجود

سجدۂ سہو واجب ہے اور وہ (قعدۂ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے

۱۔ عن ابن مسعود مرفوعًا واذا شك احدكم في صلوٰته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم يسجد سجدتين (بخاری ج ۱ ص ۵۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ صحیح کے لیے سوچ وچار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے

۲۔ عن عبد الله بن جعفر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من شك في صلوٰته فليسجد سجدتين

بعد ما یسلم،

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۵، نسائی ج ۱ ص ۱۳۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

۳۔ عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل سہو سجدتان بعد ما یسلم،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

۴۔ عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلم ثم سجد سجدتی السہو وھو جالس ثم سلم، (نسائی ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر بیٹھے بیٹھے دو سجدۂ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۵۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی ثلثا ثم سلم فقال الخرباق انک صلیت ثلثا فصلی بھم الرکعة الباقیة ثم سلم ثم سجد سجدتی السہو ثم سلم
(نسائی ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ایک مرتبہ بھولے سے) تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، حضرت خرباق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھائی ہیں چنانچہ آپ نے انہیں باقی (چوتھی) رکعت پڑھا کر سلام پھیرا پھر دو سجدۂ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۶۔ عن عمران بن الحصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم فسھی فسجد سجدتین ثم تشھد ثم سلم، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹، ترمذی ج ۱ ص ۹۰)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدۂ سہو کئے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا۔

۷۔ عن زیاد بن علاقة قال صلی بنا المغیرة بن شعبة فنھض فی الرکعتین قلنا سبحان اللہ قال سبحان اللہ ومضی فلما اتم صلوٰته وسلم سجد سجدتی السہو فلما انصرف قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع کما صنعت، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۶، ترمذی ج ۱ ص ۸۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۷)

حضرت زیادؒ بن علاقہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو (بھولے سے) دوسری رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے ہم نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا

اور اپنی نماز پوری کرلی اور سلام پھیرا تو دو سجدۂ سہو کئے پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے کیا۔

۸- عن علقمة ان ابن مسعود سَجَدَ سجدتی السهو بعد السلام وذكر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم فَعَلَ ذالك، (ابن ماجہ ص۸۶)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو سجدۂ سہو کئے سلام پھیرنے کے بعد اور ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

۹- عن ابی عبیدة قال قال عبد اللہ بن مسعود اذا قام احدكم فی قعود او قَعَدَ فی قیام او سلم فی الركعتین فلیتم ثم لیسلم ثم لیسجد سجدتین یتشهد فیهما ویسلم، (المدونة الكبرى ج ۱ ص۱۳۶)

حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب قعدہ کی جگہ قیام کرلے یا قیام کی جگہ قعدہ کرلے یا دو رکعتوں میں سلام پھیر لے تو اسے چاہیئے کہ نماز پوری کرکے سلام پھیرے پھر دو سجدۂ سہو کرکے التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔

۱۰- عن عبد اللہ بن عباس قال سجدتا السهو بعد السلام، (طحاوی ج ۱ ص۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہیں۔

۱۱- عن عطاء بن ابی رباح قال صلیت خلف ابن الزبیر فَسَلَّمَ فی الركعتین فَسَبَّحَ القوم فقام فَاَتَمَّ الصلوة فلما سلم سجد سجدتین بعد السلام قال عطاء فانطلقت الی ابن عباس فذكرت له ما فعل ابن الزبیر فقال احسن واصاب، (طحاوی ج ۱ ص۲۹۹)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے (بھول سے) دو رکعتوں ہی میں سلام پھیر دیا، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدۂ سہو کئے۔ سلام کے بعد حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسے کیا ہے، آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

۱۲- عن ابی عبد الرحمٰن بن حنظلة بن الراهب ان عمر بن الخطاب صلی صلوٰة المغرب فلم یَقرَأ فی الركعة الاولی شیئا فلما كانت الثانیة قرأ فیها بفاتحة الكتاب وسورة مرتین

فلما سلم سجد سجدتی السہو،

(طحاوی ج ا صـ۲۹۸)

حضرت ابو عبدالرحمٰن بن حنظلہ بن راہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) مغرب کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں بالکل قرأت نہیں کی دوسری رکعت میں آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت دو مرتبہ پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدۂ سہو کئے۔

۱۳۔ عن عمران بن حصین قال فی سجدتی السہو یسلم ثم یسجد ثم یسلم، (طحاوی ج ا صـ۲۹۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں پہلے سلام پھیرے پھر سجدہ سہو کرے پھر سلام پھیرے۔

۱۴۔ عن انس انہ قال فی الرجل یہم فی صلوتہ لا یدری ازاد ام نقص قال یسجد سجدتین بعد ما یسلم، (طحاوی ج ا صـ۲۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جسے نماز میں وہم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ زیادتی کی ہے یا کمی کی ہے فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو کرے۔

۱۵۔ عن قیس بن ابی حازم قال صلی بنا سعد بن مالک فقام فی الرکعتین الاولیین فقالوا سبحان اللہ فقال سبحان اللہ فمضی فلما سلم سجد سجدتی السہو، (طحاوی ج ا صـ۲۹۸)

حضرت قیس بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ (بھولے سے) پہلی دو رکعتوں ہی میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور کھڑے ہی رہے پھر (نماز پوری کرکے) سلام پھیرا اور دو سجدۂ سہو کئے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) نماز میں سہو ہو جانے پر جو سجدے کئے جاتے ہیں وہ واجب ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہو ہو جانے پر سجدہ سہو کرنیکا حکم دیا ہے۔

(۲) آخری قعدہ میں سجدۂ سہو سلام پھیر کر کرنا چاہیئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے ظاہر ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب سہو ہوتا تھا تو آپ سلام پھیر کر ہی سجدۂ سہو کیا کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو حضرت ابوہریرہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نقل کر رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا، انہیں سہو ہوتا تو سلام پھیر کر ہی سجدۂ سہو کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۷-۸-۱۱-۱۲ سے واضح ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت انس رضی اللہ عنہم یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ سجدۂ سہو سلام پھیر کر کیا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۹-

۱۰-۱۳-۱۴ سے ظاہر ہے۔

(۳) سجدۂ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے گا اور تشہد سے فارغ ہو کر سلام پھیرا جائے گا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۱۵ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ تشہد پڑھ کر سلام پھیرا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۹ سے واضح ہے، انہیں احادیث وآثار کے پیش نظر فقہاء احناف نے سجدۂ سہو کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں، پھر دو سجدے کر کے دوبارہ تشہد پڑھیں اور دونوں طرف سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیئے اور سجدۂ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں ہے چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں پھر اٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کا حکم ہے اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں۔" (صلوٰۃ الرسول ص ۲۱۳)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

"سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد

سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں۔" (صلوٰۃ النبی ص ۳۵)

مزید لکھتے ہیں:

"لیکن جو احناف میں رائج ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں"۔ (صلوٰۃ النبی ص ۳۵۲)

ملاحظہ فرمائیے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجود ہے کہ آپ سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد کرتے تھے اور آپ کا قول بھی موجود ہے کہ آپ نے صحابۂ کرام کو سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیا۔ اسی پر صحابۂ کرام کا عمل بھی ہے اور جلیل القدر صحابۂ کرام کا فتوےٰ بھی یہی کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدۂ سہو کیا جائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدۂ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنا بھی ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھی جائے پھر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا جائے، لیکن غیر مقلدین اس قدر احادیث وآثار کی موجودگی میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیئے اور سجدۂ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیئے کہ سنت سے ثابت نہیں۔ یہ ہے عمل بالحدیث کے دعویداروں کا علم وعمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

سقوط سجود السهو عن المؤتم بسهوه

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں

۱۔ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لیس علی من خلف الامام سهو فان سها الامام فعلیه وعلی من خلفه السهو وان سها من خلف الامام فلیس علیه سهو والامام کافیه۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو ہے اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

۲۔ عن ابراهیم انه قال اذا سهوت خلف الامام وحفظ الامام فلیس علیك سهو وان سها وحفظت فعلیك السهو وان لم یسجد الامام فلا تسجد وکذالك اذا سها جمیع من مع الامام او سها الامام۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام ابی یوسف ص ۳۷)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے بھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام بھول جائے اور تم محفوظ رہو تو تم پر بھی سجدہ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو کسی پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا۔

مذکورہ حدیث و اثر دونوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر مقتدی کو دوران نماز سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن عبد الرحمٰن شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"ولو سها خلف الامام لم یسجد بالاتفاق"

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۴۳)

اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو وہ بالاتفاق سجدہ سہو نہیں کرے گا۔

اس اجماع کو امام ابوبکر بن محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوریؒ متوفی ۳۱۸ھ نے بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"واجمعوا علی ان لیس علی من سهی خلف الامام سجود"

(الاجماع ص ۳۰)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔

لیکن حدیث و اثر اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کے نواب صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہے اور اس سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

"واگر خود مؤتم سہا در پس امام سہو نفس خود کرد وبروی سجود سہا بنا بر دخول در آں سہو واجب باشد بوجہ تناول ادلہ سجود از برائے مؤتم و دلیلی بر سقوط سجود سہو خودش بمجرد ہمراہ امام نیامدہ"

(بدور الاہلہ ص ۶۸)

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے، تو
اس پر سجدۂ سہو اُس سہو میں داخل ہونے کی بنا پر واجب ہوگا
کیونکہ سجدۂ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے
امام کی ہمراہی میں خود اپنے سہو سے سجدۂ سہو کے ساقط ہونے
کی کوئی دلیل نہیں آئی۔

ملاحظہ فرمائیے: حدیث واثر اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا
ہے کہ مقتدی پر خود اپنے سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ لیکن غیر مقلدین
کے نواب صاحب فرما رہے ہیں کہ نہیں صاحب اس پر سجدۂ سہو لازم ہے
اور اس سے سجدۂ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ قارئین محترم اوپر ایک ایک
حدیث مرفوع، ایک جلیل القدر تابعی کا اثر، اور اجماع امت کا ذکر کیا گیا ہے
یہ تین دلیلیں موجود ہیں لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کوئی دلیل نہیں،
لہٰذا اب آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

اشتراط الوضوء لسجدة التلاوة

سجدۂ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے بے وضو سجدۂ تلاوت جائز نہیں

۱۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور، (ترمذی ج ۱ ص ۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے
قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر انہ قال لا یسجد الرجل

(سجدة التلاوة) الا وهو طاهر،
(بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی سجدۂ تلاوت طہارت
کے بغیر نہ کرے۔

مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ سجدۂ تلاوت ادا کرنے
کے لیے طہارت شرط ہے، طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت جائز نہیں کیونکہ
سجدۂ تلاوت من جملہ صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں نماز کی طرح نیت بھی شرط ہے
ستر عورت بھی شرط ہے، استقبال قبلہ بھی ضروری ہے، اس میں تکبیر
بھی ہے تسبیح بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نماز
بھی طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی تو جب نماز کے لیے طہارت ضروری
ہوئی تو سجدۂ تلاوت کے لیے بھی جو کہ من جملہ نماز ہی ہے طہارت ضروری
ہوگی اور جس طرح کوئی نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں اسی طرح سجدۂ تلاوت
بھی بغیر طہارت کے جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت
نہ کرے۔

لیکن ان دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
سجدۂ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔
" یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز
اور درست ہے"۔ (دستور المتقی ص ۱۲۳)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

"وتجوز على غير وضوء وتستحب الطهارة لها" (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۳۶)

اور سجدۂ تلاوت بغیر وضوء کے بھی جائز ہے البتہ اس کے لیے طہارت مستحب ہے۔

فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۱۷ پر بھی بغیر وضو کے سجدۂ تلاوت جائز ہونیکا فتویٰ موجود ہے جس پر غیر مقلدین کے اکابر مثلاً میاں نذیر حسین صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب، محمد ابوالحسن صاحب، محمد حسین بٹالوی صاحب وغیرہم کے دستخط موجود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عام سے ثابت ہو رہا ہے کہ وضو کے بغیر سجدۂ تلاوت جائز نہیں، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دے رہے ہیں کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدۂ تلاوت نہ کرے وجہ اس کی اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ طہارت کے بغیر یہ سجدہ جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب سجدۂ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

مسافة القصر

کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے

۱۔ عن شريح بن هانئ قال اتيت عائشة اسألها عن المسح على الخفين فقالت عليك بابن

ابی طالب فاسئله فانه كان يسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألناه فقال جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثة ايام ولياليهن للمسافر ويوما وليلة للمقيم، (مسلم ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت شریح بن ہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تم ابن ابی طالب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات مقرر فرماتے تھے۔

۲۔ عن عبد الرحمن بن ابی بكرة عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وَقَّتَ فى المسح على الخفين ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر وللمقيم يوما وليلة، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۳۱۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی ہے۔

۳- عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم ، (بخاری ج ۱ ص ۱۴۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہ سفر کرے عورت تین دن کا محرم کے بغیر۔

۴- عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ ان تسافر ثلثا الا ومعها ذو محرم منها ،

(مسلم ج ۱ ص ۴۳۴)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر۔

۵- عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرا یکون ثلثۃ ایام فصاعدا الا ومعها ابوها او ابنها او زوجها او اخوها او ذو محرم منها ،

(مسلم ج ۱ ص ۴۳۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی ایسی عورت

کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حال میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو۔

۶- عن علی بن ربیعۃ الوالبی - الولبۃ بطن من بنی اسد بن خزیمۃ قال سألت عبد اللہ بن عمر الی کم تقصر الصلوٰۃ ؟ فقال اتعرف السویداء قال قلت لا ولکنی قد سمعت بها قال هی ثلث لیال قواصد فاذا خرجنا الیها قصرنا الصلوٰۃ ، (کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد ص ۳۹)

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز قصر کرنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا سویداء کو جانتے ہو میں نے عرض کیا کہ جانتا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے فرمایا وہ تین درمیانی راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں جاتے ہیں تو نماز میں قصر کرتے ہیں۔

۷- حدثنا ابراهیم بن عبد الاعلیٰ قال سمعت سوید بن غفلۃ الجعفی یقول اذا سافرت ثلاثا فاقصر ، (کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ جعفی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب

تو تین دن کا سفر کرے تو قصر کر۔

۸۔ عن عمر قال تقصر الصلوٰة فی مسیرة ثلٰث لیال، (کنز العمال ج ۸ ص ۲۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی جائے۔

۹۔ عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ انہ رکب الی ریم فقصر الصلوٰة فی مسیرہ ذالک قال یحییٰ قال مالک وذالک نحو من اربعة بُرُد (مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت سالمؒ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ریم تک سفر کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ریم کا مدینہ طیبہ سے تقریباً ۴ برید کے برابر فاصلہ ہے۔

۱۰۔ عن سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ بن عمر رکب الی ذات النَصَب فقصر الصلوٰة فی مسیرہ ذالک قال یحییٰ قال مالک وبین ذات النصب والمدینة اربعة برد، (مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذاتِ نَصَب تک سفر

کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ اور ذات نصب کے درمیان ۴ برید کا فاصلہ ہے۔

۱۱۔ عن سالم ان ابن عمر خرج الی ارض لہ بذات النصب فقصر وهی ستة عشر فرسخاً، (مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۴۴۴)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اس زمین کی طرف سفر کے لیے نکلے جو ذاتِ نصب میں تھی تو آپ نے قصر کیا، مدینہ طیبہ سے اسکا فاصلہ سولہ فرسخ ہے۔

۱۲۔ عن عطاء بن ابی رباح ان ابن عمر و ابن عباس کانا یصلیان رکعتین و یفطران فی اربعة برد فما فوق ذالک، (بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور روزہ افطار کرتے تھے چار یا اس سے زیادہ برید پر۔

۱۳۔ وکان ابن عمر و ابن عباس یقصران ویفطران فی اربعة برد وهو ستة عشر فرسخاً، (بخاری ج ۱ ص ۱۴۷)

(حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ) حضرت
عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نماز میں
قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۴ برید پر جو ۱۶ فرسخ
کے ہوتے ہیں۔

۱۴- عن عطاء بن ابی رباح قال قلت لابن عباس
اقصر الی عرفة فقال لا قلت اقصر الی
منی قال لا قلت اقصر الی الطائف والی
عسفان قال نعم وذالك ثمانية واربعون
ميلا وعقد بيده،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۵ ومسند امام شافعی ج ۱ ص ۱۸۵)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرفہ کی مسافت میں
قصر کرسکتا ہوں فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا کہ منی کی مسافت میں قصر کرسکتا
ہوں؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا طائف اور عسفان کی مسافت
میں قصر کرسکتا ہوں فرمایا ہاں، ان کی مسافت اڑتالیس میل ہے
ہاتھ سے گرہ لگا کر (شمار کرکے) دکھایا۔

۱۵- عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله
عليه وسلم يا اهل مكة لا تقصروا الصلوة
فی ادنی من اربعة برد من مكة الی عسفان،

(معجم طبرانی کبیر بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل مکہ تم چار برید سے کم کے
سفر میں قصر نہ کیا کرو چار برید مکہ مکرمہ سے عسفان تک ہوتے ہیں

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن و تین رات مقرر فرمائی
ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲ سے واضح ہے اور آپ نے عورت کو محرم
کے بغیر تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-۴ سے ظاہر
ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں تین دن و رات کو ضرور دخل ہے
اور مسافر کہلانے کا مستحق وہی ہے جو تین دن و رات کی مسافت کے
سفر کے ارادہ سے گھر سے چلے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، آپ کے
صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور جلیل القدر تابعی حضرت
سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کے اقوال سے اس کی صراحت بھی ہو گئی اور معلوم ہوا
کہ نماز میں قصر کے لیے مسافت سفر تین دن و رات کا سفر ہے جیسا کہ حدیث
نمبر ۶-۷-۸ سے ظاہر ہے مگر جس زمانہ میں قافلے پیادہ یا اونٹوں وغیرہ پر
چلا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس مسافت کا اندازہ لگانا آسان تھا موٹر
ریل اور ہوائی جہاز کے اس دور میں تین دن کی پیدل مسافت کا اندازہ
لگانا بہت مشکل ہے شاید آئندہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا زمانہ
آئے، لہٰذا احکام شرع میں سہولت کے پیش نظر اب میلوں کی تعیین
ضروری ہے، چنانچہ محققین علماء احناف نے ۴۸ میل کو مسافت قصر قرار
دیا ہے جیسا کہ یہ ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد اور ایک
روایت کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی مسلک ہے اور
مندرجہ بالا احادیث و آثار بھی اس کے مؤید ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے مسافتِ سفر کی تحدید چار بُرُد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۵ سے ظاہر ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال سے بھی مسافتِ سفر کی تحدید چار بُرُد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ہی ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ سے واضح ہے، حضرت امام مالک حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ حضرت امام بخاری حضرت امام بیہقی رحمہم اللہ سب ہی نقل کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا عمل اور فتویٰ اسی پر تھا کہ مسافتِ قصر اڑتالیس میل ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسافتِ قصر ۳ میل یا نو میل ہے۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۰)

غیر مقلدین کے مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں:

"نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۵)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے"

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۰۱)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سے مسافتِ قصر کی تحدید ۴ بُرُد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرما رہے ہیں، صحابۂ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔

لیکن غیر مقلدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود اور صحابۂ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافتِ قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔

قارئین غور فرمائیے اور ذرا سوچئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ و تابعین وغیرہم کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر مقلدین کی؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

القصر مالم ینو الاقامة خمسة عشر یوما

مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرلے اسوقت تک قصر کریگا

۱۔ عن مجاهد قال كان ابن عمر اذا اجمع على اقامة خمس عشرة سرّح ظهره وصلى اربعا،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرما لیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۲۔ عن مجاهد عن ابن عمر انه اذا اراد ان يقيم بمكة خمسة عشر يوما سرح ظهره وصلى اربعا،

(کتاب الحجۃ للامام محمد ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ فرما لیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۳۔ عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال اذا كنت مسافرا فوطنت نفسك على اقامة خمسة عشر يوما فاتمم الصلوة وان كنت لا تدرى فاقصر، (كتاب الآثار للامام ابى حنيفة بعاية الامام محمد ص ۳۹)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مسافر ہو اور اپنے لیے کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بنا لو تو نماز پوری پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو (کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے) تو قصر کرو۔

۴۔ عن مجاهد عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم قال اذا هممت باقامة خمسة عشر يوما فاتم الصلوة، (جامع المسانيد ج ۱ ص ۴۰۲)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرلو تو پھر نماز پوری پڑھو۔

۵۔ عن سعيد بن المسيب قال اذا قدمت بلدة فاقمت خمسة عشر (يوما) فاتم الصلوة،

(كتاب الحجة ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی شہر

میں آؤ اور اس میں پندرہ دن ٹھہرو تو نماز پوری پڑھو۔

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر اگر کسی مقام پر پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو پھر نماز پوری پڑھے گا قصر نہیں کرے گا، ورنہ قصر کرے گا۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا اور وہ دوسروں کو بھی فتوے دیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ تعیین کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس میں عقل ورائے کو دخل ہو اور ان حضرات نے خود ہی یہ تعیین کرلی ہو اس لیے یہی کہا جائیگا کہ ضرور ان حضرات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن کر یا آپ کے عمل کو دیکھ کر ہی یہ تعیین کی ہے لہٰذا ان کے یہ فتاوی حدیث مرفوع کے حکم میں ہوں گے۔ اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بھی صحیح روایت کے مطابق اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں۔

"محدثین کے نزدیک بحکم بحدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۴۰)

ملاحظہ فرمائیے: مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہوتا ہے لیکن غیر مقلدین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنی پڑتی ہے

قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وجوب القصر فی السفر وکراھۃ الاتمام

دورانِ سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے

۱- عن عیسی بن حفص بن عاصم قال حدثنی ابی انہ سمع ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین و ابابکر و عمر و عثمان کذالک ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت عیسیٰؒ بن حفص فرماتے ہیں کہ میرے والد حفصؒ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

۲- عن عبد اللہ بن عمر (فی حدیث طویل) الخ، صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر فلم یزد علی الرکعتین حتی قبضہ اللہ وصحبت ابابکر فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ وصحبت عمر فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ ثم صحبت عثمان فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ وقد قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی

رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، (مسلم ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا آپ نے نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلالیا اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتی کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا۔ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتی کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتی کہ انہیں بھی اللہ نے بلالیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے

۳- عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ السفر رکعتان من ترک السنۃ فقد کفر،

(رواہ ابن حزم بسند صحیح (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (یعنی اس طریقہ) کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا۔

۴- عن مورق قال سألت ابن عمر عن الصلوٰۃ فی السفر فقال رکعتین رکعتین من خالف السنۃ کفر، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے دورانِ سفر نماز کے بارے میں پوچھا
تو آپ نے فرمایا دو۔ دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (اس
طریقے) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

۵۔ عن ابی الکنود قال سألت ابن عمر عن
صلوٰۃ السفر فقال رکعتان نزلتا من السماء فان
شئتم فردوھما، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت ابوالکنود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا تو
آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہیں جو آسمان سے اتری ہیں چاہو تو ان کو رد کر دو۔

۶۔ عن السائب بن یزید الکندی ابن اخت النمر
قال فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین ثم زید
فی صلوٰۃ الحضر واقرت صلوٰۃ السفر،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۳)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نمر کے خواہر زادے فرماتے
ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر کی نماز میں اضافہ
ہوگیا اور سفر کی نماز یونہی برقرار رکھی گئی۔

۷۔ عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قالت الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتان فاقرت
صلوٰۃ السفر واتممت صلوٰۃ الحضر، الحدیث،
(بخاری ج ۱ ص ۱۴۸)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں کہ نماز ابتداءً دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز برقرار

رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔

۸۔ عن عمر قال صلوٰۃ السفر رکعتان وصلوٰۃ
الجمعۃ رکعتان والفطر والاضحیٰ رکعتان تمام
غیر قصر علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم،
(ابن ماجہ ص ۷۶، نسائی ج ۱ ص ۱۶۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعات ہیں
جمعہ کی نماز دو رکعات ہیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز دو دو
رکعات ہیں جو پوری ہیں کم نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی۔

۹۔ عن یعلی بن امیۃ قال قلت لعمر بن الخطاب
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ
خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فقد
امن الناس فقال عجبت مما عجبت منہ فسألت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال
صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ،
(مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ لیس علیکم جناح الآیۃ
کے بارے میں عرض کیا کہ اب تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں آپ
نے فرمایا تمہیں عجیب لگی ہے وہ بات جو مجھے عجیب لگی تھی میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ
نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہٰذا تم اس کے صدقے

کو قبول کرو۔

۱۰۔ عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوٰۃ علیٰ لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا و فی السفر رکعتین و فی الخوف رکعۃ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں، اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال صلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین سافر رکعتین وحین اقام اربعا قال وقال ابن عباس فمن صلی فی السفر اربعا کمن صلی فی الحضر رکعتین الحدیث

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر کیا تو دو دو رکعتیں پڑھیں اور جب آپ مقیم ہوئے تو چار پڑھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص دورانِ سفر چار رکعتیں پڑھتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو حضر میں دو رکعت پڑھے۔

۱۲۔ عن موسی بن سلمۃ الھذلی قال سألت ابن عباس کیف اصلی اذا کنت بمکۃ اذا لم اصل مع الامام

فقال رکعتین سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم،

(مسلم ج ۱ ص ۲۴۱)

حضرت موسیٰ بن سلمہ ھذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور میں نے امام کے ساتھ نماز نہ پڑھی ہو تو کیسے نماز پڑھوں آپ نے فرمایا دو رکعتیں یہی سنت ہے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

۱۳۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من المدینۃ الی مکۃ لا یخاف الا رب العلمین فصلی رکعتین،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ گئے اس حال میں کہ آپ سوائے رب العلمین کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔

۱۴۔ عن ابی ھریرۃ قال سافرت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر کلھم صلی من حین یخرج من المدینۃ الی ان یرجع الیھا رکعتین فی المسیر والمقام بمکۃ،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر

کیا ہے سب نے مدینہ طیبہ سے جاتے اور واپس مدینہ طیبہ
آنے تک دو رکعتیں ہی پڑھیں سفر کے دوران بھی اور مکہ مکرمہ
اقامت کے دوران بھی۔

۱۵۔ عن خلف بن حفص عن انس انطلق بنا الی الشام
الی عبد الملک و نحن اربعون رجلا من الانصار
لیفرض لنا فلما رجع وکنا بفج الناقۃ صلی
بنا الظہر رکعتین ثم دخل فسطاطہ و قام
القوم یضیفون الی رکعتیہم رکعتین اخریین
فقال قبح اللہ الوجوہ فو اللہ ما اصابت السنۃ
ولا قبلت الرخصۃ فاشہد لسمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان قوما
یتعمقون فی الدین یمرقون کما یمرق السہم
من الرمیۃ، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۵)

حضرت خلفؒ بن حفص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) ہمیں ملک شام عبد الملک
بن مروان کے پاس لے جایا گیا ہم چالیس انصاری مرد تھے
مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا وظیفہ مقرر کر دے، جب ہم واپس ہوئے
اور فج الناقہ پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو
رکعتیں پڑھائیں اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے لوگ اُٹھے
اور (پڑھی ہوئی) دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ
کرنے لگے، آپ نے فرمایا خدا ان کا برا کرے اللہ کی قسم یہ سنت

کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہو میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ بہت سے
لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے لیکن وہ دین سے ایسے
نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

۱۶۔ عن عطاء بن یسار قال ان ناسا قالوا یا رسول
اللہ کنا مع فلان فی السفر فابی الا ان یصلی لنا
اربعا اربعا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذًا والذی نفسی بیدہ تضلون، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا اے
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر
میں تھے انہوں نے ہمیں نماز پڑھانے سے انکار کیا بجز اس صورت
کے کہ وہ چار چار رکعت پڑھائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان
ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

۱۷۔ عن ابراہیم ان ابن مسعود قال من صلی فی
السفر اربعا اعاد الصلوٰۃ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۸۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں
وہ اپنی نماز لوٹائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا
عزیمت ہے نہ کہ رخصت، نیز قصر کرنا واجب اور ضروری ہے نہ کہ افضل،

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ہمیشہ (حالت امن ہو یا خوف) سفر میں قصر ہی کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر۱-۲-۱۳-۱۴ سے واضح ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قصر نہ کرنے کو کفرانِ نعمت، اور قصر سے انکار کو گمراہی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر۳ - اور ۱۶ سے ظاہر ہے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دورانِ سفر نماز پوری پڑھی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کا دورانِ سفر نماز میں قصر پر بغیر ترک کے مواظبت فرمانا نیز اس کے ترک پر وعید فرمانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر کرنا عزیمت اور واجب ہے۔

دوسرے۔ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (نمبر۴ - ۵ - ۸ - ۱۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سفر، جمعہ۔ اور عیدین کی نماز دو رکعتیں ہیں جو پوری دو ہی ہیں کسی کمی کے بغیر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر دو ہی رکعتیں آسمان سے اتری ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر میں چار اور سفر میں دو ہی رکعتیں فرض کی ہیں۔ ان احادیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ سفر قصر ہی عزیمت ہے اور قصر کرنا واجب ہے۔

تیسرے۔ حضرت سائب بن یزید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث نمبر۶ - ۷ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداءً نماز دو ہی رکعتیں فرض ہوئی تھیں بعد میں حضر میں چار رکعتیں کر دی گئیں اور سفر میں جوں کی توں دو ہی

باقی رکھی گئیں یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر عزیمت ہے اور واجب ہے۔

چوتھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ جس نے دورانِ سفر فرض کی چار رکعتیں پڑھیں وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضر میں چار کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں (جیسا کہ حدیث نمبر۱۱ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے اور واجب ہے نہ کہ رخصت کیونکہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جیسے حضر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت کر کے نہیں پڑھا جا سکتا ایسے ہی دورانِ سفر دو رکعت کو چار کر کے پڑھنا صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص سفر میں دو رکعات کی جگہ چار رکعات پڑھے وہ نماز لوٹائے جیسا کہ حدیث نمبر۱۷ سے ثابت ہے۔

پانچویں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دورانِ سفر دو رکعت کی جگہ چار رکعات پڑھنے والوں کو بددعا دینا اور یہ فرمانا کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ قصر عزیمت ہے رخصت نہیں کیونکہ اگر دورانِ سفر اتمام جائز ہوتا تو آپ بددعا نہ دیتے اور نہ یہ فرماتے کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

چھٹے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ قصر اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے بندوں پر کیا ہے لہٰذا تم اس کے صدقے کو قبول کرو (جیسا کہ حدیث نمبر۹ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے نہ کہ رخصت کیونکہ دورانِ سفر پوری نماز پڑھنے سے اس صدقے سے اعراض ہوتا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دورانِ

سفر قصر صرف افضل ہے لہٰذا کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے ۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں ۔

" سفر میں قصر کرنا افضل ہے جس نماز کے چار فرض ہوں دو پڑھے جائیں صبح اور مغرب کی نماز قصر نہیں ہوں گی وہ بدستور دو اور تین رکعت پڑھی جائیں گی اگر کوئی پوری نماز ادا کرنا چاہے تو بھی درست ہے"۔

(رسول اکرم کی نماز ص۱۰۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

" والاصح عندنا ان القصر افضل "

(نزل الابرار ۱ ص۱۲۵)

زیادہ صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ قصر افضل ہے ۔

موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں ۔

" فنا الافضل له قصر الرباعية وان صلى اربعا اجزأته "

(کنز الحقائق ص۳۴)

مسافر کے لیے چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا افضل ہے اور اگر چار رکعات پوری پڑھے تو بھی جائز ہے ۔

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں ۔

" یہ ایک مسئلہ ہے کہ کیا مسافر شخص نماز پوری پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ یا افضل کیا چیز ہے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ مسافر کو قصر کرنا افضل ہے .... گویا کہ افضل اگرچہ مسافر کے لیے قصر ہے لیکن اتمام منع نہیں ہے خصوصاً جب کہ کوئی مصلحت درپیش ہو"۔

(صلوٰۃ النبی ص۲۸۶)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سفر میں ہمیشہ قصر ہی کرتے ہیں کبھی بیانِ جواز کے لیے بھی اِتمام نہیں کرتے عام صحابۂ کرام کا معمول یہی ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر کو اللہ تعالیٰ کا صدقہ قرار دے کر اس کے قبول کرنے کا حکم دے رہے ہیں نیز قصر نہ کرنے کو کفرانِ نعمت اور گمراہی قرار دے رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز دو رکعت ہی فرض کی ہے ، حضرت انس رضی اللہ عنہ چار رکعت پڑھنے والوں کو سنت کا مخالف بتلا کر انہیں بددعا دیتے ہیں ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سفر میں اگر کوئی چار رکعت پڑھے تو اس کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں ۔ ان سب باتوں سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ سفر میں قصر افضل نہیں واجب ہے ۔ لیکن ان تمام باتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ دورانِ سفر قصر صرف افضل ہے اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے فعل سے قصر کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اتمام جائز نہیں غیر مقلدین صرف افضل قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اتمام بھی جائز ہے اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث سے وجوب کے ثابت ہوتے ہوئے صرف افضلیت کا قول کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

التطوع فی السفر

دورانِ سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہیئں

۱- عن البراء بن عازب قال صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ عشر سفرا فما رأیتہ ترک الرکعتین اذا زاغت الشمس قبل الظہر،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔

۲- عن ابن عمر قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظہر اربعا وبعدھا رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظہر رکعتین وبعدھا رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدھا شیئا والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وھی وتر النہار وبعدھا رکعتین؛

(ترمذی ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی ہے، میں

نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، ایسے ہی عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا، مغرب کی نماز سفر و حضر میں برابر ہے، یہ کل تین رکعتیں ہیں جو نہ کم ہوتی ہیں نہ بڑھتی ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں، ان کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

۳- عن ابن عمر انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعا ولیس بعدھا شیئ وصلی المغرب ثلثا وبعدھا رکعتین وقال ھی وتر النہار ولا تنقص فی سفر ولا حضر وصلی العشاء اربعا وصلی بعدھا رکعتین قال وصلی فی السفر الظہر رکعتین وصلی بعدھا رکعتین وصلی العصر رکعتین ولیس بعدھا شیئ وصلی المغرب ثلثا وبعدھا رکعتین وصلی العشاء رکعتین وبعدھا رکعتین،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حضر میں عصر کی) چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں۔ مغرب کی تین رکعات پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن کے وتر ہیں جو سفر و حضر میں کم نہیں ہوتے، عشاء کی چار رکعتیں

پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں —— پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد کچھ نہیں، مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل،

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۵، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے دوڑائے لیے چلے جا رہے ہوں۔

۵۔ عن عبد اللہ بن رباح الانصاری نا ابوقتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لہ فمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وملت معہ فقال انظر فقلت ھذا راکب ھذان راکبان ھؤلاء ثلاثۃ حتی صرنا سبعۃ فقال احفظوا علینا صلوتنا یعنی صلوۃ الفجر فضرب علی آذانھم فما ایقظھم الا حر الشمس فقاموا فساروا ھُنَیَّۃ ثم نزلوا فتوضؤا واذن بلال فصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر ورکبوا

فقال بعضھم لبعض قد فرطنا فی صلوتنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ، الحدیث

(ابوداؤد ج ۱ ص ۶۳)

حضرت عبداللہ بن رباح انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں تھے، آپ راستے سے ہٹ کر ایک جانب ہو گئے۔ آپ کے ساتھ میں بھی اسی طرح چلا، آپ نے فرمایا دیکھو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار ہے، یہ دو سوار ہیں، یہ تین ہیں یہاں تک کہ ہم سات آدمی ہو گئے آپ نے فرمایا ہماری فجر کی نماز کی نگرانی رکھنا۔ ان کے کان بند ہو گئے (یعنی سو رہے) پس کسی چیز نے ان کو نہ جگایا سوائے آفتاب کی تیزی کے پھر لوگ اٹھے اور تھوڑی دیر چلے، پھر ایک جگہ اترے اور وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر فرض پڑھے اور سوار ہوئے، ایک دوسرے سے کہنے لگا ہم نے قصور کیا نماز میں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سونے میں کوئی قصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ جاگتا ہو اور پھر نہ پڑھے۔

۶۔ عن عامر بن ربیعۃ انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی السبحۃ فی اللیل فی السفر علی ظھر راحلتہ حیث توجھت بہ، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۹، مسلم ج ۱ ص ۲۴۴)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ دورانِ سفر رات میں نفل ادا فرمارہے تھے اپنی سواری کی پشت پر وہ سواری آپ کو لے کر جس طرف کا بھی رُخ کرتی۔

۷- عن ام ھانئ قالت لما كان يوم فتح مكة دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بماء وسترت ام ھانئ وام سليم ام انس بن مالك بملحفة ثم دخل بيت ام ھانئ فصلى الضحى اربع ركعات، (مجمع الزوائد ۲ ص۲۳۸)

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن (غسل کے لیے) پانی منگوایا، ام ھانی اور ام سلیم یعنی انس بن مالک کی والدہ نے چادر سے پردہ کئے رکھا، پھر آپ (غسل کرکے) ام ھانی کے گھر تشریف لے گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔

۸- عن ابن عباس قال قد فرض لرسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوٰة فى الحضر اربعا وفى السفر ركعتين فكما يُتَطَوَّعُ هٰهُنَا قبلها ومن بعدها فكذالك يصلى فى السفر قبلها وبعدها، (طحاوی ج ۱ ص۲۸۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرض کی گئی ہیں حضر میں

چار رکعت اور سفر میں دو رکعت، پس جیسے نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یہاں نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل پڑھا کرتے ہیں۔

۹- عن قتادة ان ابن مسعود وعائشة كانا يتطوعان فى السفر قبل الصلوٰة وبعدها، (مجمع الزوائد ۲ ص۱۲۳)

حضرت قتادہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام الترمذى

ثم اختلف اهل العلم بعد النبى صلى الله عليه وسلم فرأى بعض اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ان يتطوع الرجل فى السفر وبه يقول احمد واسحٰق ولم ير طائفة من اهل العلم ان يصلى قبلها ولا بعدها ومعنى من لم يتطوع فى السفر قبول الرخصة ومن تطوع فله فى ذالك فضل كثير وهو قول اكثر اهل العلم يختارون التطوع فى السفر، (ترمذی ج ۱ ص۱۲۳)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کرام کا مذہب ہے

کہ آدمی سفر میں نفل پڑھے امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے قائل ہیں اور اہلِ علم کی ایک جماعت نے نماز سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھا اور مراد اس سے کہ جس نے سفر میں نفل نہیں پڑھے یہ ہے کہ اس نے رخصت کو قبول کیا اور جو کوئی نفل پڑھے تو اس کے لیے بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہلِ علم کا ہے وہ سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں۔

قال الامام النووی

" قد اتفق العلماء على استحباب النوافل المطلقة في السفر واختلفوا في استحباب الراتبة فتركها ابن عمر وآخرون واستحبها الشافعي واصحابه والجمهور" الخ (نووی شرح مسلم ج ا صـ۲۴۲)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

دورانِ سفر مطلق نوافل کے استحباب پر تو سب علماء کا اتفاق ہے البتہ سننِ مؤکدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے تو انہیں چھوڑ دیا، امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور جمہور علماء ان کے پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں۔

قال ابن القیم الجوزی

" قد سئل الامام احمد عن التطوع في السفر فقال ارجوان لا يكون بالتطوع في السفر بأس قال وروى عن الحسن انه قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يسافرون فيتطوعون قبل المكتوبة

وبعدها قال وروى هذا عن عمر وعلي وابن مسعود وجابر وانس وابن عباس وابي ذر،

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ا صـ۱۳۱)

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دورانِ سفر نوافل پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام سفر کرتے تھے تو فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نفل بھی پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ یہی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابرؓ، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر کو حالت اطمینان میں جب کوئی تشویش اور جلدی نہ ہو فرض نمازوں میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرۃ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث (نمبر ۴-۵) سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران فجر کی سنتیں ادا فرماتے تھے کیونکہ جب آپ صحابۂ کرام کو فرما رہے ہیں کہ ان سنتوں کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑو تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ خود چھوڑ دیتے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صراحت ہو گئی کہ آپ دورانِ سفر فجر کی سنتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

دونوں احادیث (نمبر ۲-۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ظہر، مغرب، اور عشاء تینوں نمازوں کے بعد دو رکعت سنت ادا فرماتے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۱) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ زوال کے بعد ظہر سے پہلے ہمیشہ دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۶) سے آپ کا دوران سفر تہجد پڑھنا اور حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کی حدیث (نمبر ۱) سے آپ کا چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث (نمبر ۹) سے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ معمول ثابت ہو رہا ہے کہ یہ دونوں حضرات مسافرت میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد سنت و نوافل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بیان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عام صحابہ کرام کا معمول یہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عام ضابطہ ذکر فرمایا کہ جیسے حضر میں فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھے جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم مسافرت میں سنن و نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذیؒ کے قول کے مطابق عام اہل علم اور امام نوویؒ کے قول کے مطابق جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ مسافرت کی حالت میں سنن و نوافل پڑھنے چاہیئں، انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں اگر انسان اطمینان سے ہو اور کوئی تشویش یا جلدی نہ ہو تو فرض کے ساتھ سنتیں اور نوافل بھی ادا کرنے چاہیئں، ہاں اگر کوئی تشویش ہو یا جلدی ہو تو پھر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفصیل کے اس بات کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنتیں معاف ہیں اس لیے اُن کا نہ پڑھنا ہی اَولیٰ و بہتر ہے، چنانچہ یہ لوگ دوران سفر سنن و نوافل بالکل نہیں پڑھتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس سے الجھتے اور اُسے روکتے ہیں کہتے ہیں حدیث سے ثابت نہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مؤوّل حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں نفل سب معاف ہیں"

(صلوٰۃ الرسول صـ [illegible])

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں

"ولا تسن للمسافر صلوٰۃ الرواتب الا الفجر والوتر ومن صلاھا فلا باس عندی ان ترکھا اولیٰ"

(نزل الابرار ج ۱ صـ [illegible])

اور مسافر کے لیے سنن مؤکدہ کا پڑھنا مسنون نہیں ہے سوائے فجر اور وتر کے اور اگر کوئی پڑھ لے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں تاہم اَولیٰ و بہتر نہ پڑھنا ہی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسافرت میں فجر، ظہر، مغرب، عشاء کی سنتیں پڑھنا ثابت ہے بلکہ ظہر سے پہلے کے دو

نفل تہجد اور چاشت پڑھنا بھی ثابت ہے عام صحابہ کرام کا معمول یہی ہے
کہ وہ مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنن ونوافل بھی پڑھتے ہیں جمہور اہل
علم اسی کے قائل ہیں کہ دورانِ سفر سنن ونوافل بشرطِ سہولت ادا کرنے
چاہئیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ سفر میں سنن ونوافل معاف ہیں اور
نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے، سوال یہ ہے کہ اگر یہ معاف ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور صحابہ کرام کیوں پڑھتے تھے؟ نیز اگر ان کا نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر
ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ
سنن ونوافل ادا کر کے غیر اولیٰ اور غیر بہتر کام کرتے تھے، العیاذ باللہ۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث اور یہ ہے ان کی تحقیق واجتہاد کہ
حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل کو غیر اولیٰ اور غیر بہتر قرار دے رہے ہیں
اور کوئی پرواہ نہیں۔

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی
موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب الجمعۃ

عدم جواز الجمعۃ فی القریٰ

گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے

۱۔ عن عائشۃ فی حدیث طویل حتی نزل بھم فی
بنی عمرو بن عوف وذالک یوم الاثنین من
شھر ربیع الاول فقام ابوبکر للناس وجلس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صامتا فطفق من

جاء من الانصار ممن لم یر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یحیی ابابکر حتی اصابت الشمس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر حتی
ظلل علیہ بردائہ فعرف الناس رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عند ذالک فلبث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرۃ
لیلۃ (وفی روایۃ انس بن مالک اربع عشرۃ لیلۃ)
واُسس المسجد الذی اُسس علی التقوی وصلی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رکب
راحلتہ فسار یمشی معہ الناس حتی برکت عند
مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ و
ھو یصلی فیہ یومئذ رجال من المسلمین وکان
مربدا للتمر لسھیل وسھل غلامین یتیمین
فی حجر اسعد بن زرارۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حین برکت بہ راحلتہ ھذا ان
شاء اللہ المنزل ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الغلامین فساومھما بالمربد
لیتخذہ مسجدا فقالا بل نھبہ لک یا رسول اللہ
فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبلہ
منھما ھبۃ حتی ابتاعہ منھما ثم بناہ
مسجدا الحدیث، (بخاری ج ۱ ص ۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام قبا میں قبیلہ) بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزولِ اجلال فرمایا اور یہ ماہ ربیع الاوّل کا پیر کا دن تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے انصار میں سے جو بھی آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگنے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرف متوجہ ہوتے اور اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں دس رات سے کچھ اوپر (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق چودہ رات) قیام فرما رہے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قبا کی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھتے رہے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوتے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس آکر بیٹھ گئی، اس جگہ اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ جگہ دو یتیم بچوں سہیل اور سہل جو اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ان کی کھجوریں خشک کرنے کی جگہ تھی، جس وقت آپ کی سواری آپ کو لے کر اس جگہ بیٹھی تو آپ نے

آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہو گی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ کا اُن سے بھاؤ کرنے لگے تاکہ آپ وہاں مسجد بنائیں، وہ دونوں بچے کہنے لگے ہم آپ کو یہ جگہ ھبہ کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ھبہ کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور اُن سے وہ جگہ خرید لی پھر وہاں مسجد بنائی۔

۲۔ عن جابر بن عبد اللہ (فی حدیث طویل فی حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال) فاجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی عرفۃ فوجد القبۃ قد ضربت لہ بنمرۃ فنزل بہا حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت لہ فاتی بطن الوادی فخطب الناس (الی أن قال) ثم أذن ثم اقام فصلی الظہر ثم اقام فصلی العصر ولم یصل بینہما شیئا۔
(مسلم ج ۱ ص ۳۹۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں تشریف لائے تو آپ نے ایک قُبّہ دیکھا جو آپ کے لیے دھاری دار چادر سے بنایا گیا تھا، آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے حتےٰ کہ جب سُورج ڈھل گیا تو آپ نے (اپنی اونٹنی) قصواء کے لانے کا حکم دیا چنانچہ وہ کجاوہ ڈال کر حاضر کر دی گئی۔ آپ نے بطن وادی

پہنچ کر لوگوں سے خطاب فرمایا پھر حضرت بلال رضؓ نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی (حضرت بلالؓ نے) پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۳۔ عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالي الحديث۔
(بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باہر کے لوگ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی اپنی منازل اور عوالی سے نوبت بنوبت یعنی باری باری آتے تھے۔

۴۔ عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسجد عبد القيس بجواثى من البحرين،
(بخاری ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے بحرین کے ایک شہر جواثی میں عبد القیس کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔

۵۔ كان انس في قصره احيانا يجمع واحيانا لا يجمع وهو بالزاوية على فرسخين، (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے قصر میں بمقام زاویہ جو بصرہ شہر سے

چھ میل دور تھا رہتے تھے کبھی وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

۶۔ عن ابي البختري قال رأيتُ انسا شهد الجمعة من الزاوية وهي فرسخان من البصرة،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۲)

حضرت ابو البختریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے زاویہ سے تشریف لاتے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۷۔ عن ابن عمر انه قال انما الغسل على من تجب عليه الجمعة والجمعة على من يأتي اهله
(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۳۱۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس پر جمعہ واجب ہے اسی پر غسل ہے اور جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ پڑھ کر گھر واپس آسکتا ہو۔

۸۔ قال ابو عبيد ثم شهدت العيد مع عثمان بن عفان فجاء فصلى ثم انصرف فخطب وقال انه قد اجتمع لكم في يومكم هذا عيدان فمن احب من اهل العالية ان ينتظر الجمعة فلينتظرها ومن احب ان يرجع فقد اذنت له،
(مؤطا امام مالک ص ۱۶۵)

حضرت ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا عید کی

نماز پڑھنے کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ
آپ تشریف لائے، نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا
اس دن تمہاری دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں - اہل عوالی میں سے
جو یہ چاہے کہ وہ جمعہ کی نماز کا انتظار کرے تو وہ کرے اور جو
یہ چاہے کہ واپس چلا جائے تو میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

۹- عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی قال لا جمعۃ
ولا تشریق الا فی مصر جامع ،
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید)
مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں -

۱۰- عن ابی عبد الرحمٰن قال قال علی لا جمعۃ ولا تشریق
ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع
او مدینۃ عظیمۃ ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ، تشریق، عید الفطر اور
عید الاضحیٰ کی نماز مگر مصر جامع میں یا بڑے شہر میں -

۱۱- عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی قال لا تشریق
ولا جمعۃ الا فی مصر جامع ،
(معرفۃ السنن والآثار بیہقی ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور عید
مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں -

۱۲- عن حذیفۃ قال لیس علی اہل القریٰ
جمعۃ انما الجمع علی اہل الامصار مثل
المدائن ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل قریہ (گاؤں دیہات
والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ شہر والوں ہی پر ہے جیسے
شہر مدائن -

۱۳- قال الامام الشافعیؒ
" قد کان سعید بن زید و ابو ہریرۃ یکونان
بالشجرۃ علی اقل من ستۃ امیال فیشہدان
الجمعۃ و یدعانہا وقد کان یروی ان احدہما
کان یکون بالعقیق فیترک الجمعۃ ویشہدہا
ویروی ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص کان علیٰ
میلین من الطائف فیشہد الجمعۃ و یدعہا ''
(کتاب الام ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مقام شجرہ میں ہوتے تھے چھ میل
سے کم فاصلہ پر وہ کبھی تو جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور کبھی جمعہ چھوڑ
دیتے تھے اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات میں
سے کوئی مقام عقیق پر ہوتا تھا تو کبھی وہ جمعہ چھوڑ بھی دیتا تھا اور کبھی

جمعہ کے لیے حاضر بھی ہوتا تھا، اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر تھے وہ کبھی جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے

۱۴ - عن هشام عن الحسن ومحمد انهما قالا الجمعة في الامصار، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ صـ۱۰۱)

حضرت ہشام، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا، جمعہ شہروں ہی میں ہوتا ہے۔

۱۵ - عن ابی بكر بن محمد انه ارسل الى ذی الحليفة ان لا تجمعوا بها وان تدخلوا الى المسجد مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ صـ۱۰۱)

حضرت ابوبکر بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے ذوالحلیفہ والوں کو پیغام بھیجا کہ تم وہاں جمعہ قائم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر جمعہ پڑھو۔

۱۶ - عن ابراهيم قال كانوا لا يجمعون في العساكر، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ صـ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین لشکروں میں جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

۱۷ - عن ابراهيم قال لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ صـ۱۰۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے جمعہ اور

تشریق (عید) مگر بڑے شہر میں۔

۱۸ - قال حجاج وسمعت عطاء يقول مثل ذالك، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ صـ۱۰۱)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو بھی یہی فرماتے سنا ہے (کہ جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے مگر بڑے شہر میں)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہر ہی میں جائز ہے۔ چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو مقام قبا میں جو مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے پیر کے دن پہنچے اور قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا وہاں مسجد کی بناء ڈالی گئی۔ عامۂ مسلمین کی جماعت کے ساتھ علانیہ نماز ادا ہونے لگی اور آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق چودہ شب وہاں رہے پھر آپ نے وہاں سے مدینہ طیبہ کوچ فرمایا اور بنو نجار کے محلہ میں پہنچ کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور مہینوں وہیں رہے یہاں تک کہ آپ کے لیے مسجد و مکانات تعمیر ہوگئے، جب صحیح بخاری سے یہ ثابت ہوا کہ آپ قبا چودہ روز رہے تو لازمی بات ہے کہ اس دوران دو جمعے بھی آئے مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ وہاں آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی ہو بلکہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ طیبہ میں ہوئی یا بنو سالم کی مسجد میں جو مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے جو شہر سے باہر ہے۔ اب قابل غور

بات یہ ہے کہ باوجودیکہ نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی ۔ قبا میں آپ نے نماز جمعہ کیوں ترک کی ، اگر آپ مسافر تھے تو قبا والوں کو کیوں حکم نہیں دیا ۔ اور جب مسافر کے لیے جمعہ جائز ہے اور بالفرض قبا والوں پر نماز جمعہ فرض تھی تو آپ قبا میں نماز جمعہ ضرور قائم فرماتے ، آپ کے خود جمعہ قائم نہ فرمانے سے اور اہل قبا کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہ دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ قبا میں نماز جمعہ درست ہی نہ تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں ۔

دوسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کی نویں ذی الحجہ کو مقام عرفات میں وقوف فرمایا تو وہاں آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی حالانکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ دن جمعہ کا دن تھا (چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں ، قد روینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ یوم عرفۃ جمع بین الظہر والعصر ثم راح الی الموقف وکان ذالک یوم جمعۃ (معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۳۳) ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عرفہ کے دن ظہر و عصر کو اکٹھا کر کے پڑھا پھر شام کو آپ موقف گئے اور یہ جمعہ کا دن تھا) اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جمعہ وہاں مسافر ہونے کی وجہ سے فرض نہ تھی مگر اہل مکہ پر تو نماز جمعہ فرض تھی لیکن انہوں نے بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ظہر کی پڑھی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ کا نماز جمعہ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر آبادی کی وجہ سے مقام عرفات نماز جمعہ کا محل ہی نہ تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قریہ پر جمعہ فرض نہیں ۔

تیسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اہل عوالی جمعہ میں شریک ہونے کے لیے مدینہ طیبہ نوبت بنوبت یعنی باریاں مقرر کر کے آتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہ تھا ، کیونکہ اگر اہل عوالی پر جمعہ فرض ہوتا تو وہ وہیں جمعہ کروا لیا کرتے انہیں اتنی دور آنے کی ضرورت نہیں تھی ، لیکن کسی حدیث سے بھی ان کا عوالی میں جمعہ کروانا ثابت نہیں ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ۔

چوتھی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب تک جواثا میں جمعہ قائم نہیں ہوا ۔ مسجد نبوی کے سوا کسی اور مقام میں جمعہ نہیں ہوتا تھا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہجرت کے کتنے دن بعد جواثا میں جمعہ قائم ہوا ۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اہل جواثا نے جمعہ اس وقت قائم کیا تھا جب ان کے وفد مدینہ طیبہ سے ہو کر واپس چلے گئے تھے[1] اور قاضی عیاضؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ ۸ھ ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جواثا میں جمعہ ہجرت کے آٹھ سال بعد قائم ہوا ہے ۔

سوال یہ ہے کہ اتنی مدت میں سینکڑوں اہل عوالی و اہل قریہ مسلمان ہو چکے تھے ، اسلام دور دراز کی بستیوں تک پہنچ چکا تھا بہت سی بستیاں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی تھیں خیبر بھی فتح ہو چکا تھا ، جا بجا مسجدیں بھی تھیں پھر مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ نماز جمعہ کیوں نہیں ہوئی ؟ اور تو اور موضع قبا جو مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ

---

[1] فتح الباری ج ص

علیہ وسلم ہر ہفتہ تشریف لے جاتے تھے جہاں کی مسجد کی اتنی بڑی فضیلت کہ اس کی بنیاد خود آپ نے رکھی جس کی شان میں قرآن مجید میں اُسِّسَ علی التقوٰی وارد ہوا - ایسی متبرک مسجد پھر بھی وہاں آپ نے نہ تو اس وقت جمعہ پڑھا جب کہ آپ نے ہجرت کے بعد وہاں قیام فرمایا تھا اور نہ مدینہ طیبہ قیام کے بعد آپ نے وہاں جمعہ قائم فرمایا - فرض تو فرض اگر وہاں صرف جائز ہوتا تو گو فرض نہ سہی جب بھی جواثا سے بہت پہلے وہاں ضرور جمعہ قائم ہو جاتا تاکہ جو لوگ جمعہ کے روز قبا ہی رہ جاتے تھے اور مدینہ طیبہ نہیں آتے تھے وہ نماز جمعہ سے محروم نہ رہتے، قبا وغیرہ مقامات میں جمعہ نہ ہونا بلکہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ ہجرت کے آٹھ برس بعد جواثا میں ہونا جو بحرین میں واقع ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مواضع محل اقامت جمعہ نہ تھے، اور چھوٹی چھوٹی بستیوں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

پانچویں اور چھٹی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ سے چھ میل دور زاویہ نامی بستی میں اپنے قصر میں رہتے تھے جب آپ کو جمعہ پڑھنا ہوتا تو آپ بصرہ شہر میں تشریف لا کر جمعہ ادا فرماتے اور اگر آپ وہیں رہتے تو جمعہ ادا نہ فرماتے یہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو اول تو حضرت انس رضی اللہ عنہ وہیں جمعہ قائم فرما لیتے - شہر میں تشریف نہ لاتے دوسرے آپ وہاں رہتے ہوئے جمعہ نہ چھوڑتے -

ساتویں حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس شخص پر جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ شام تک گھر واپس نہ آ سکے جمعہ فرض نہیں، لہٰذا یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف ہوئی

جو کہتے ہیں کہ ہر جگہ ہر مقام پر جمعہ فرض ہے -

آٹھویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز کے بعد اہل عوالی کو اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے جمعہ کا انتظار کرے اور جس کا جی چاہے گھر واپس چلا جائے - اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ چونکہ اہل بادیہ ہونے کی وجہ سے ان پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اس لیے آپ نے انہیں گھر جانے کی اجازت دیدی -

حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۴-۱۷-۱۸ سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں دیہات میں جمعہ جائز ہوتا تو خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور اجلۂ تابعین حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جمعہ صرف شہر ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ کسی جگہ نماز کا ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا امر نہیں کہ جس میں اپنی رائے و قیاس کو دخل ہو، ضرور ان حضرات تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت پہنچی ہوگی جس کی وجہ سے ان حضرات نے یہ بات کہی،

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی مروی حدیث (نمبر ۱۳) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سعید بن زید حضرت ابوہریرہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب شہر سے باہر گاؤں دیہات میں ہوتے تھے تو اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر آ کر جمعہ پڑھتے ورنہ اپنے مستقر پر رہتے اور جمعہ نہ پڑھتے - یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بادیہ پر جمعہ فرض نہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز جمعہ نہ چھوڑتے نیز گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ورنہ یہ حضرات وہیں جمعہ کرا لیتے شہر

میں نہ آتے، حدیث نمبر ۱۵ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابو بکر بن محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں اسی لیے وہ اہل ذو الحلیفہ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ذو الحلیفہ میں جمعہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے، حدیث نمبر ۱۶ سے معلوم ہو رہا ہے دور صحابہ و تابعین میں فوجی لشکروں میں جو کہ عموماً شہر سے باہر ہوتے ہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ ہر جگہ فرض نہیں ورنہ یہ لوگ جہاں ہوتے وہیں جمعہ کروا لیتے، یہ وہ تصریحات ہیں جن کے پیش نظر فقہاء کرام نے اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اور فرمایا کہ جمعہ مصر (بڑے شہر میں) میں جائز ہے گاؤں دیہات میں نہیں یہ فقہاء کی اپنی اختراع نہیں بلکہ مذکورہ احادیث و آثار ہیں جن کی بناء پر یہ شرط لگانا ناگزیر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ گاؤں میں چھوٹا ہو یا بڑا جمعہ فرض ہے اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے والے گنہگار ہیں اس کا خمیازہ ان کو آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر جمعہ ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔"

(دستور المتقی ص ۱۵۹)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں

"اس سے ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ اگر لوگ گاؤں میں جمعہ نہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔" (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۹)

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔"

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۷۷)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ قبا اور عرفات جیسی جگہوں میں جمعہ کا دن آتا ہے جمعہ فرض بھی ہو چکا ہے لیکن آپ ان مقامات پر نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں نہ صحابہ کرام کو اقامت جمعہ کا حکم فرماتے ہیں، صحابہ کرام شہر سے باہر گاؤں دیہات سے جمعہ پڑھنے کے لیے مدینہ طیبہ باریاں مقرر کر کے آتے ہیں وہاں جمعہ نہیں پڑھتے، ۱۰ھ ہجری تک اسلام کے دور دور تک پھیل جانے کے باوجود سوائے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوتا، حالانکہ اس کی ضرورت موجود تھی، ____ حضرت سعید بن زید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب گاؤں میں ہوتے تھے تو جمعہ نہیں پڑھتے تھے اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر تشریف لاتے تھے، آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کیا اسی لیے نہیں کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، یقیناً اسی لیے ہوتا تھا، خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ اور حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف مصر (شہر) ہی

ہیں ہو سکتا ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز
نہیں، گویا صحابہ کرام اور تابعین عظام گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے روک رہے ہیں
اور ظاہر ہے کہ یہ از خود کیسے روک سکتے ہیں جب تک ان کے پاس اس
سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی ہدایت نہ ہو، لیکن ان تمام تصریحات
کے خلاف غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے نہ پڑھنے
والے گنہگار ہوں گے اور روکنے والوں کو آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا
اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ غیر مقلدین ذرا دل
پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں مذکورہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نہیں پڑھتے تھے
العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کیا یہ گنہگار ہیں؟ اور جو صحابہ و تابعین گاؤں دیہات
میں جمعہ سے روک رہے ہیں ان کو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا؟
نیز ائمہ مجتہدین اور ان کے کروڑوں متبعین جو گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتے
بلکہ منع کرتے ہیں کیا یہ سب گنہگار ہیں؟ اور یہ جو اس قدر احادیث و آثار اوپر
مذکور ہوئے کیا یہ گاؤں دیہات میں جمعہ کے جائز نہ ہونے کے شرعی ثبوت
نہیں؟ قارئین کرام ذرا سوچیے کہ غیر مقلدین یہ کس پر فتوے داغ رہے ہیں؟
کس کو گنہگار قرار دے رہے ہیں؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟ اور
فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

شرائط صحۃ الجمعۃ

جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں جنکے بغیر جمعہ جائز نہیں،

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِکُمْ
خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ
الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(۶۲: ۹ ۔ ۱۰)

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد
کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق کو اگر تم کو
سمجھ ہے، پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور
ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

۱۔ عن مولی لآل سعید بن العاص انہ سال ابن عمر
عن القری التی بین مکۃ والمدینۃ ما تری
فی الجمعۃ قال نعم اذا کان علیہم امیر فلیجمع،

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج۴ ص۳۲۲)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی آل کے ایک مولیٰ سے
روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے
سوال کیا کہ وہ بستیاں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان میں
ہیں ان میں جمعہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے
فرمایا ہاں اگر کوئی ان پر امیر مقرر ہو تو وہ انہیں جمعہ پڑھا دے۔

۲۔ عن جعفر بن برقان قال کتب عمر بن عبد العزیز
الی عدی بن عدی ایما اہل قریۃ لیسوا

باهل عمود ينتقلون فامر عليهم اميرا يجمع بهم، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۲، معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت جعفر بن برقانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت عدیؒ بن عدی کو لکھا کہ ایسی بستیوں والے جو ستونوں والے نہ ہوں جو منتقل ہوتے رہتے ہیں تو آپ ان پر ایک امیر مقرر کر دیجئے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔

۳۔ عن ابی رافع ان ابا هريرة كتب الى عمر يسئله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب اليهم ان جمعوا حيث ما كنتم،

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۲۳)

حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اقامتِ جمعہ کے بارے میں سوال سے متعلق خط لکھا جن دنوں آپ بحرین میں عامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جہاں بھی ہو جمعہ قائم کرو۔

۴۔ عن ابی سعید الخدری قال خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فقال ان اللہ كتب عليكم الجمعة فى مقامى هذا فى ساعتى هذه فى شهرى هذا فى عامى هذا الى يوم القيامة من تركها من غير عذر مع امام جائر فلا جمع الله له شمله ولا بورك له فى امره الا

ولا صلوٰة له الا ولا حج له الا ولا برله الا ولا صدقة له، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے میری اس جگہ میں اس گھڑی میں میرے اس مہینے میں اس سال میں قیامت تک کے لیے جس نے بلا عذر جمعہ چھوڑا امامِ عادل یا امامِ جائر (ظالم) کے ہوتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اسے دلجمعی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو، خبردار ایسے شخص کی نماز قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔

۵۔ عن القاسم بن الوليد قال قال على لا جمعة يوم الجمعة الا مع امام،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵)

حضرت قاسم بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جمعہ کے دن جمعہ جائز نہیں ہے مگر امام کے ساتھ،

۶۔ عن الحسن قال اربعة الى السلطان الزكاة والصلوٰة (الجمعة) والحدود والقضاء،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۵۴)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں بادشاہ کے ذمہ ہیں زکوٰۃ (کی وصولی)، نماز (جمعہ) کی اقامت، حدود

کی اقامت اور قضاء[۴] ۔

۷۔ عن ابن محیریز قال الجمعۃ والحدود والزکوٰۃ والفیئ الی السلطان ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۵۵۴)

حضرت ابن محیریز رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی اقامت حدود کی اقامت ، زکوٰۃ اور فیئ کی وصولی بادشاہ کے ذمہ ہے۔

۸۔ عن عطاء الخراسانی قال الی السلطان الزکوٰۃ والجمعۃ والحدود (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۵۵۴)

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہ کے ذمہ ہے زکوٰۃ کی وصولی، جمعہ کی اقامت اور حدود کی اقامت ۔

قال ابوبکر بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ

" مضت السنۃ بان الذی یقیم الجمعۃ السلطان او مَنْ قام بہا بامر السلطان ، .... وکان سلیمان بن یسار یقول لا یقیم الجمعۃ الا من اقام الحدود ، وقال الحسن البصری اربع الی السلطان الحدود والجمعۃ والزکاۃ ونسی الراوی الحدیث الرابع وقال حبیب بن ابی ثابت لا تکون الجمعۃ الا بامیر وخطبۃ "

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر ج ۴ ص ۱۱۳)

حضرت ابوبکر بن منذرؒ متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کا نائب اس کے

حکم سے .... حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے تھے نہ قائم کرے جمعہ مگر وہی جو حدود قائم کرتا ہے ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں سلطان کے ذمہ ہیں اقامت حدود اقامت جمعہ اور زکوٰۃ کی وصولی چوتھی بات راوی بھول گیا ، حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ جائز نہیں ہوتا مگر امیر اور خطبہ کے ساتھ۔

۹۔ عن طارق بن شہاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ، الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں ۔

۱۰۔ عن ام عبد اللہ الدوسیۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ وان لم یکن فیہا الا اربعۃ یعنی بالقریٰ المدائن ، (دار قطنی ج ۲ ص ۷)

حضرت ام عبد اللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ واجب ہے ہر قریۃ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریہ سے مراد شہر ہے

۱۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال من ادرک الخطبۃ فالجمعۃ رکعتان ومن لم یدرکہا فلیصل

اربعا و من لم یدرك فلا یعتد بالسجدة حتی یدرك الرکعة (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پالیا تو جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور جس نے خطبہ نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار رکعتیں پڑھے اور جس نے رکوع نہیں پایا وہ سجدہ کو شمار میں نہ لائے یہاں تک کہ رکوع کو پالے۔

۱۲- عن عمر بن الخطاب انه قال انما جعلت الخطبة مکان الرکعتین فان لم یدرك الخطبة فلیصل اربعا

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار رکعتیں پڑھے۔

۱۳- عن ابن شہاب قال بلغنی انه لا جمعة الا بخطبة فمن لم یخطب صلی الظهر اربعا،

(المدونة الکبری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جمعہ خطبہ کے بغیر جائز نہیں ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پائے وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے۔

۱۴- عن سعید بن جبیر قال کانت الجمعة اربعا فحطت رکعتان للخطبة، (المدونة الکبری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو

خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

قال الامام محمد بن عبدالرحمن الشافعی

" واتفقوا علی ان الخطبتین شرط فی انعقاد الجمعة فلا تصح الجمعة حتی یتقدمها خطبتان"

(رحمة الامة فی اختلاف الائمة ص ۵۶)

مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جمعہ اور عام نمازوں میں فرق ہے، انعقادِ جمعہ کے لیے چند شرطیں ہیں، جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں وہ شرطیں درج ذیل ہیں:

۱- مصر جامع، بڑے شہر کا ہونا، گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ آیت مبارکہ میں جملہ وَذَرُوا الْبَيْعَ (چھوڑ دو خرید و فروخت) سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ آیت شہر والوں ہی کے واسطے ہے، اس لیے کہ اس میں اذان کے وقت بیع کے چھوڑ دینے کا حکم ہے اور بیع و شراء جسکو تجارت کہا جاتا ہے شہر ہی میں ہوتی ہے، ذَرُوا کے مخاطب اہل شہر ہیں جو بیع کے فعل کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں، باقی رہیں وہ احادیث جن سے اقامت جمعہ کے لیے مصر کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے وہ تفصیلاً پچھلے باب میں بیان ہو چکی ہیں۔

۲- امیر یا اس کے نائب کا ہونا جسے امیر کی طرف سے اقامت جمعہ کی اجازت ہو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام یعنی امیر کے ہوتے ہوئے جمعہ نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے، اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں فرق ہے کیونکہ جمعہ کے ترک پر وعید تو اس وقت ہے جب کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب موجود ہو اور دیگر

نمازوں کے ترک پر وعید ہر حال میں ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امام یا اس کے نائب کا ہونا شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر۲ سے ظاہر ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع بستیوں میں اقامتِ جمعہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اسے امیر کی شرط سے مشروط فرمایا یعنی اگر ان بستیوں کا کوئی امیر ہو جو جمعہ قائم کر سکے تو پھر جائز ہے جیسا کہ حدیث نمبر ا سے واضح ہے اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب ہونا شرط ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہاں اگر وہاں امیر یعنی حاکم یا گورنر یا قاضی ہو تو پھر اس کی نوعیت عام بستی کی نہ رہے گی بلکہ ایک طرح سے وہ شہر کے حکم میں ہوگی اور اس میں امیر یا اسکا نائب اقامتِ جمعہ کرا سکے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن عدی ــــــ کو اہلِ قریہ پر امیر مقرر کرنے کا حکم دیا جو انہیں جمعہ پڑھائے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے عامل اور گورنر تھے، اس کے باوجود آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اقامتِ جمعہ کی اجازت چاہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بحیثیت امیر جہاں چاہو جمعہ قائم کر سکتے ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس استفسار کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن امام کے بغیر جمعہ جائز نہیں اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصری، حضرت

ابن محیریز، حضرت عطاء خراسانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اقامتِ جمعہ، اقامتِ حدود، زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ یہ سب سلطانِ وقت کے ذمہ ہیں اسی طرح حضرت سلیمان بن لیسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ وہی قائم کر سکتا ہے جو حدود قائم کرتا ہے۔ حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ امیر اور خطبہ کے بغیر جائز نہیں ان فتاویٰ سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر بن منذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ "سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کی اجازت سے اس کا نائب"

۳۔ جماعت کا ہونا۔ اقامتِ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے جماعت کے بغیر جمعہ جائز نہیں، اور جماعت میں امام کے سوا تین افراد کا ہونا ضروری ہے اس کے بغیر جماعت متصور نہ ہوگی، اقامتِ جمعہ کے لیے جماعت کی شرط اولاً تو آیت مبارکہ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ: (پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں) سے مستفاد ہو رہی ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کی باجماعت ادائیگی کا ہی ذکر ہے، ثانیاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جمعہ حق و واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے، ثالثاً کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی بغیر جماعت کے جمعہ پڑھا ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ رابعاً اقامتِ جمعہ کے لیے جماعت کے شرط ہونے پر اجماعِ امت بھی ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"قلت الاصل ان الجماعة من شرائط الجمعة لانها مشتقة منها واجمعت الامة على ان الجمعة لا تصح من المنفرد الا ما ذكر ابن حزم في المحلى عن بعض الناس ان الفذ يصلي الجمعة كالظهر" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۳۳)

میں کہتا ہوں کہ جماعت جمعہ کی شرائط میں سے ہے اس لیے کہ جمعہ جماعت سے مشتق ہے، اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ منفرد کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں سوائے اس کے جو ابن حزم نے محلی میں بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ منفرد ظہر کی طرح جمعہ پڑھ سکتا ہے۔

رہا جمعہ کی جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم چار افراد کا ہونا، یہ بھی اولاً تو آیت مبارکہ میں ارشاد باری فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ سے مستفاد ہو رہا ہے کیونکہ اس میں ذکر اللہ یعنی خطبہ کی طرف سعی کا حکم بصیغہ جمع ہے اور جمع کا اطلاق اصل وضع میں کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سعی کرنے والے کم از کم تین ہوں گے اور چونکہ ان کی سعی خطبہ کی طرف ہے، تو لازمی بات ہے کہ خطیب ان کے ماسوا ہوگا، وہ امام ہوگا اور جماعت کا شرط ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد ہونے چاہییں، دوسرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے کہ جمعہ واجب ہے ہر قریہ والوں پر اگرچہ ان میں (نماز پڑھنے والے) چار ہی آدمی ہوں اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی جماعت کے لیے کم از کم چار آدمی ہونے

ضروری ہیں جن میں سے ایک امام ہوگا باقی تین مقتدی، ان کے بغیر جماعت نہیں ہوگی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرما دیتے کہ چاہے تین ہی افراد ہوں چاہے دو ہی افراد ہوں خاص طور پر چار کا تذکرہ نہ فرماتے۔

۴۔ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ اقامت جمعہ کے لیے خطبہ بھی شرط ہے خطبہ کے بغیر جمعہ جائز نہیں یہ شرط بھی اولاً تو آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ سے مستفاد ہو رہی ہے کیونکہ بالاتفاق سب کے نزدیک اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے، دوسرے کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہو یہ بھی خطبہ کے شرط ہونے کی دلیل ہے، تیسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ خطبہ جمعہ دو رکعتوں کی جگہ ہے لہٰذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جس نے خطبہ پالیا وہ دو رکعتیں پڑھے اور جس نے نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار پڑھے نیز حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں خطبہ کی وجہ سے دو کم کر دی گئیں، ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے اس کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا کیونکہ اگر خطبہ کے بغیر بھی جمعہ ہو جاتا تو یہ حضرات خطبہ نہ پانے والے کو یہ نہ فرماتے کہ وہ اس صورت میں چار رکعتیں پڑھے حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ ہوتا ہی نہیں لہٰذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے اس سے تو خطبہ کا شرط ہونا بالکل ہی صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے۔

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ ایک تو خطبہ کا نہ پانا حقیقۃً ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب کہ خطبہ ختم ہو چکا ہو اس صورت میں اس شخص نے حقیقۃً خطبہ نہیں پایا، اور ایک خطبہ کا نہ پانا حکماً ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت آئے جبکہ نماز جمعہ بھی ہو چکی ہو اس صورت میں اس شخص نے خطبہ جمعہ نہ حقیقۃً پایا نہ حکماً کیونکہ جو شخص جماعت میں شریک ہو جاتا ہے وہ اتباع امام کی وجہ سے حکماً خطبہ کو پالیتا ہے اور اس کی نماز ہو جاتی ہے، اس لیے ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی احادیث کے ترجمہ میں خطبہ کے حقیقۃً اور حکماً دونوں طرح نہ پانے کی قید لگائی ہے کیونکہ ان حضرات کے دیگر فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ دوسری بھی ملالے اور اس کا جمعہ ہو گیا حالانکہ خطبہ تو اس کا رہ گیا وجہ ظاہر ہے کہ گو خطبہ حقیقۃً رہ گیا لیکن حکماً ہو گیا اس وجہ سے نماز ہو گئی ہاں اگر حقیقۃً اور حکماً دونوں طرح رہ جاتا تو نماز نہ ہوتی۔

چوتھے خطبہ کے شرط ہونے پر اجماعِ امت بھی ہے جیسا کہ حضرت محمد بن عبدالرحمٰن الشافعیؒ کے بیان سے معلوم ہوا۔

لیکن مذکورہ آیاتِ کریمہ، احادیث و آثار اور اجماعِ امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں، فقہاء جو جمعہ کی شرطیں عائد کرتے ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں اور یہ سب بیکار ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

"وھی کسائر الصَّلوٰتِ لا تخالفھا"

(الدرر البہیۃ مع شرح الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص ۱۳۳)

جمعہ کی نماز دوسری نمازوں ہی کی طرح ہے اُن کے خلاف نہیں ہے (یعنی اس میں اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے)

نواب صدیق حسن خاں صاحب اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

"لکونھا لم یأت ما یدل علی انھا تخالفھا فی غیر ذالک وفی ھذا الکلام اشارۃ الی رد ما قیل انہ یشترط فی وجوبھا الامام الاعظم والمصر الجامع والعدد المخصوص، فان ھذہ الشروط لم یدل علیھا دلیل یفید استحبابھا فضلاً عن وجوبھا فضلاً عن کونھا شروطاً بل اذا صلی رجلان الجمعۃ فی مکان لم یکن فیہ غیرھما جماعۃ فقد فعلا ما یجب علیھما فان خطب احدھما فقد عملا بالسنۃ وان ترکا الخطبۃ فھی سنۃ فقط ولولا حدیث طارق بن شھاب المذکور قریبا من تقیید الوجوب علی کل مسلم بکونہ فی جماعۃ ومن عدم اقامتھا صلی اللہ علیہ وسلم فی زمنہ فی غیر جماعۃ لکان فعلھا فرادی مجزئاً کغیرھا من الصلوات"۔ (الروضۃ الندیۃ ج ۱ ص ۱۳۳)

جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں سے مخالف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالف ہونے پر دلالت کرے، اور اس کلام میں اشارہ ہے

اس کی تردید کی طرف جو یہ کہا گیا ہے کہ وجوب جمعہ کی شرط ہے امام اعظم (امیر یا اس کے نائب) کا ہونا مصر جامع اور مخصوص عدد کا ہونا، کیونکہ یہ شرطیں ایسی ہیں کہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے کہ وہ ان کے مستحب ہونے کا فائدہ دے چہ جائیکہ واجب ہونیکا چہ جائیکہ شرط ہونے کا بلکہ اگر دو آدمیوں نے کسی ایسی جگہ جمعہ کی جماعت کرائی جہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا تو انہوں نے وہی کیا جو اُن پر واجب تھا ان میں سے اگر ایک نے خطبہ دے لیا تو دونوں نے سنت پر عمل کر لیا اور کسی نے بھی خطبہ نہ دیا تو بھی کیا ہے کہ خطبہ فقط سنت ہی ہے اور اگر طارق بن شہابؓ کی وہ حدیث نہ ہوتی جو قریب ہی گزری جس سے ہر مسلمان پر جمعہ کا وجوب جماعت کے ساتھ مقید ہونا اور حضور علیہ السلام کا اپنے زمانہ میں بغیر جماعت کے جمعہ قائم نہ کرنا معلوم ہوتا ہے ــــــ تو نماز جمعہ کا دیگر نمازوں کی طرح اکیلے ہی پڑھ لینا جائز ہوتا۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"واشتراط امام و مصر جامع و مسجد جامع و حمام و حضور چہار کس یا زیادہ تا چہل نفر و جز آں کہ اہل فروع بذکرش پرداختہ اند حدیث خرافہ بیش نیست و کثرت تعینات دریں عبادت و تشعب مذاہب در شروط آں از قبیل جمع میان متردیہ و نطیحہ و ماکول السبع باشد و اعتبار آنہا بلا برہان از سنت و قرآن و از شرع وعقل و عرفان ست .... و رواست بدو کس یکے امام شود و دیگر مؤتم و خطبہ سنت ست نہ واجب و نہ شرط صحت"

(عرف الجادی ص۴۱)

امام، مصر جامع، مسجد جامع، حمام اور چار افراد یا اس سے زیادہ چالیس افراد کے حاضر ہونے کی شرط لگانا اور ان کے علاوہ دوسری شرطیں لگانا کہ جن کے ذکر میں اہل فقہ مصروف ہیں۔ خرافہ کی بات سے زیادہ نہیں (یعنی بیکار باتیں ہیں)

اور اس عبادت میں کثرت سے تعینات کا ہونا اور ان شرطوں میں مذاہب (فقہیہ) کا کثیر ہونا یہ سب اوپر سے گر کر مر جانے والے جانور، سینگ مارنے سے مرجانے والے جانور اور درندہ کے کھائے ہوئے جانور کے درمیان جمع کرنے کے قبیل سے ہے اور ان شرائط کا اعتبار کرنا بلا دلیل ہے قرآن و سنت، شرع وعقل اور عرفان میں سے کوئی دلیل ان پر نہیں، جمعہ کی نماز دو آدمیوں کے لیے بھی جائز ہے ایک امام ہو جائے دوسرا مقتدی اور خطبہ سنت ہے، واجب اور صحت جمعہ کی شرط نہیں۔

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں۔

"اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو برادران احناف نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں اور جمعہ کی نماز اور نمازوں کی طرح ہے، صرف جماعت کی اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا کم از کم ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۸۵)

ملاحظہ فرمائیے: آیات مبارکہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز میں اور دوسری نمازوں میں فرق ہے، جمعہ کی نماز چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے وہ شرطیں پائی جائیں گی تو جمعہ کی نماز ہوگی

ورنہ نہیں۔ مصرِ[1] جامع یعنی بڑے شہر کا ہونا یہ آیت مبارکہ اور احادیث وآثار سے مستنبط ہے، سلطان[2] یا اس کے نائب کا ہونا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آثار صحابہ وتابعین سے مستفاد ہے۔ جماعت[3] کا ہونا آیت مبارکہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل، صحابہ کرام کے تعامل اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ نماز[4] سے پہلے خطبہ پڑھنا، یہ بھی آیت مبارکہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مواظبت، صحابہ وتابعین کے آثار اور اجماع امت سے ثابت ہے، خیر القرون کے ائمہ مجتہدین نے یہ شرائط ذکر کی ہیں اور قریباً تیرہ سو سال سے ان پر تعامل وتوارث ہے، لیکن حیرانگی کی بات ہے کہ غیر مقلدین مذکورہ دلائل آیات مبارکہ احادیث وآثار اور اجماعِ امت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کس طرح ان شرائط کا انکار کر رہے ہیں؟ اور اس سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کس طرح ان شرائط کو بے دلیل قرار دے رہے ہیں؟ کیا یہ آیات، احادیث وآثار اور اجماع امت جو تفصیلاً اوپر مذکور ہوئے یہ ان شرائط کے دلائل نہیں؟

نواب نور الحسن صاحب نے تو ان شرائط کے بارے میں حد ہی کر دی کہ ان کو حدیثِ خرافہ اور مُردار جانوروں کو جمع کرنے سے تشبیہ دی۔

قارئین کرام سوچیے کہ غیر مقلدین حضرات خیر القرون کے ائمہ مجتہدین اور ان کے بعد کے اساطینِ علم وفضل جو ان ــــ کے قائل وفاعل ہیں؟ اُن کی محنتوں پر کیسا پانی پھیر رہے ہیں، اور اُن مسائل کو جو اس قدر دلائل سے مدلل ہیں کیسے بے دلیل قرار دے رہے ہیں، اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث وآثار کے خلاف باتیں کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وقت الجمعة

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے

۱۔ عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى الجمعة حين تميل الشمس،

(بخاری ج ۱ ص۱۲۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا

۲۔ عن اياس بن سلمة بن الاكوع عن ابيه قال كنا نجمع مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زالت الشمس ثم نرجع نتتبع الفيئ،

(مسلم ج ۱ ص۲۸۳)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ایاسؒ اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔

۳۔ عن جابر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زالت الشمس صلى الجمعة،

(معجم طبرانی اوسط بحوالہ التلخیص الحبیر ج ۲ ص۵۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تھا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

۴- عن مالك بن ابي عامر انه قال كنت ارى طنفسة لعقيل بن ابي طالب يوم الجمعة تطرح الى جدار المسجد الغربي فاذا غشي الطنفسة كلها ظل الجدار خرج عمر بن الخطاب وصلى الجمعة قال ثم نرجع بعد صلوٰة الجمعة فنقيل قائلة الضحاء (موطاامام مالک ص۶)

حضرت مالکؒ بن ابی عامر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا کرتا تھا جو مسجد کی مغربی دیوار پر ڈالی جاتی تھی، جب پوری چادر کو دیوار کا سایہ ڈھانپ لیتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے اور جمعہ پڑھاتے، مالکؒ بن ابی عامر کہتے ہیں کہ پھر ہم جمعہ کے بعد لوٹتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے۔

۵- عن ابي القيس عمرو بن مروان عن ابيه قال كنا نجمع مع علي اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۱۰۸)

حضرت ابوالقیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔

۶- عن سماك قال كان النعمان بن بشير يصلي الجمعة بعد ما تزول الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۱۰۸)

حضرت سماک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی

اللہ عنہ جمعہ سورج ڈھل جانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

۷- عن الوليد بن العيزار قال ما رأيت اماما كان احسن صلوٰة للجمعة من عمرو بن حريث كان يصليها اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۱۰۹)

حضرت ولیدؒ بن عیزار فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کی نماز بہترین طریقہ سے پڑھانے والا کوئی امام حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا، آپ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔

۸- عن الحسن قال وقت الجمعة عند زوال الشمس، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۱۰۸)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔

۹- عن ابراهيم قال وقت الجمعة وقت الظهر،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۱۰۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور دیگر صحابۂ کرام جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ یہی فتویٰ دیتے

سمجھے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جمعہ کا وقت بتانے کے لیے اس طرح باب قائم کیا ہے۔ " باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس وکذالک یذکر عن عمرو علی والنعمان بن بشیر وعمرو بن حریث " (بخاری ج ۱ صـ۱۲۳) یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور ایسے ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے، ان چاروں بزرگوں کی روایات اوپر ذکر کر دی گئی ہیں دیکھیے حدیث نمبر ۴-۵-۶-۷، انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے، لہٰذا اگر کوئی جمعہ ظہر کے وقت یعنی زوال سے پہلے پڑھے گا تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر مقلدین کے فقیہ نواب وحید الزمان کا کہنا ہے کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نیزہ بھر بلند ہوجانے سے ہی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" وقد ورد ما یدل علیٰ انھا تجزئ قبل الزوال " الخ (الروضۃ الندیۃ ج ۱ صـ۱۳۷)

اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے۔ (کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے)۔

نواب نورالحسن خاں صاحب لکھتے ہیں

" و وقت نماز جمعہ نماز ظہر ست وقبل از زوال ہم جائز باشد "

(النھج المقبول فی شرائع الرسول صـ۲۸)

نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

نواب وحید الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

" ووقتھا من حین ارتفاع الشمس قدر رمح الیٰ انتھاء وقت الظھر " (نزل الابرار ج ۱ صـ۱۵۲)

جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہوجاتا ہے جب کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہوجائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے) اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہورہا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نواب وحید الزمان صاحب پر جن کے نزدیک جمعہ کا وقت صبح اشراق کے وقت سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔

قارئین کرام آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاذانین للجمعۃ

جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں

عن السائب بن یزید یقول ان الاذان یوم الجمعۃ کان اولہ حین یجلس الامام یوم الجمعۃ علی المنبر فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم و ابی بکر و عمر فلما کان فی خلافۃ عثمان
وکثروا امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان
الثالث فاُذِّنَ بِہٖ عَلَی الزَّوْرَاءِ فثبت الامر
علیٰ ذالک ، (بخاری ج ۱ ص ۱۲۵ ، ابوداود ج ۱ ص ۱۵۵ ، نسائی ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت راشدہ میں سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ کے حکم سے ایک اذان اور دی جانے لگی، یہ اذان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں دی جاتی تھی، صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا، چنانچہ یہ اذان باجماعِ صحابہ رائج ہو گئی اور ہر زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا، کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے سکتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، یہ اذان چونکہ خلیفۂ

راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لیے یہ انکی سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل ضروری ہے۔ پہلے یہ اذان زوراء پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی۔ آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد ہی میں دی جا رہی ہے، حج پر جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر دی جاتی ہے۔ الحمد للہ راقم الحروف بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر چکا ہے، اس اذان کے مسجد کے اندر دیئے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔

لیکن حدیث مبارک، اجماعِ امت، تعامل و توارثِ امت کے خلاف، جو غیر مقلدین بیس رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے، انہوں نے جمعہ کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا، ان غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اس لیے یہ سنت نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے مسجد میں دیئے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد صاحب جونا گڑھی لکھتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا، ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لیے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں

اور کسی طرح جائز نہیں"۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۳ صـ۸۵)

مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مدرسہ زبیدیہ لکھتے ہیں۔

" جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیئے

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ صـ۸۵)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں۔ "اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے" الخ

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ صـ۸۶)

غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ "الاعتصام" کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

" جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں .... لہٰذا اذان عثمانی جسکو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے"۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۲ صـ۱۷۹)

جماعت غرباء اہلحدیث کے امام اول عبدالوہاب صاحب صدری کے سوانح نگار ابو محمد میانوالی لکھتے ہیں۔

" مساجد احناف و اہلحدیث میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں جیسا کہ آج کل احناف کے ہاں مروج ہے، مولانا موصوف (عبدالوہاب صاحب ، ناقل) نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اسے ثقہ دلائل سے بدعت ثابت کر کے موقوف کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری اذان عند جلوس

الامام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا آج اکثر مساجد اہلحدیث میں اس طریقۂ نبوی پر عمل ہو رہا ہے"۔

(مجموعہ رسائل مکمل نماز و ہدایۃ النبی صـ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے : جمعہ کی پہلی اذان جو خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، جس پر تمام صحابۂ کرام نے اجماع کیا، جو چودہ صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلا نکیر دی جا رہی ہے جس سے کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اختلاف نہیں کیا آج وہ اذان مسجد میں ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے دور میں بدعت ہو گئی یا للعجب! اگر خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کا عمل بھی بدعت ہے، اور جس عمل پر ساری امت کا توارث و تعامل ہے وہ بھی بدعت ہے، تو پھر غیر مقلدین بتلائیں کہ سنت کونسا عمل ہوگا؟ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے ساری امت بدعت پر عامل رہی اور آج بھی حرمین شریفین کے ائمہ و خدام اس اذان کو مسجد میں کہلوا کر بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔؟

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔

اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التاذين عند الخطبة يوم الجمعة بين يدي الامام والخطبة بالعربية

جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے مسنون ہے اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے

۱- عن السائب بن يزيد قال كان بلال يؤذن اذا جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر يوم الجمعة فاذا نزل اقام ثم كان كذالك في زمن ابي بكر وعمر رضي الله عنهما ، (نسائی ج ا ص ۱۵۷ ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے، پھر جب آپ منبر سے نیچے تشریف لاتے تو اقامت کہتے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

۲- عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب خطبتين كان يجلس اذا صعد المنبر حتى يفرغ اراه المؤذن ثم يقوم فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم فيخطب ، (ابوداؤد ج ا ص ۱۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دو خطبے دیتے تھے، جب آپ منبر پر چڑھتے تو

بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور (پہلا) خطبہ ارشاد فرماتے، پھر بیٹھ جاتے اور کوئی کلام نہ کرتے، پھر کھڑے ہوکر (دوسرا) خطبہ ارشاد فرماتے۔

۳- عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب قائما ثم يقعد ثم يقوم كما تفعلون الآن ، (بخاری ج ا ص ۱۲۵ ، مسلم ج ا ص ۲۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم اب کرتے ہو

۴- عن عبد الله قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب خطبتين يقعد بينهما ، (بخاری ج ا ص ۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔

۵- عن جابر بن سمرة قال كانت للنبي صلى الله عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يقرأ القرآن ويذكر الناس ، (مسلم ج ا ص ۲۸۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو خطبے ہوتے تھے دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، ان میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

٦- عن ابی وائل خطبنا عمار فاوجز وابلغ فلما نزل قلنا یا ابا الیقظان لقد ابلغت واوجزت فلو کنت تنفست فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان طول صلوٰۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان سحرا، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۶)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو بہت مختصر اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا کہ اے ابوالیقظان آپ نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اگر آپ اسے ذرا طویل کرتے تو اچھا ہوتا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے سو تم نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

٧- عن ابن شہاب قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یبدأ فیجلس علی المنبر فاذا سکت المؤذن قام فخطب الخطبۃ الاولی ثم جلس شیئا یسیرا ثم قام فخطب الخطبۃ الثانیۃ حتی اذا قضاھا استغفر اللہ ثم نزل فصلی قال ابن شہاب وکان اذا قام اخذ عصا

فتوکأ علیہا وھو قائم علی المنبر ثم کان ابوبکر الصدیق وعمر وعثمان یفعلون ذالک، (مراسیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد ص۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً منبر پر تشریف فرماتے، پھر جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو کھڑے ہو کر پہلا خطبہ ارشاد فرماتے پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے یہاں تک کہ جب خطبہ پورا فرما لیتے تو استغفر اللہ کہتے اور نیچے تشریف لا کر نماز پڑھاتے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے ہوتے تھے تو لاٹھی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے تھے اس حال میں کہ آپ منبر پر کھڑے ہوتے، پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

٨- عن عمر بن الخطاب انہ قال انما جعلت الخطبۃ مکان الرکعتین، الحدیث، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔

٩- عن سعید بن جبیر قال کانت الجمعۃ اربعا فحطت رکعتان للخطبۃ، (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں

دو خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

ع۱۔ جب امام خطبہ جمعہ کے لیے آئے تو اگر پہلے منبر پر بیٹھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو پہلے آپ منبر پر بیٹھتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲ اور ۶ سے واضح ہے

ع۲۔ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منبر کے پاس امام کے سامنے اذان دے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، اسی پر اجماع ہے اور اسی پر چودہ صدیوں سے توارث و تعامل جاری ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر بن المنذر رحمہ اللہ متوفیٰ ۳۱۸ھ لکھتے ہیں۔

"والذی علیه عمل اهل العلم من علماء الامصار ما یفعله الائمة وهو جلوس الامام علی المنبر اول ما یرقی الیه و یؤذن المؤذن والامام جالس فاذا فرغ المؤذن من الاذان قام الامام فخطب خطبة ثم جلس وهو فی حال جلوسه غیر خاطب ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب الخطبة الثانیة ثم ینزل عند فراغه" (الاوسط ج ۴ ص ۵۹)

اور جس پر علماء امصار کا عمل ہے وہ وہی ہے جو ائمہ مساجد کیا کرتے ہیں یعنی جب امام ابتداءً منبر پر چڑھتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور امام کے بیٹھے بیٹھے مؤذن اذان دیتا ہے، پھر جب مؤذن

اذان سے فارغ ہوتا ہے تو امام کھڑے ہو کر (پہلا) خطبہ دیتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں نہ کسی کو مخاطب کرتا ہے نہ کلام کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر دوسرے خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے اتر آتا ہے۔

شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمہ اللہ متوفیٰ ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

"(و) کذا (الجلوس علی المنبر قبل الشروع فی الخطبة والاذان بین یدیه) جری به التوارث (کالاقامة) بعد الخطبة"

(نور الایضاح مع شرح مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص۴۱۲)

اور (مسنون ہے) منبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے، اور (مسنون ہے) اذان دینا امام کے سامنے، اسی پر (امت کا) توارث جاری ہے، مثل اقامت کے جو کہ خطبہ کے بعد ہوتی ہے۔

ع۳۔ امام کو چاہیئے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے دے۔ پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑی دیر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۳-۴-۵، اور ۷ سے ظاہر و باہر ہے۔

ع۴۔ خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے مختصر ہونا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۶ سے واضح ہے۔

ع۵۔ جمعہ کے دونوں خطبے عربی زبان میں ہوتے چاہئیں، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت "ذکر اللہ" ہے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہے

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ۔

جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو۔

عام مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطبہ جمعہ کو ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

" اذا کان یوم الجمعة وقفت الملائکة علی باب المسجد یکتبون الاول فالاول ومثل المهجر کمثل الذی یهدی بدنة ثم کالذی یهدی بقرة ثم کبشا ثم دجاجة ثم بیضة فاذا خرج الامام طووا صحفهم ویستمعون الذکر" (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۲)

جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے

والے کی، اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں فرشتوں کے ذکر سننے میں شریک ہونے سے مراد خطبہ جمعہ سننے میں شریک ہونا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہوا کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، خطبہ کے کچھ آداب و سُنَن ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے ثابت ہیں مثلاً (۱) طہارت، بلا وضو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا (۳) لوگوں کی طرف رُخ کر کے پڑھنا (۴) خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ اعوذ باللہ پڑھنا (۵) خطبہ کا لوگوں کو سنانا۔ اگر آہستہ خطبہ پڑھا تو گو فرض ادا ہو گیا لیکن مکروہ ہوا (۶) خطبہ مختصر پڑھنا جو دس چیزوں پر مشتمل ہے۔

حمد سے شروع کرنا، اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، کلمہ شہادتین کا پڑھنا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا، وعظ و نصیحت کرنا، قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا، دوسرے خطبے میں دوبارہ الحمد ثناء اور درود پڑھنا، تمام مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا مانگنا، دونوں خطبوں کو مختصر کرنا، خطبہ کے ان آداب و سنن سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے، وعظ و تبلیغ اس کے مقاصد اصلیہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب و سنن کا وعظ و تبلیغ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

اسی طرح خطبے کے کچھ احکام و شرائط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً،

(۱) خطبۂ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی زوال کے بعد پڑھنا، اگر خطبہ زوال سے پہلے پڑھ لیا گیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا۔

(۲) خطبۂ جمعہ نمازِ جمعہ سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اگر خطبہ نمازِ جمعہ کے بعد پڑھا گیا تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی، خطبے سمیت نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(۳) خطبہ کے وقت مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر فقط عورتوں کے سامنے خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا۔ مردوں کے آنے کے بعد دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

(۴) شور و شغب یا کسی اور وجہ سے سامعین نہ سن سکیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ معتبر ہوگا۔

(۵) اگر حاضرین سب ہی بہرے ہوں یا سب سو رہے ہوں تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) خطبہ کے وقت سامعین سب علماء فضلاء ہوں کوئی بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائیگا ورنہ نمازِ جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ ان احکام و شرائط سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکر اللہ ہے، محض وعظ و تبلیغ نہیں کیونکہ وعظ و تبلیغ کے یہ احکام نہیں ہیں، اگر خطبہ محض وعظ و نصیحت ہوتا تو اس کے لیے یہ پابندیاں نہ ہوتیں کہ وہ زوال کے بعد ہو، جمعہ کی نماز سے پہلے ہو، سامعین میں مردوں کی موجودگی ضروری ہو وغیرہ وغیرہ۔

فقہاء کرام کا کہنا بھی یہی ہے کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، چنانچہ

محمد بن احمد شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ متوفی ۴۹۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔

"ولنا ان الخطبۃ ذکر" (مبسوط ج ۲ ص ۱۲)

ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے۔

جب قرآن و حدیث وغیرہ سے خطبہ کا ذکر اللہ ہونا ثابت ہوا تو جس طرح تعوذ، تسمیہ، تسبیح، تحمید، ثناء، التحیات وغیرہ ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق انکے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے غیر عربی کا تصور بھی نہیں آتا، ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لیے عربی زبان ہونا ضروری ہوگا غیر عربی زبان میں خطبہ درست نہ ہوگا

دوسری وجہ: خطبہ جمعہ نمازِ جمعہ کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے جس کی ایک دلیل تو وہ آثار ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔ حضرت سعید جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو رکعتیں خطبہ کی وجہ سے کم ہوگئیں" اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جو افعال و حرکات بحالتِ نماز ممنوع ہیں خطبہ میں بھی حرام ہیں، سامعینِ خطبہ کے لیے اس وقت کھانا پینا، بولنا چالنا یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر و تسبیح پڑھنا بھی جائز نہیں" اور بہت سے احکام جو نماز کے ہیں وہ خطبہ کے بھی ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اس طرح کی قیودات بتلا رہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف وعظ و تذکیر کی مجلس نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے، جب خطبہ نماز کی طرح بلکہ اس کے قائم مقام ہے تو ضروری ہے کہ خطبۂ جمعہ عربی میں ہو، کیونکہ نماز کی زبان عربی ہے نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ: خطبہ جمعہ بالاجماع شرطِ صلوٰۃ ہے اس لیے جو زبان

صلوٰۃ (نمازِ جمعہ) کی ہے وہی زبان شرط یعنی خطبہ کی ہونی چاہیئے یہ نہیں ہوسکتا
کہ شرطِ صلوٰۃ کسی محدث طریقے یعنی غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔

چوتھی وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خطبہ مختصر
کرو اور نماز کو دراز کرو اس لحاظ سے اگر گھنٹے آدھ گھنٹے کی اردو تقریر کو خطبہ
قرار دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی کھلی مخالفت لازم آئیگی۔

پانچویں وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں عربی زبان پر
مواظبت فرمائی ہے یعنی آپ نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا ہے،
حالانکہ آپ کے خطبے میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے
اور ان کو تبلیغ دین کی ضرورت بھی تھی لیکن آپ نے کبھی بھی انکی رعایت کرتے
ہوئے نہ تو خود عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دیا نہ کسی صحابی سے
ان لوگوں کی زبان میں اس کا ترجمہ کرایا، خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ عربی زبان
ہی میں خطبہ دیا حالانکہ ان کے خطبوں میں بھی کثرت سے عجمی لوگ شریک ہوتے
تھے جو مختلف ممالک سے آتے تھے، اسی طرح صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین
عظام اور ان کے متبعین عرب سے نکل کر عجم میں گئے۔ مشرق و مغرب میں
اسلام پھیلایا، لیکن ہر جگہ ہمیشہ خطبۂ جمعہ عربی ہی میں دیا حالانکہ ان حضرات
کو تبلیغ دین کی ضرورت آج سے زیادہ تھی اور یہ بات نہیں کہ حضرات صحابۂ و تابعین
عجمیوں کی زبان نہیں جانتے تھے بلکہ خوب جانتے تھے لیکن پھر بھی خطبۂ جمعہ
عربی ہی میں دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین
کے تعامل اور مواظبت اور ساری امت کے توارث سے یہ بات روزِ روشن
کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قرونِ سابقہ کی طرح آج بھی خطبۂ جمعہ عربی ہی

میں ہونا چاہیئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"چوں خطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء وھلم جرا ملاحظہ کردیم
تنقیح آں وجود چند چیز ست حمد و شہادتین وصلوٰۃ بر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم وامر بتقوی وتلاوت آیتے و دعا برائے مسلمین و
مسلمات و عربی بودن خطبہ .... و عربی بودن نیز
بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق و مغارب باوجود آنکہ در بسیارے
از اقالیم مخاطباں عجمی بودند۔" (مسوی مصفی شرح موطا امام مالک ج ا ص ۱۵۴)

جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین، صحابۂ
کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسی طرح ائمہ
مجتہدین، محدثین وغیرہم کے خطبوں کو ملاحظہ کیا تو یہ بات منقح ہو کر
سامنے آئی کہ ان خطبوں میں چند چیزیں ضرور ہوا کرتی تھیں، مثلاً اللہ
تعالیٰ کی حمد و ثنا، کلمہ شہادتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود،
تقویٰ کا حکم، کسی آیت کا پڑھنا اور تمام مسلمان مرد و زن کے لیے
دعا کرنا، اور خطبہ کا عربی زبان میں ہونا۔ حضرت شاہ صاحب آگے
فرماتے ہیں کہ خطبہ کا خاص عربی زبان میں ہونا اس لیے ضروری ہے
کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے
(کہ وہ خطبہ عربی میں پڑھتے تھے) باوجودیکہ بہت سے ممالک میں
ان کے مخاطب عجمی لوگ ہوتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ شافعی اور امام رافعیؒ شافعی خطبہ جمعہ کے عربی میں
ہونے کی شرط لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اگر خطبہ

عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں :

"ویشترط کونها بالعربیة" (کتاب الاذکار ص۱۰۲)

اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو۔

علامہ زبیدیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"قال الرافعی وهل یشترط ان تکون الخطبة کلها بالعربیة ؟ وجهان والصحیح اشتراطه فان لم یکن فیهم من یحسن العربیة خطب بغیرها ویجب علیهم التعلیم والاعصوا ولا جمعة لهم" (اتحاف السادة المتقین ج ۳ ص۳۶۸)

امام رافعیؒ فرماتے ہیں اور کیا سارے خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے، اس میں دو وجہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے پس اگر کوئی ایسا آدمی حاضرین میں نہ ہو جو عربی پڑھ سکے تو عربی کے سوا دوسری زبان میں خطبہ پڑھے، اور ان پر واجب ہوگا کہ عربی سیکھیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور ان کا جمعہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی طرح احناف میں سے حضرت قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ بھی خطبہ کے عربی زبان ہی میں ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"لم یقید الخُطْبَة بکونها بالعربیة اکتفاء بما قدمه فی باب صفة الصلوٰة من انها غیر شرط ولو مع القدرة علی العربیة عنده

خلافا لهما حیث شرطاها الا عند العجز کالخلاف فی الشروع فی الصلوٰة"۔ (رد المحتار ج ۲ ص۱۴۷)

مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی، اس پر اکتفا کرتے ہوئے جو باب صفۃ الصلوٰۃ میں گزر چکا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں اگرچہ وہ عربی پر قادر ہی ہو، بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک عربی میں ہونا شرط ہے، الا یہ کہ وہ عربی سے عاجز ہو، یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ شروع نماز یعنی تکبیر تحریمہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنویؒ رقمطراز ہیں۔

"ولا یشترط کونها بالعربیة فلو خطب بالفارسیة او بغیرها جاز کذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز فی حق الصلوٰة بمعنی انه یکفی لاداء الشرطیة وتصح الصلوٰة لا الجواز بمعنی الاباحة المطلقة فانه لا شك فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة فیکون مکروها تحریما"

(عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ج ۱ ص۲۰۰)

خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا اگر فارسی یا کسی اور زبان میں بھی خطبہ دے دیا تو جائز ہوگا، جیسا کہ فقہاءؒ نے فرمایا ہے اور جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے حق میں جائز ہوگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لیے خطبہ

کی جو شر[illegible] ہے وہ پوری ہو جائے گی اور نماز ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ خطبہ کا غیر عربی میں ہونا مطلقاً مباح ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا اس سنت کے خلاف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد سے متواتر اور مسلسل چلی آرہی ہے لہٰذا (عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا) مکروہ تحریمی ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع اور تعامل و توارث امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دوسری اذان کی کوئی جگہ متعین نہیں ہے اور اس اذان کو منبر کے نزدیک کہلوانا بدعت ہے، اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جا سکتا ہے، چنانچہ غیر مقلدین کا یہ دستور ہے کہ ان کا خطیب جمعہ کے وقت منبر پہ آکر بیٹھتا ہے، پھر اذان ہوتی ہے تو وہ اُٹھ کر اردو میں تقریر شروع کر دیتا ہے آدھ پون گھنٹے تقریر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور پھر کھڑے ہو کر عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر نیچے آجاتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے۔

غیر مقلدین کے ترجمان الاعتصام کے مفتی لکھتے ہیں۔

"یہ اذان وقت خطبہ دروازہ مسجد یا امام کے سامنے کسی بلند جگہ پر کہلوانی چاہیئے، جیسے اور اذانیں بلند آواز سے کہی جاتی ہیں ویسے یہ اذان بھی کہلانا چاہیئے، منبر کے نزدیک اس اذان کو کہلانا خلاف سنت ہے بلکہ بدعت ہے۔" (فتاویٰ علماء حدیث ج ۲ ص ۱۷۹)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

"اذان سے مقصود اعلان ہے خواہ پہلی ہو یا خطبہ کی پس جو جگہ اعلان کے لیے زیادہ مناسب ہے وہاں ہونی چاہیئے اگر امام کے سامنے

موزوں جگہ ہو تو سامنے دی جائے ورنہ کوئی اور جگہ موزوں دیکھ لی جائے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف" الخ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۱۵۱)

حافظ صاحب خطبہ جمعہ کی بابت لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ کہ خطبہ عام وعظوں کی طرح ایک وعظ ہے خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا ہو خطیب کو اس میں کلام وغیرہ جائز ہے، زبان کی پابندی اس میں ضروری نہیں کیونکہ خطبہ کی غرض کے خلاف بلکہ خطبہ کے لفظ کے خلاف ہے کیونکہ خطبہ خطاب ہے جو سامعین کی زبان میں ہوتا ہے" الخ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۱۲۲)

جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی عبد الغفار صاحب سے سوال ہوا کہ "زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے بکر کہتا ہے کہ جائز نہیں کون حق پر ہے؟" موصوف نے جواب دیا کہ

"زید حق پر ہے کیونکہ خطبہ کی غرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ خطبہ بیان کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور سن کر شریعت محمدیہ کے حامل ہو جائیں، بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے ہوں اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے تو کیا خاک عمل کریں گے سامعین کو غیر زبان میں وعظ و تذکیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں"۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۴۰)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث و آثار، اجماع، توارث و تعامل امت

سے ثابت ہورہا ہے کہ خطبہ کی اذان امام کے سامنے منبر کے نزدیک ہونی چاہیئے، یہی سنت ہے، لیکن غیر مقلدین، احادیث و آثار، اجماع اور توارث و تعامل سے بالکل قطع نظر کرکے اسے بدعت قرار دے رہے ہیں، یاللعجب نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور بعد کے سب علماء و فقہا خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر مواظبت فرماتے ہیں ان میں سے کوئی بھی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ نہیں دیتا۔ قرآن وحدیث اسی کا تقاضا کررہے ہیں کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو۔ فقہاء امت خطبۂ جمعہ کے عربی زبان میں ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین اور امت کے توارث و تعامل کے خلاف غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ خطبۂ جمعہ میں عربی زبان کی کوئی قید نہیں ہر زبان میں جائز ہے۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

كراهة الصلوٰة والكلام عند الخطبة

خطبۂ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

۱۔ عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اغتسل يوم الجمعة و تطهر بما استطاع من طهر ثم ادهن او مَس من طيب ثم راح فلم يفرق بين اثنين فصلى ما كتب له ثم اذا خرج الامام اَنصَتَ غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى (بخاری ج ۱ ص ۱۲۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہوسکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لیے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اِس جمعہ سے اُس جمعہ تک کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

۲۔ عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من اغتسل ثم اتى الجمعة فصلى ما قدر له ثم اَنصَتَ حتى يفرغ من خطبته ثم يصلى معه غفر له ما بينه و بين الجمعة الاخرى و فضل ثلاثة ايام (مسلم ج ۱ ص ۲۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے غسل کیا پھر وہ جمعہ کے لیے (مسجد میں) آیا پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر تھی پڑھی پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور تین دن مزید کے بھی۔

۳۔ عن عطاء الخراسانی قال كان نبيشة الهذلی يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان

المسلم اذا اغتسل یوم الجمعۃ ثم اقبل الی المسجد لا یؤذی احدًا فان لم یجد الامام خرج صلی ما بَدَالہٗ وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وَاَنصَتَ حتی یقضی الامام جمعتہٗ وکلامہ ان لم یغفرلہ فی جمعتہٖ تلک ذنوبہ کلہا ان تکون کفارۃ للجمعۃ التی قبلہا ، (مسند احمد ج ۵ ص۷۵)

حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کرکے مسجد آئے اس طرح سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے لیے) نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو دوسرے جمعہ کے لیے یہ کفارہ ہو جائے گا۔

۴۔ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم الجمعۃ وقفت الملائکۃ علیٰ باب المسجد یکتبون الاول فالاول ومثل المھجر کمثل الذی یھدی بدنۃ ثم کالذی یھدی بقرۃ ثم کبشا ثم دجاجۃ ثم

بیضۃ فاذا خرج طووا صحفھم ویستمعون الذکر ، (بخاری ج ۱ ص۱۲۷، مسلم ج ۱ ص۲۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

۵۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت (بخاری ج ۱ ص۱۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو و بیکار کام کیا۔

۶- عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تکلم یوم الجمعة والامام یخطب فهو کمثل الحمار یحمل اسفارا والذی یقول له انصت لیست له جمعة،

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے خطبہ دینے کی حالت میں جو بات کرے وہ ایسے ہے جیسے گدھے نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں اور جو اس سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا جمعہ ہی نہیں

۷- عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوٰة ولا کلام حتی یفرغ الامام (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو جبکہ امام منبر پر ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے نہ کلام جب تک کہ امام (خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔

۸- عن ابن شهاب عن ثعلبة بن ابی مالک القرظی انه اخبره انهم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعة حتی یخرج عمر بن الخطاب

فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر واذن المؤذنون وقال ثعلبة جلسنا نتحدث فاذا سکت المؤذنون وقام عمر یخطب انصتنا فلم یتکلم منا احد قال ابن شهاب فخروج الامام یقطع الصلوٰة وکلامه یقطع الکلام۔

(موطا امام مالک ص ۸۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاکر منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذن اذان کہتے تو (ثعلبہ کہتے ہیں) کہ ہم بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے تھے، پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم میں سے کوئی شخص کلام نہ کرتا، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام کا نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔

۹- عن ابن شهاب قال حدثنی ثعلبة بن ابی مالک ان قعود الامام یقطع السبحة وان کلامه یقطع الکلام، الحدیث (مسند امام الشافعیؒ ص ۱۳۹ ج ۱)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ امام کا منبر پر بیٹھ جانا

نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا کلام گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۰۔ عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی قال ادرکت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما فکان الامام اذا خرج ترکنا الصلوٰۃ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۱۱۱)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا (اس دور میں جمعہ کے دن ایسا ہوتا تھا کہ) جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لیے نکل آتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔

۱۱۔ عن سائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعۃ فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر قطعنا الصلوٰۃ وکنا نتحدث ویحدثونا وربما نسأل الرجل الذی یلیہ عن سوقہ ومعاشہ فاذا سکت المؤذن خطب ولو یتکلم احد حتی یفرغ (رواہ اسحٰق بن راہویہ بحوالہ نصب الرایۃ ج ۲ ص۲۰۲)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لا کر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز بند کر دیتے تھے، اور لوگ آپس میں بات چیت کر لیا کرتے تھے اور کبھی ہم اپنے قریب کے شخص سے اس کے بازار اور معاش کا حال احوال بھی پوچھ لیتے تھے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور ان کے خطبے سے فارغ ہونے

تک ہم میں سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔

۱۲۔ عن علی قال الناس فی الجمعۃ ثلاث، رجل شہدہا بسکون ووقار وانصات وذالک الذی یغفر لہ ما بین الجمعتین قال حسبتُ قال وزیادۃ ثلاثۃ ایام، قال وشاہد شہدہا بلغو فذالک حظہ منہا ورجل صلی بعد خروج الامام فلیست بسنۃ ان شاء اعطاہ وان شاء منعہ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۱۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون وقار اور خاموشی کے ساتھ حاضر ہوا یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور تین دن مزید بھی دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں شریک ہو کر لغو کام کرتا ہے اس کا حصہ تو یہی لغو و بیکار کام ہے، اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے امام کے (خطبہ کے لیے) نکلنے کے بعد نماز پڑھی اس کی یہ نماز سنت کے مطابق نہیں، اللہ چاہے تو اس کو (ثواب) دے اور چاہے تو نہ دے

۱۳۔ عن الحارث عن علی انہ کرہ الصلوٰۃ یوم الجمعۃ والامام یخطب، (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص۱۴۸)

حضرت حارث رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو نماز پڑھنے کو

مکروہ سمجھتے تھے۔

۱۴۔ عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انهما كانا يكرهان الصلوٰة والكلام بعد خروج الامام۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال سألوه عن الرجل يصلي والامام يخطب ؟ قال أرأيت لو فعل ذالك كلهم كان حسنًا ؟ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ خطبہ کے دوران آدمی نماز پڑھ سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اگر سب ہی پڑھنے لگیں تو کیا یہ ٹھیک ہوگا ؟

۱۶۔ عن نافع قال كان ابن عمر يصلي يوم الجمعة فاذا تحيّن خروج الامام قعد قبل خروجه
(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۱۰)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے آنے کا وقت ہو جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی نماز بس کر کے بیٹھ جاتے۔

۱۷۔ عن عقبة بن عامر قال الصلوٰة والامام على المنبر معصية، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے (خطبہ کے وقت) منبر پر ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔

۱۸۔ عن هشام بن عروة قال رأيت عبد الله بن صفوان دخل المسجد يوم الجمعة وعبد الله بن الزبير يخطب على المنبر وعليه ازار ورداء ونعلان وهو متعمم بعمامة فاستلم الركن ثم قال السلام عليك يا امير المؤمنين ورحمة الله وبركاته ثم جلس ولم يركع
(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد حرام میں اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما منبر پر خطبہ دے رہے تھے، .... اور ان کے جسم پر اس وقت تہبند تھا اور چادر اور نعلین پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے، انہوں نے آ کر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر کہا السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر بیٹھ گئے اور سنتیں نہیں پڑھیں۔

۱۹۔ عن توبة العنبري قال قال الشعبي أرأيت الحسن حين يجيئ وقد خرج الامام فيصلي عمن اخذ هذا ؟ لقد رأيت شريحا اذا جاء وقد خرج الامام لم يصل،
(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت توبہ عنبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے
فرمایا کیا تم نے حسن بصریؒ کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے
آتے ہیں تو باوجودیکہ امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا ہے پھر بھی
وہ نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ میں
نے تو قاضی شریحؒ کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے تشریف
لاتے اور امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا تو پھر وہ نماز نہیں
پڑھتے تھے۔

۲۰۔ عن الشعبی قال کان شریح اذا اتی الجمعة فان لم یکن خرج الامام صلیٰ رکعتین وان کان خرج جلس واحتبی واستقبل الامام فلم یلتفت یمینا ولا شمالاً،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۲، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ
جب جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور امام ابھی خطبہ کے لیے
نہ نکلا ہوتا تو آپ دو رکعتیں (تحیۃ المسجد) پڑھ لیتے تھے اور
اگر امام خطبہ کے لیے آچکا ہوتا تو گوٹھ مار کر بیٹھ جاتے اور امام
کی طرف توجہ فرماتے دائیں بائیں التفات نہ فرماتے۔

۲۱۔ عن خالد الحذاء ان ابا قلابة جاء یوم الجمعة والامام یخطب فجلس ولم یصل،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت خالد حذاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو قلابہ
رحمہ اللہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لائے تو امام خطبہ دے

رہا تھا آپ بیٹھ گئے اور آپ نے نماز نہیں پڑھی۔

۲۲۔ عن معمر قال سألت قتادة عن الرجل یأتی والامام یخطب یوم الجمعة ولم یکن صلی یصلی؟ فقال اما انا فکنت جالسا،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے
پوچھا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت آتا ہے جبکہ
امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور اس شخص نے نماز (تحیۃ المسجد
یا سنت) نہیں پڑھی تو کیا وہ اس حالت میں پڑھ لے؟ آپ
نے فرمایا کہ بھئی میں تو ایسی صورت میں بیٹھ جاتا ہوں (نماز
نہیں پڑھتا)

۲۳۔ عن ابن جریج عن عطاء قال قلت له جئت والامام یخطب یوم الجمعة ارکع؟ قال اما والامام یخطب فلم اکن ارکع،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۵)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ
سے سوال کیا کہ اگر آپ جمعہ کے دن اس وقت تشریف لائیں
جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا آپ نماز (تحیۃ المسجد
یا سنت) پڑھیں گے، آپ نے فرمایا اگر امام خطبہ دے رہا ہو
تو پھر نہیں پڑھوں گا۔

۲۴۔ عن ابن سیرین انه کان یقول اذا خرج الامام

فلا یصل احدٌ حتی یفرغ الامام ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہو تو پھر اس کے خطبہ سے فارغ ہونے تک کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔

۲۵۔ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوٰۃ ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ہشام بن عروۃ رحمہما اللہ اپنے والد حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز جائز نہیں۔

۲۶۔ عن معمر عن الزہری فی الرجل یجیئ یوم الجمعۃ والامام یخطب یجلس ولا یصلی

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۱۱ ، طحاوی ج ۱ ص ۲۵۳)

حضرت معمرؒ حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) جو شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

۲۷۔ عن الزہری عن ابن المسیب قال خروج الامام یقطع الصلوٰۃ کلامہ یقطع الکلام (مصنف عبدالرزاق)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا امام کا خطبہ کے

لیے نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو بند کر دیتا ہے۔

۲۸۔ عن لیث عن مجاہد انہ کرہ ان یصلی والامام یخطب ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت لیث رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران نماز (تحیۃ المسجد یا سنتیں) پڑھنا اور باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہ، حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہم کی احادیث (ع ۱-۲-۳) سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کی حد خطبہ سے پہلے تک ارشاد فرمائی ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرتا ہے۔

دوسری یہ کہ ان احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز اور سکوت کو متقابل ذکر فرمایا ہے، خطبہ سے پہلے نماز اور خطبہ کے دوران انصات یعنی خاموش رہنا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا سکوت کے منافی ہے، چونکہ اس حالت میں سکوت واجب ہے لہٰذا نماز اور کلام دونوں ممنوع ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (ع ۴) سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے نکل آتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں، امام کے نکل آنے کے بعد فرشتوں کا نامۂ اعمال لپیٹ کر ذکر سننے میں مشغول ہو جانا

اس امر کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت ذکر سننے کے سوا تمام اعمال کی بندش کا وقت ہے اس وقت استماعِ خطبہ کے سوا کسی عمل خیر کی گنجائش نہیں، نہ نماز کی نہ کلام کی۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (۵-۶) سے معلوم ہو رہا ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ خطبہ کے دوران کسی کو خاموش کرنے کے لیے یہ کہہ دینا کہ "چپ رہ" یہ بھی صحیح نہیں، اور جس نے یہ کہہ دیا اس کا جمعہ باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ امر بالمعروف کے زمرے میں آتا ہے اور امر بالمعروف بشرطِ قدرت واجب ہے، لیکن دورانِ خطبہ اس کی اجازت نہیں تو اس دوران نماز (تحیۃ المسجد وغیرہ) میں مشغول ہونا بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا کیونکہ اس کا درجہ ایک تو مستحب کا ہے دوسرے یہ "خاموش" کہنے سے بڑھ کر مخلِ استماع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (۷) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صاف طور پر موجود ہے کہ دورانِ خطبہ نہ نماز جائز ہے نہ کلام۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی احادیث (۸-۹-۱۰-۱۱) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہ تھا کہ وہ امام کے خطبہ کے لیے آنے سے پہلے تک نماز پڑھتے رہتے تھے اور جب امام خطبہ شروع کر دیتا تو نماز اور بات چیت بند کر دیتے تھے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ خطبہ نماز پڑھنا اور کلام کرنا جائز نہیں۔

حدیث (۱۲) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کو خلافِ سنت قرار دیا ہے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے

دورانِ خطبہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

حدیث (۱۳-۱۴-۱۵، اور ۲۸) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اگر اس دوران نماز پڑھنا صحیح ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ بزرگ اسے مکروہ سمجھتے۔

حدیث (۱۶) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے اور خطبہ شروع ہونے سے پہلے نماز ختم کر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے تھے۔ یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ خطبہ کے دوران نماز جائز نہیں ورنہ یہ ممکن نہیں کہ کسی جائز کام کو ایک صحابی گناہ قرار دیں۔

حدیث (۱۸) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ دورانِ خطبہ مسجد حرام میں تشریف لائے اور استلام کر کے بیٹھ گئے اور تحیۃ المسجد وغیرہ نہیں پڑھی، کسی صحابی نے بھی ان سے نہیں کہا کہ تم نے تحیۃ المسجد کیوں نہیں پڑھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دورانِ خطبہ نماز نہ پڑھنا ہی سنت ہے اور پڑھنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

حدیث (۱۹) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ دورانِ خطبہ نماز پڑھ لیتے تھے لیکن حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اس فعل پر حضرت امام شعبی رحمہ اللہ جو پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں شدید انکار فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ ہم نے

قاضی شریحؒ کو (جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ تھے) دیکھا ہے وہ تو امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ کے دوران نماز صحیح نہیں ورنہ آپ کو اس پر انکار کی کیا ضرورت تھی، نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام صحابہؓ و تابعین خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے ورنہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ یہ نہ فرماتے کہ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ طریقہ کس سے لیا ہے۔

حدیث (۲۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر امام اگر خطبہ شروع کر دیتا تو پھر نہیں پڑھتے تھے،

حدیث (۲۱-۲۲-۲۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابوقلابہ، حضرت قتادہ، حضرت عطاء رحمہم اللہ دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۲۴-۲۵-۲۶-۲۷) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابن سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت سعید بن المسیب رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز جائز نہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دورانِ خطبہ آنے والوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھنی تو ضروری ہیں، چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں

"اثناء خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے پیشتر پڑھ لینی ضروری ہیں"۔ (دستور المتقی ص ۱۲۳)

یہ مسئلہ تمام غیر مقلدین کا متفقہ ہے جو ان کی فتووں کی کتابوں میں درج ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم دے رہے ہیں حتیٰ کہ کسی دوسرے کو "خاموش رہ" کہنے سے بھی منع فرما رہے ہیں جو کہ امر بالمعروف ہے، نیز آپ دوران خطبہ نماز پڑھنے اور کلام کرنے سے روک رہے ہیں چنانچہ صحابہ کرام اسی کو اپنا معمول بناتے ہیں اور دوران خطبہ نماز نہیں پڑھتے اور کلام نہیں کرتے بلکہ حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر اور ان کے شاگرد مجاہد رضی اللہ عنہم خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ایک صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تو خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے ہیں، جلیل القدر تابعین دوران خطبہ نماز پڑھنے کے قائل نہیں، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابن سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری رحمہم اللہ ان تمام حضرات کا فتویٰ ہے کہ دوران خطبہ نماز جائز نہیں لیکن اس سب سے قطع نظر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔

قارئین محترم فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

السنۃ قبل صلوٰۃ الجمعۃ وبعدھا

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں

۱۔ عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل الجمعۃ اربعا وبعدھا اربعا یجعل التسلیم فی آخرھن رکعتہ،

(معجم طبرانی اوسط بحوالہ نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور سلام آخری (چوتھی) رکعت میں پھیرتے تھے۔

۲- عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يركع قبل الجمعة اربعا وبعدها اربعا لا يفصل بينهن، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد اور ان رکعتوں میں (درمیان میں دو رکعتوں پر سلام پھیرکر) فصل نہیں کرتے تھے۔

۳- عن ابی هريرة (مرفوعًا) من كان مصليا (يوم الجمعة) فليصل قبلها اربعا وبعدها اربعا،

(رواہ النجار بحوالہ کنز العمال ج ۷ ص ۴۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔

۴- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے جمعہ پڑھے تو اسے چاہیئے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

۵- عن سالم عن ابيه ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعد الجمعة ركعتين،

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۸، مسلم ج ۱ ص ۲۸۸ واللفظ لمسلم)

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۶- عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بعد الجمعة ركعتين فی بيته،

(ابو داود ج ۱ ص ۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اپنے گھر میں۔

۷- عن قتادة ان ابن مسعود كان يصلى قبل الجمعة اربع ركعات وبعدها اربع ركعات،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۷)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

۸- عن ابی عبد الرحمن السلمی قال كان عبد الله يأمرنا ان نصلی قبل الجمعة اربعا وبعدها اربعا حتى جاءنا علی فامرنا ان نصلی بعدها ركعتين ثم اربعا، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۷)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھیں حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر چار رکعتیں پڑھیں۔

٩۔ عن ابی عبد الرحمٰن قال کان عبد اللہ بن مسعود یعلمنا ان نصلی اربع رکعات بعد الجمعۃ حتی سمعنا قول علی صلوا ستا قال ابو عبد الرحمٰن فنحن نصلی ستا قال عطاء ابو عبد الرحمٰن یصلی رکعتین ثم اربعا ، (معجم طبرانی کبیر ج ٩ صـ٣١٠ ، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ٢ صـ١٣٢)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں حتی کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول سنا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھو حضرت ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر ہم چھ رکعتیں ہی پڑھنے لگے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

١٠۔ عن ابی عبد الرحمٰن عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال من کان مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل ستا ،

(طحاوی ج ١ صـ٢٣٣)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے

اسے چاہیے کہ وہ چھ رکعتیں پڑھے۔

قال الامام الترمذی "وروی عن عبد اللہ بن مسعود انہ کان یصلی قبل الجمعۃ اربعا وبعدها اربعا وروی عن ابی طالب انہ امر ان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین ثم اربعا الخ (ترمذی ج ١ صـ١١٧)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کے بعد پہلے دو پھر چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

١١۔ عن جبلۃ بن سحیم عن عبد اللہ بن عمر انہ کان یصلی قبل الجمعۃ اربعا لا یفصل بینهن بسلام ثم بعد الجمعۃ رکعتین ثم اربعا ،

(طحاوی ج ١ صـ٢٣١)

حضرت جبلہ بن سحیم رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اور ان کے درمیان (دو رکعت پر) سلام پھیر کر فصل نہیں کرتے تھے پھر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

١٢۔ عن عطاء قال کان ابن عمر اذا صلی الجمعۃ صلی بعدها ست رکعات رکعتین ثم اربعا ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ٢ صـ١٣٢ ، ترمذی ج ١ صـ١١٧)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر

جب جمعہ پڑھتے تو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے، پہلے دو رکعتیں پھر چار رکعتیں۔

۱۳- عن ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ انہ کان یصلی بعد الجمعۃ ست رکعات،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

۱۴- عن محمد بن المنتشر عن مسروق قال کان یصلی بعد الجمعۃ ستا رکعتین واربعا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرت محمد بن منتشرؒ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے پہلے دو رکعتیں پھر چار۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں چار رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ سے پہلے اور چھ رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ کے بعد، کیونکہ حدیث ۱ اور ۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور حدیث نمبر ۳، اور ۴ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و فعل اسی پر تھا جیسا کہ حدیث ۷، ۸، ۹

سے ظاہر ہے۔ حدیث ۵، اور ۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اغلب یہ ہے کہ یہ دو رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھیں اور جن کی آپ امت کو تعلیم دیتے تھے۔

اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کریں، جیسا کہ حدیث ۸-۹-۱۰ سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل ہی سے اخذ کر کے یہ حکم دیا کرتے تھے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کے خلاف اپنی رائے و قیاس سے کوئی حکم دیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں رائے و قیاس کو دخل ہو، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو صحابہ کرام میں انتہائی متبع سنت صحابی شمار کئے جاتے ہیں ان کا معمول بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے ہی کا تھا جیسا کہ حدیث ۱۱-۱۲ سے ظاہر ہے یقینی بات ہے کہ آپ نے بھی یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہو گا یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہو گی، بہرکیف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نیز خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار پر عمل اور امت کو اس کی تعلیم

یہ سب اس بات کے قرینے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد چار رکعت کے ساتھ ہی دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت مؤکدہ ہیں۔ عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی تھا کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۲ سے ظاہر ہے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی اور حضرت مسروق رحمہما اللہ بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۳-۱۴ سے ثابت ہے۔ انہی احادیث وآثار کی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کی دس رکعات سنت مؤکدہ ہیں چار جمعہ سے پہلے اور چھ جمعہ کے بعد۔

لیکن ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا عمل یہ ہے کہ وہ جمعہ کے بعد کی سنتوں میں دو اور چار رکعت پڑھنے میں اختیار دیتے ہیں چاہے تو دو پڑھ لے اور چاہے چار پڑھ لے اور ان کا عمل بالعموم دو رکعت پڑھنے کا ہے۔ چنانچہ جمعہ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور چھ پڑھنے والوں سے الجھتے ہیں کہ تم چھ کیوں پڑھتے ہو دو پڑھا کرو۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کے مطابق جمعہ کے بعد دو یا (چار) سنتیں پڑھنا اپنا معمول بنالو" (صلوٰۃ الرسول ص۲۹۶)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ومن كان مصليا بعد الجمعة فليصل اربعا في المسجد اوركعتين اوست ركعات في بيته وليس لها قبلها سنة راتبة" (نزل الابرار ج۱ ص۱۵۴)

جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسے چاہیئے کہ وہ مسجد میں تو چار پڑھے گھر میں پڑھے تو چاہے دو پڑھ لے چاہے چھ، اور جمعہ سے پہلے سنت مؤکدہ کوئی نہیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وعمل دونوں سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا ثابت ہے، آپ خود بھی پڑھتے تھے اور اُمت کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ خود بھی جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن نواب وحید الزماں صاحب فرمارہے ہیں کہ جمعہ سے پہلے کی سنت مؤکدہ نہیں ہیں۔ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے ثابت ہے؛ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعی حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی، اور حضرت مسروق رحمہما اللہ کا عمل بھی یہی ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت ہیں لہٰذا جمعہ کے بعد چھ ہی پڑھنی ضروری ہیں لیکن غیر مقلد جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک اختیار ہے چاہے دو پڑھو چاہے چار طرز عمل دو ہی پڑھنے کا ہے۔

اب ہم فیصلہ قارئین کے سر رکھتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ -

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے،

۱- عن الزهري قال حدثني ابو عبيد مولى ابن ازهر انه شهد العيد يوم الاضحىٰ مع عمر بن الخطاب فصلى قبل الخطبة ثم خطب الناس فقال يا ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد نهاكم عن صيام هذين العيدين اما احدهما فيوم فطركم من صيامكم واما الآخر فيوم تاكلون من نسككم فقال ابو عبيد ثم شهدت مع عثمان بن عفان وكان ذالك يوم الجمعة فصلى قبل الخطبة ثم خطب فقال يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لكم فيه عيدان فمن احب ان يرجع فقد اذنت له الحديث - (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، موطا امام مالک ص ۱۶۵)

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو عبیدؒ نے کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر نماز کے لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ان دونوں عیدوں کے روزے رکھنے سے منع کیا ہے ان دونوں میں سے ایک تو عید الفطر ہے دوسری وہ ہے جس میں تم اپنی قربانیوں کے گوشت کھاتے ہو۔

ابو عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں اہل عوالی میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

۲- عن عمر بن عبد العزيز قال اجتمع عيدان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال من احب ان يجلس من اهل العالية فليجلس في غير حرج، (کتاب الام ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے فرمایا اہل عوالی میں سے جو (نماز جمعہ کے لیے) بیٹھنا چاہے وہ بیٹھ جائے بغیر کسی تنگی کے۔

۳- عن النعمان بن بشير قال كان النبي صلى الله

علیہ وسلم یقرأ فی العیدین و فی الجمعۃ بسبح اسم ربک الاعلیٰ و ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ وربما اجتمعا فی یوم واحد فیقرأ بھما ،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۹ ، نسائی ج ۱ ص ۱۷۸)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ والآخر فریضۃ ولا یترک واحد منھما ، (جامع الصغیر ص ۱۱۳)

حضرت امام محمد بروایت قاضی ابو یوسف ، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو عیدیں (عید اور جمعہ) ایک دن اکٹھی ہو جائیں تو اوّل سنت ہے (یعنی اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے) اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جا سکتا۔

" قال الشافعی واذا کان یوم الفطر یوم الجمعۃ صلی الامام العید حین تحل الصلوٰۃ ثم اَذِنَ لمن حضرہ من غیر اھل المصر

ان ینصرفوا ان شاء وا الی اھلیھم ولا یعودون الی الجمعۃ والاختیار لھم ان یقیموا حتی یجمعوا او یعودوا بعد انصرافھم ان قدروا حتی یجمعوا وان لم یفعلوا فلا حرج ان شاء اللہ تعالیٰ قال الشافعی ولا یجوز ھٰذا لاحد من اھل المصر ان یدعوا ان یجمعوا الا من عذر یجوز لھم بہ ترک الجمعۃ وان کان یوم عید ، قال الشافعی و ھکذا ان کان یوم الاضحیٰ لا یختلف اذا کان ببلد یجمع فیہ الجمعۃ ویصلی العید ولا یصلی اھل منی صلاۃ الاضحیٰ ولا الجمعۃ لانھا لیست بمصر "

(کتاب الام ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن جمعہ کا دن ہو تو عید کی نماز امام پڑھائے جس وقت نماز جائز ہو جاتی ہے ، پھر جو شہر والے نہیں ہیں ان کو اجازت دے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے اہل کی طرف واپس چلے جائیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ٹھہرے رہیں یا جانے کے بعد اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کے لیے واپس آجائیں اور جمعہ ادا کریں ۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے

انشاء اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور کسی شہری کے لیے جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو، اسی طرح عیدالاضحیٰ کا حکم ہے کسی خلاف کے بغیر جب ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے (کہ جمعہ بھی پڑھے اور عید کی نماز بھی پڑھے گاؤں دیہات والوں کے لیے اختیار ہے) اور اہل منیٰ عیدالاضحےٰ اور جمعہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ منیٰ مصر شہر نہیں ہے۔

قال الزرقانی المتوفیٰ ۱۱۲۲ھ

" وبه قال مالك فی روایة علی وابن وهب ومطرف وابن الماجشون وانكروا روایة ابن القاسم بالمنع وبالجواز قال الشافعی وابوحنیفة"

(شرح الزرقانی علیٰ مؤطا الامام مالک ج ۱ ص ۳۶۴)

علامہ زرقانی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں علی، ابن وہب، مطرف اور ابن الماجشون رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور ان بزرگوں نے ابن القاسم کی ممانعت والی روایت کا انکار کیا ہے (کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے) اور اسی جواز کے (کہ اہل قریٰ وعوالی کے لیے ترک جمعہ جائز ہے) حضرت امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ قائل ہیں۔

قال العلامة بدر الدین العینی

" وفی المحلیٰ والاشراف صلیٰ عثمان العید ثم خطب فقال انه قد اجتمع فی یومكم هذا عیدان

فمن احب من اهل العالية ان ینتظر الجمعة فلینتظر ومن احب ان یرجع الیٰ اهله فلیرجع فقد اذنت له وانا مجمعون قوله وانا مجمعون دلیل علیٰ ان تركها لا یجوز .... وقال ابن عبدالبر سقوط الجمعة والظهر بصلوة العید متروك مهجور لا یعول علیه وتاویل ذالك فی حق اهل العالیة ومن لا تجب علیه الجمعة"

(البنایة فی شرح الهدایة ج ۲ ص ۱۰۱۱)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

محلیٰ اور اشراف میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص پسند کرتا ہے جمعہ کے انتظار کو وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو اپنے گھر واپس جانا چاہتے چلا جائے میری طرف سے اسے اجازت ہے، ہم جمعہ کی نماز ادا کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول انا مجمعون - کہ ہم تو جمعہ کی نماز ضرور ادا کریں گے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کا ترک جائز نہیں۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور ظہر کی نماز کا ساقط ہونا عید کی نماز کی وجہ سے یہ متروک، مہجور، غیر معتمد ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ترک جمعہ کی اجازت دینا اہل عوالی اور اُن کے لیے ہے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

قال ابن الحزم

" واذا اجتمع عيد في يوم جمعة صلى للعيد ثم للجمعة ولا بد ولا يصح اثر بخلاف ذالك قال ابو محمد الجمعة فرض والعيد تطوع والتطوع لا يسقط الفرض ،

(المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۹۳)

اور جب جمعہ کے دن عید ہو جائے تو پہلے عید کی نماز پڑھے پھر جمعہ کی نماز لازماً پڑھے اور کوئی حدیث اسکے خلاف میں صحیح نہیں ہے ابو محمد (ابن حزم) کہتے ہیں کہ جمعہ فرض ہے اور عید تطوع ہے اور تطوع فرض کو ساقط نہیں کرتا ۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اقوالِ محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر عید اور جمعہ دونوں ایک دن جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھنا ضروری ہے ۔ عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی ۔ وجہ یہ ہے کہ جمعہ فرض ہے جس کی فرضیت نصِ قطعی یعنی آیت مبارکہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ الآیۃ سے ثابت ہے جو تمام جمعوں کو شامل ہے اس میں کسی جمعہ کی تخصیص نہیں ہے، نیز ذخیرۂ احادیث میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا عذر جمعہ چھوڑ دینے پر انتہائی سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں ۔ ان احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعہ خواہ کسی دن ہو اس کی نماز پڑھی جائے اور ہرگز ترک نہ کی جائے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہی تھا کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے تو آپ دونوں نمازیں پڑھتے تھے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے موقعہ پر صرف نمازِ عید پڑھی ہو اور جمعہ نہ پڑھا ہو، بلکہ آپ کا معمول یہی تھا کہ آپ ایسے موقعے پر دونوں نمازیں پڑھتے تھے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے

تو آپ اس دن نمازِ عید اور نمازِ جمعہ دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے (جیسا کہ حدیث نمبر ۳ سے واضح ہے) اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقعے پر دونوں نمازیں پڑھا کرتے تھے البتہ اہلِ عوالی جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں آپ اجازت دے دیتے تھے کہ تم جانا چاہو تو چلے جاؤ جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے، خلیفۂ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جاتے تو آپ دونوں نمازیں پڑھاتے البتہ اہلِ عوالی کو کہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں اجازت دے دیتے تھے کہ اگر تم جمعہ کے لیے ٹھہرنا چاہو تو ٹھہر جاؤ اور اگر جانا چاہو تو چلے جاؤ ۔

ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو شہر میں دونوں نمازیں لازماً پڑھی جائیں گی اور دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جائیگا البتہ گاؤں دیہات والے جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ان کے لیے رخصت ہے جیسا کہ جامع الصغیر، کتاب الام، اور شرح زرقانی کی عبارات اس پر شاہد ہیں، ابن حزم کا مسلک بھی یہی ہے جیسا کہ محلی کی عبارت سے واضح ہے علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے ساقط ہونے کا قول کیا ہے اس کا قول متروک مہجور، غیر معتمد اور ناقابلِ اعتبار ہے ۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑھے

یا نہ پڑھے۔

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

" اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے ؟

اس سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں

" جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاویں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے"

(فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۵۷۳)

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا مصدقہ ہے۔

نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں۔

" وچوں جمعہ و عید فراہم آیند در یک روز جمعہ رخصت باشد و ظاہر آنست کہ ایں رخصت عام ست از برائے امام و سائر مردم"

(عرف الجادی ص ۴۳)

اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لیے عام ہے۔

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں۔

" والجمعة في يوم العيد رخصة مطلقاً لاهل البلد وغيرهم فان شاء صلى العيد والجمعة كليهما وان شاء صلى العيد فقط ولم يصل الجمعة وفي سقوط الظهر خلاف والحق جواز تركه ايضاً"

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۵۵)

اور جمعہ کی، عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں سب کے لیے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں، البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے حق بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے،

ملاحظہ فرمائیے : جمعہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے جس میں کسی دن کی کوئی تخصیص نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عذر جمعہ چھوڑنے پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں، آپ کے زمانے میں اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہوتے تھے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں (گاؤں دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے دیتے تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے۔ خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا، ائمہ مجتہدین کا کہنا بھی یہی ہے کہ اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی، علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ ان لوگوں کے قول کو جو نماز عید کی وجہ سے نماز جمعہ کے سقوط کے قائل ہیں۔ متروک و مہجور ناقابل اعتماد و ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے جمعہ کی نماز کو رخصت قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کوئی پڑھ لے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک

بلکہ ان کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

قارئین محترم قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ میں اپنی مرضی اور رائے پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

غیر مقلدین کو تکبیرِ صلوٰۃ سے چڑ ہے

ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے غیر مقلدین کو کثرتِ صلوٰۃ سے کچھ چڑ سی ہے کیونکہ

(۱) فرض نمازوں کے بعد نوافل یہ نہیں پڑھتے الا ماشاء اللہ

(۲) شبِ برات میں نوافل پڑھنے کو یہ بدعت کہتے ہیں۔ (فتاوی ستاریہ ۱ ص۵۹)

(۳) وتر تین کے بجائے ایک رکعت پڑھنے پر یہ اکتفاء کرتے ہیں۔

(۴) تراویح بیس رکعات کے بجائے آٹھ رکعات پر یہ زور دیتے ہیں۔

(۵) تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے۔

(۶) مسافر کے لیے حالتِ فرصت و اطمینان میں بھی سنتیں پڑھنے کے یہ قائل نہیں ہیں۔

(۷) اگر کسی منافی صلوٰۃ عمل کرنے سے نماز فاسد بھی ہو جائے تاہم صرف سجدۂ سہو پر اکتفا کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں اسے لوٹانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔

(۸) اگر بے وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(۹) کسی نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی ان کے یہاں قضا نہیں ہے صرف توبہ کافی ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن جمعہ کے بعد صرف ۲ رکعات پڑھ کر یہ راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔

(۱۱) جمعہ اور عید دونوں ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی نماز ان کے یہاں رخصت ہے مرضی ہے پڑھو یا نہ پڑھو۔

فالی اللہ المشتکیٰ

صلوٰۃ العیدین بست تکبیرات زوائد

عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چاہئیں

۱۔ عن القاسم ابی عبد الرحمٰن انہ قال حدثنی بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید فکبر اربعا و اربعا ثم اقبل علینا بوجھہ حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائز واشار باصابعہ وقبض ابہامہٗ (طحاوی ج ۲ ص۳۳۹)

ابوعبدالرحمٰن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں، آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

۲۔ عن مکحول قال اخبرنی ابو عائشۃ جلیس لابی

هريرة ان سعيد بن العاص سأل ابا موسى الاشعري وحذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الاضحىٰ والفطر فقال ابوموسىٰ كان يكبر اربعا تكبيرهٔ على الجنائز فقال حذيفة صَدَقَ فقال ابوموسىٰ كذالك كنت اكبر في البصرة حيث كنت عليهم قال ابو عائشة وانا حاضر سعيد بن العاص،

(ابوداؤد ج ۱ ص۱۶۳، طحاوی ج۲ ص۴۳۹، مسند احمد ج۴ ص۴۱۶)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمنشین ابوعائشہ نے بتلایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں بصرہ کا حاکم تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا، حضرت ابوعائشہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے وقت خود موجود تھا۔

۳۔ عن مكحول قال حدثني رسول حذيفة وابي موسىٰ رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم كان يكبر في العيدين اربعا واربعا سوى تكبيرة الافتتاح، (طحاوی ج۲ ص۴۳۹)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے قاصد نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

۴۔ عن علقمة والاسود بن يزيد قال كان ابن مسعود جالسا وعنده حذيفة وابوموسى الاشعري فسألهما سعيدُ بنُ العاص عن التكبير في الصلوٰة يوم الفطر والاضحىٰ فجعل هذا يقول سَلْ هذا وهذا يقول سَلْ هذا فقال له حذيفة سَلْ هذا لعبد الله بن مسعود فسأله فقال ابن مسعود يكبر اربعا ثم يقرأ ثم يكبر فيركع ثم يقوم في الثانية فيقرأ ثم يكبر اربعا بعد القراءة،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۲۹۳، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص۳۰۳)

حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریمہ کے) پھر قرارت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور قرارت کرے پھر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہے قرارت کے بعد،

۵۔ عن كردوس قال ارسل الوليد الى عبد الله بن مسعود وحذيفة وابى مسعود وابى موسى الاشعرى بعد العتمة فقال ان هٰذا عيد المسلمين فكيف الصلوٰة ؟ فقالوا سل ابا عبد الرحمٰن فسأله فقال يقوم فيكبر اربعا ثم يقرأ بفاتحة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر ويركع فتلك خمس ثم يقوم فيقرأ بفاتحة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر اربعا يركع فى آخرهن فتلك تسع فى العيدين فما انكره واحد منهم ،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۲ ومصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت کردوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابو

عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود) سے پوچھو، چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے پھر چار تکبیر کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ نو تکبیریں ہوئیں دونوں عیدوں میں اُن بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۶۔ عن ابن مسعود فى الاولى خمس تكبيرات بتكبيرة الركعة وبتكبيرة الاستفتاح وفى الركعة (الاخرى) اربعة بتكبيرة الركعة ، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ رکوع کی تکبیر اور تکبیر تحریمہ کو ملا کر، اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں رکوع والی تکبیر ملا کر۔

۷۔ عن علقمة والاسود بن يزيد ان ابن مسعود كان يكبر فى العيدين تسعا تسعا اربعا قبل القراءة ثم كبر فركع وفى الثانية يقرأ فاذا فرغ كبر اربعا ثم ركع ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۳)

حضرت علقمہ اور حضرت اسودؓ بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو نو تکبیریں کہتے تھے
چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) قرأت سے پہلے پھر تکبیر کہہ کر رکوع
کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قرارت کرتے پھر قرأت سے
فارغ ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہتے اور رکوع کرتے

۸۔ عن کردوس قال کان عبد اللہ بن مسعود یکبر فی
الاضحیٰ والفطر تسعا تسعا یبدأ فیکبر اربعا ثم
یقرأ ثم یکبر واحدة فیرکع بها ثم یقوم فی
الرکعة الآخرة فیبدأ فیقرأ ثم یکبر اربعا
یرکع باحداهن ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۲)

حضرت کردوسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے۔ آپ نماز
شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر
قرارت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت
کے لیے کھڑے ہوتے تو قرارت سے ابتدا کرتے، پھر چار
تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔

۹۔ عن عبد اللہ قال التکبیر فی العید اربعا کالصلوٰة
علی المیت ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید میں
چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۰۔ عن عامر ان عمر و عبد اللہ رضی اللہ عنہما اجتمع
رأیهما فی تکبیر العیدین علیٰ تسع تکبیرات خمس

فی الاولیٰ واربع فی الآخرة ویوالی بین
القراءتین ، (طحاوی ج ۲ ص ۲۳۹)

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا
کہ عیدین کی تکبیریں نو ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ
و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور
دونوں رکعتوں میں قرارت پے در پے کرے۔

۱۱۔ عن حماد عن ابراهیم فی حدیث طویل فاجمعوا
امرهم علیٰ ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل
التکبیر فی الاضحیٰ والفطر اربع تکبیرات فاجمع
امرهم علیٰ ذالک ، (طحاوی ج ۱ ص ۳۳۳)

حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے
ہیں۔ ایک طویل حدیث کے ذیل میں کہ "پس ان سب کا اس
پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں
ہیں یعنی چار تکبیریں۔

۱۲۔ عن عبد اللہ بن الحارث قال شهدت ابن عباس
کبر فی صلوٰة العید بالبصرة تسع تکبیرات والیٰ بین
القراءتین قال وشهدت المغیرة بن شعبة فعل
ذالک ایضا ، الحدیث ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۲)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں، اور دونوں (رکعتوں میں) قرائتیں پے در پے کیں، حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا،

۱۳- عن عبد اللہ بن الحارث انه صلی خلف ابن عباس رضی اللہ عنهما فی العید فکبر اربعا ثم قرأ ثم کبر فرکع ثم قام فی الثانیة فقرأ ثم کبر ثلثا ثم کبر فرکع، (طحاوی ج ۲ ص ۴۳۹)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے چار تکبیریں کہیں پھر قرارت کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قرارت کی پھر تین تکبیریں کہیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۴- عن ابن جریج قال ثنا یوسف بن ماهك اخبرنی ان ابن الزبیر لم یکن یکبر الا اربعا سوی تکبیرتین للرکعتین، (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۰)

حضرت ابن جریج رح فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن ماہک نے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار تکبیریں کہتے تھے، دونوں رکوعوں کی تکبیروں کے علاوہ۔

۱۵- عن قتادة عن جابر بن عبد اللہ وسعید بن المسیب

قالا تسع تکبیرات ویوالی بین القراءتین، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قرائتیں پے در پے ہوں۔

۱۶- عن محمد عن انس بن مالك رضی اللہ عنه انه قال تسع تکبیرات خمس فی الاولیٰ واربع فی الآخرة مع تکبیرة الصلوٰة، (طحاوی ج ۲ ص ۴۴۰)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں، پانچ پہلی رکعت میں چار دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت

۱۷- عن محمد بن سیرین عن انس انه کان یکبر فی العید تسعا فذکر مثل حدیث عبد اللہ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

۱۸- عن ابراهیم ان اصحاب عبد اللہ کانوا یکبرون فی العید تسع تکبیرات، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)

١٩- عن الشعبی قال ارسل زیاد الیٰ مسروق انا یشغلنا اشغال فکیف التکبیر فی العیدین قال تسع تکبیرات قال خمسا فی الاولیٰ واربعا فی الآخرۃ و والیٰ بین القراءتین،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۲)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت مسروق رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں تو کاموں میں ہی مصروفیت رہتی ہے، آپ یہ بتلائیے کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں کس طرح کہی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا نو تکبیریں ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری رکعت میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں قراءتیں پے در پے کرے۔

٢٠- عن ابراھیم عن الاسود و مسروق انھما کانا یکبران فی العید تسع تکبیرات،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت اسود اور حضرت مسروق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)

٢١- عن ھشام عن الحسن و محمد انھما کانا

یکبران تسع تکبیرات، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۱۷۵)

حضرت ہشام رحمہ اللہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور قراءت سے پہلے، اور تین دوسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہی زائد کہتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے واضح ہے، یہی عمل جلیل القدر صحابہ کرام کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہی کہنے کا تھا جیسا کہ حدیث نمبر ۷-۸ سے ظاہر ہے، اور جب آپ سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے متعلق سوال ہوتا تھا تو آپ چھ زائد تکبیریں کہنے کا فتویٰ دیتے تھے، حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما نے عیدین کی تکبیروں کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے چھ ہی تکبیریں بتلائیں جیسا کہ حدیث نمبر ۴-۵-۶ سے ظاہر ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے آپ کی تصدیق و تصویب یا آپ سے موافقت منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہونی چاہئیں۔ پانچ پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے اور چار دوسری میں بشمول تکبیر رکوع کے،

جیساکہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، حدیث نمبر ۱۱ سے ثابت ہو رہا
ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف
تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی ایک صورت پر متفق کرنے کے
لیے مشورہ فرمایا سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی
عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار، کیونکہ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں تکبیر
تحریمہ کے ساتھ ۴ اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار تکبیریں
ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن زبیر
حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی عیدین کی نماز
میں نو تکبیروں کے قائل تھے پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے
اور دوسری رکعت میں چار بشمول تکبیر رکوع کے۔ جیساکہ حدیث نمبر ۲، ۱۲،
۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ سے ظاہر ہے، جلیل القدر تابعین، حضرت سعید بن
المسیبؒ، حضرت اسودؒ بن یزید، حضرت مسروق، حضرت خواجہ حسن بصریؒ،
حضرت محمدؒ بن سیرینؒ، نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں
کا بھی اسی پر عمل ہے اور اسی پر وہ فتویٰ دیتے تھے جیساکہ حدیث ۱۵، ۱۸،
۱۹، ۲۰، ۲۱ سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ عیدین
کی نماز میں بارہ تکبیریں زائد ہیں صرف چھ تکبیروں کو زائد ماننا بدعت اور گمراہی
ہے۔ (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت اہلحدیث کے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ صلاۃ عیدین کی تکبیریں

شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہ سے ثابت ہیں جیساکہ
جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے، اور تیرہ بھی بعض وقت کسی ثابت
ہیں جیساکہ مجمع الزوائد میں ہے اور جو ما سوا ان کے ہیں سب
بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ وسنت
رسول اللہ میں نہ ہو، اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ
کر عوام الناس میں مروج کر دیں تو معلوم ہوا کہ یہ جو آجکل لوگوں میں
صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں - یہ بالکل بدعت اور سبب
گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے .....
.... اور جو یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں،
خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ
حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے، اور نیز
معلوم ہوا کہ یہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قراءت
تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں تکبیروں کے
قبل پڑھی جاتی ہے سو یہ غلط اور خلاف سنت نبوی ہے بلکہ سنت
یوں ہے کہ قراءت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں میں ہونی چاہیئے"

(فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۱۸)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدین کی نماز میں دونوں
رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں کہنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، جلیل القدر
صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عیدین کی نماز میں تکبیرات کہنے
کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے چار تکبیریں بشمول
تکبیر تحریمہ کے کہی جائیں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں بشمول تکبیر رکوع کے

قرارت کے بعد کہی جائیں، اسی پر آپ کا عمل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی پر اتفاق رائے ثابت ہے چنانچہ آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں اسی پر قیاس کر کے مقرر فرمائیں۔ دیگر صحابۂ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں، اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن المسیب، حضرت اسود بن یزید، حضرت مسروق، حضرت حسن بصری، حضرت ابن سیرین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں لیکن آفرین ہے عمل بالحدیث کے ٹھیکیداروں پر وہ اس سب سے آنکھیں موند کر بیک قلم عیدین کی نماز کی دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیروں کو بدعت قرار دے رہے ہیں، یا للعجب قارئین محترم اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام، تابعین عظام سے ثابت عمل بھی بدعت ہے، پھر غیر مقلد ہی بتلائیں کہ وہ سنت کس عمل کو قرار دیں گے۔؟

جب کہ خود غیر مقلدین جو عیدین کی نماز میں چھ تکبیرات کے برعکس زائد تکبیریں بارہ کہتے ہیں، اس کے ثبوت میں ان کے پاس ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں۔

اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابۂ کرام، تابعین عظام سے ثابت عمل کو جو چودہ صدیوں سے امت میں جاری و ساری ہے اُسے بدعت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح فی صلوٰۃ الجنازۃ

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیے باقی میں نہیں

۱۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر علی الجنازۃ فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ووضع الیمنیٰ علی الیسریٰ،

(ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶، دارقطنی ج ۲ ص ۷۵، بیہقی ج ۴ ص ۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود،

(دارقطنی ج ۲ ص ۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن الولید بن عبد اللہ بن جمیع الزھری قال رأیت ابراھیم اذا صلیٰ علیٰ جنازۃ رفع یدیہ فکبر ثم لا یرفع یدیہ فیما بقی وکان یکبر اربعا،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۶)

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی

رحمہ اللہ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر (پہلی) تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔

۴۔ عن الحسن بن عبید اللہ انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ علی الجنازۃ' (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۶)

حضرت حسن بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے

" (قال) وقال مالک بن انس ترفع الایدی فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی اول التکبیر قال ابن القاسم وحضرتہ غیر مرۃ یصلی علی الجنائز فما رأیتہ یرفع یدیہ الا فی اول التکبیرۃ قال ابن القاسم وکان مالک لا یری رفع الیدین فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ الا فی اول تکبیرۃ"

(المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کیا جائے، حضرت ابن القاسم ؒ فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا ہو۔ ابن القاسم ؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

قال ابن الحزم

" ولا ترفع الیدان فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ الا فی اول تکبیرۃ فقط لانہ لم یأت برفع الایدی فیما عدا ذالک نص ورُوی مثل قولنا ھذا عن ابن مسعود وابن عباس، وھو قول ابی حنیفۃ وسفیان" (المحلی ج ۳ ص ۱۸۱)

علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں۔

کہ رفع یدین نہ کیا جائے نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے، کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کے لیے کوئی نص نہیں آئی، اور اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ اور حضرت سفیان ثوری ؒ کا بھی یہی قول ہے۔

قال القاضی الشوکانی

" والحاصل انہ لم یثبت فی غیر التکبیرۃ الاولی شئی یصلح للاحتجاج بہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وافعال الصحابۃ واقوالھم لا حجۃ فیھا فینبغی ان یقتصر علی الرفع عند تکبیرۃ الاحرام"

(نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں، جو دلیل بننے کے قابل ہو اور صحابہ کرام کے افعال واقوال حجت نہیں

ہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت
ہی رفع یدین کرنے پر اقتصار کیا جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کرنا چاہیئے باقی تکبیروں میں نہیں، کیونکہ حدیث نمبر ۱-۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے باقی میں نہیں، علامہ ابن حزم اور قاضی شوکانی کے بقول کسی صحیح، صریح حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے ایسے ہی جلیل القدر تابعین حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت حسنؒ بن عبداللہ، بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت سفیان ثوری، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، ابن حزم اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیئے، ان کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

چنانچہ مولوی عبیداللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں۔

"تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین

کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں"۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۵)

ثناء اللہ امرتسری صاحب رقمطراز ہیں۔

"جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے"۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۵)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے باقیوں میں نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپ کے خلفاء راشدین میں سے کسی کا بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کے عمل کی موافقت میں نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہ کیا جائے لیکن غیر مقلدین بجائے اس کے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ترک رفع کے قائل ہوتے وہ ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك القراءة فی صلوة الجنازة

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ بطور قرأت پڑھنا جائز نہیں

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء (ابوداود ج ۲ ص ۱۰۰، ابن ماجہ ص ۱۰۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی میت

کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔

۲۔ مالك عن سعيد بن ابي سعيد المقبرى عن ابيه انه سأل ابا هريرة كيف تصلى على الجنازة فقال ابو هريرة انا لعمر الله اخبرك اتبعها من اهلها فاذا وضعت كبرت وحمدت الله وصليت على نبيه ثم اقول اللهم انه عبدك وابن عبدك وابن امتك كان يشهد ان لا اله الا انت وان محمدا عبدك ورسولك وانت اعلم به اللهم ان كان محسنا فزد في احسانه وان كان مسيئا فتجاوز عنه سيأته اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده،

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت سعید مقبریؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بخدا میں تمہیں ضرور بتلاؤں گا، میں جنازہ والے گھر سے ہی جنازے کے ساتھ ہو لیتا ہوں جب جنازہ (نماز کے لیے) رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِىْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ

كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

۳۔ مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان لا يقرأ في الصلوة على الجنازة، (موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۱۰)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرات نہیں کرتے تھے۔

۴۔ روى عن ابن مسعود انه سئل عن صلوة الجنازة هل يقرأ فيها فقال لم يُوَقِّتْ لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قولا ولا قراءة وفي رواية دعاء ولا قراءة كَبِّرْ ما كَبَّرَ الامام واختر من اطيب الكلام ما شئت، وفي رواية واختر من الدعاء اطيبه

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳، مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۴۸۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے نماز جنازہ میں قرات کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کوئی خاص کلام اور قرات مقرر نہیں فرمائی، ایک روایت میں ہے کہ کوئی خاص دعا اور قرات مقرر نہیں فرمائی، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء و دعاء وغیرہ) چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دعا ہو وہ اختیار کرو۔

۵۔ روى عن عبد الرحمن بن عوف وابن عمر انهما

قالا لیس فیها قراءة شیٔ من القرآن،

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصّہ کی بھی قرارت نہیں ہے۔

۶- عن علی انہ کان اذا صلی علی میت یبدأ بحمد اللہ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللّٰھم اغفر لاحیائنا واموتنا والّف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا واجعل قلوبنا علیٰ قلوب خیارنا، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھاتے تو اللہ کی حمد وثنا سے ابتداء کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَحْیَائِنَا وَاَمْوَاتِنَا وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاجْعَلْ قُلُوْبَنَا عَلٰی قُلُوْبِ خِیَارِنَا،

۷- عن الشعبی قال فی التکبیرۃ الاولیٰ یبدأ بحمد اللہ والثناء علیہ والثانیۃ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والثالثۃ دعاء للمیت والرابعۃ للتسلیم (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں

اللہ کی حمد وثنا سے ابتداء کرے دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دُعا کرے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

۸- عن عبداللہ بن ایاس عن ابراھیم وعن ابی الحصین عن الشعبی قالا لیس فی الجنازۃ قراءۃ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

ابراہیم نخعی اور امام شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہے۔

۹- عن ایوب عن محمد انہ کان لا یقرأ علی المیت،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

حضرت ایوبؒ حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز جنازہ میں قرارت نہیں کرتے تھے۔

۱۰- عن حجاج قال سألت عطاءً عن القراءۃ علی الجنازۃ فقال ما سمعنا بھذا،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قرارت کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے یہ نہیں سُنا،

۱۱- عن ابی طاؤس عن ابیہ وعطاءٍ انھما کانا ینکران القراءۃ علی الجنازۃ،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابو طاؤس اپنے والد طاؤس اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں قرارت کا انکار کرتے تھے۔

۱۲۔ عن بکر بن عبد اللہ قال لا اعلم فیھا قراءة
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں قرارت کو نہیں جانتا۔

۱۳۔ عن مفضل قال سألت میمونا علی الجنازة قراءة او صلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما علمت، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت مفضلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں قرارت یا درود سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۱۴۔ عن محمد بن عبد اللہ بن ابی سارة قال سألت سالما فقلت القراءة علی الجنازة فقال لا قراءة علی الجنازة، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی سارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ میں نماز جنازہ میں قرارت کروں تو آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہے۔

۱۵۔ عن ابی المنھال قال سألت ابا العالیۃ عن القراءة فی الصلوٰة علی الجنازة بفاتحۃ الکتاب

فقال ما کنت احسب ان فاتحۃ الکتاب تقرؤ الا فی صلوٰة فیھا رکوع و سجود،
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابو المنہالؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ الریاحی رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ سورۂ فاتحہ صرف رکوع و سجود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۶۔ عن موسی بن علی عن ابیہ قال قلت لفضالۃ بن عبیدة ھل یقرؤ علی المیت شیئ قال لا، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت موسیٰ بن علیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میت پر (نماز جنازہ میں) قرارت کی جاتی ہے آپ نے فرمایا، نہیں،

۱۷۔ عن سعید بن ابی بردة عن ابیہ قال قال له رجل اقرؤ علی الجنازة بفاتحۃ الکتاب قال لا تقرأ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۹۹)

حضرت سعیدؒ اپنے والد ابو بردہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں قرارت کر لیا کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۸۔ عن حماد عن ابراھیم قال سألتہ ایقرأ علی

المیت اذا صلیّ علیه ؟ قال لا ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۴۹۱)

حضرت حمادؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا نماز جنازہ میں قرارت کی جا سکتی ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۹- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازة فقرأ بفاتحة الکتاب وسورة وجهر حتی اسمعنا فلما فرغ اخذت بیده فسألته فقال سنة وحق ،

(نسائی ج ۱ ص۲۱۸)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورة جہراً پڑھیں حتی کہ آپ نے ہمیں سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت اور حق ہے۔

۲۰- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازة فسمعته یقرأ بفاتحة الکتاب فلما انصرف اخذت بیده فسألته فقلت تقرأ قال نعم انه حق وسنة (نسائی ج ۱ ص۲۱۸)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ قرارت کر رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں یہ حق اور سنت ہے۔

قال سحنون قلت لعبد الرحمٰن بن القاسم ای شئ یقال علی المیت فی قول مالک قال الدعاء للمیت قلت فهل یقرأ علی الجنازة فی قول مالک قال لا .... ابن وهب عن رجال من اهل العلم عن عمر بن الخطاب وعلی ابن ابی طالب وعبد الله بن عمر وعبید بن فضالة وابی هریرة وجابر بن عبد الله وواثلة بن الاسقع والقاسم وسالم بن عبد الله وابن المسیب وربیعة وعطاء ویحیی بن سعید انهم لم یکونوا یقرؤن فی الصلوٰة علی المیت وقال مالک لیس ذالک بمعمول به انما هو الدعاء ادرکت اهل بلادنا علی ذالک ، (المدونة الکبری ج ۱ ص۱۷۴)

حضرت سحنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہیئے ؟ فرمایا میت کے لیے دعا۔ میں نے کہا، کیا امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرارت ہوتی ہے ؟ فرمایا نہیں - ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم

مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبید بن فضالہ، حضرت ابو ہریرۃ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت یحیی بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ میں قرارت نہیں کیا کرتے تھے، ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں اس پر عمل نہیں، نماز جنازہ صرف دُعا ہے، میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میت کے حق میں درحقیقت دُعا و استغفار ہے، اس لیے اس میں اللہ کی حمد و ثناء نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پھر میت کے لیے دُعا ہونی چاہیئے جیسا کہ دُعا کا طریقہ ہے، نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت بطور قرارت پڑھنا صحیح نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لیے خود بھی دُعا فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اخلاص کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیتے تھے، لیکن کسی ایک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ میں قرارت کرتے تھے یا دوسروں کو قرارت کا حکم دیتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" ومقصود الصلوٰة على الجنازة هو الدعاء للميت وكذالك حفظ عن النبي صلى الله عليه وسلم

ونقل عنه مالم ينقل من قراءة الفاتحة والصلوٰة عليه صلى الله عليه وسلم،

(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۴۱)

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لیے دُعا کرنا ہے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کی دعائیں اس کثرت کے ساتھ نقل کی گئی ہیں کہ فاتحہ یا درود شریف کا پڑھنا اس طرح نقل نہیں کیا گیا۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

" ويذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه امر ان يقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب ولا يصح اسناده"۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۴۱)

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے،

یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے امین ہیں ان میں سے کسی بھی خلیفہ راشد سے نماز جنازہ میں قرارت فاتحہ منقول نہیں جب کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قرارت نہ کرنا صراحتاً منقول ہے جیسا کہ مدونہ کبریٰ کی عبارت سے واضح ہے، حدیث ۶ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھاتے تو شروع میں اللہ کی حمد و ثنا کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے پھر میت کے لیے دعا کرتے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت فضالہ

بن علبیدہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ میں قرارت نہیں کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۲-۳-۴-۵-۱۰ اور مدونہ کبریٰ میں حضرت ابن وہب کے بیان سے ظاہر ہے۔

ایسے ہی جلیل القدر تابعین و تبع تابعین مثلاً حضرت امام شعبی، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطار بن ابی رباح، حضرت طاؤس، حضرت بکر بن عبداللہ، حضرت میمون، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت قاسم بن محمد، حضرت ابوالعالیہ الریاحی، حضرت ابوبردہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام مالک رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرارت کے قائل نہ تھے جیسا کہ حدیث ۷ تا ۱۸ نیز حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔

احادیث و آثار کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ وغیرہ میں نماز جنازہ میں قرات کا بالکل رواج نہیں تھا۔ چنانچہ

مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالک اور مدینہ طیبہ کے سات فقہاً میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ رحمہم اللہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں نماز جنازہ میں قرارت کا رواج نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطار بن ابی رباح، ———
رحمہ اللہ بھی نماز جنازہ میں قرات کے قائل نہیں، حضرت عطار بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہم نے تو سُنا ہی

نہیں کہ نماز جنازہ میں قرارت بھی کی جاتی ہے۔ آپ نماز جنازہ میں قرارت سے منع کرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بھی اسکا بالکل رواج نہیں تھا۔

کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام شعبی، حضرت ابراہیم نخعی حضرت میمون بن مہران حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی قرارت کے قائل نہیں تھے، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ کا فتویٰ تھا کہ نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہوتی بلکہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا، اور چوتھی کے بعد سلام ہوتا ہے۔

بصرہ کے امام حضرت محمد بن سیرین جو حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے فیض یافتہ ہیں وہ بھی نماز جنازہ میں قرارت کے قائل نہیں۔

ان امور سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ خیر القرون کے دور میں نماز جنازہ میں قرآت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ اس کی مزید تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ آپ نے ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھائی تو اونچی آواز سے قرارت کی، جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبداللہؓ نے آپکا ہاتھ پکڑ کر تعجب سے پوچھا کہ حضرت آپ نے نماز جنازہ میں قرارت کی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں یہ حق اور سنت ہے، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کا آپ سے اس طرح سوال کرنا بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی جو رواج کے بالکل خلاف تھی جسکا بالکل اُنہ پتہ نہ تھا۔

رہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ میں قرارت کو

سنت قرار دینا تو اس سے سنتِ مصطلحہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
سنت مراد نہیں ہے کیونکہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمازِ جنازہ میں قرارت کرنا یا دوسروں کو حکم دینا ثابت نہیں،
نہ ہی خلفاء راشدین اور انتہائی متبع سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے
نمازِ جنازہ میں قرارت کرنا ثابت ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بقول مدینہ
طیبہ میں نمازِ جنازہ میں قرارت کا کوئی معمول نہیں ہے، اگر نمازِ جنازہ میں قرارت
سنت ہوتی تو ناممکن تھا کہ ایک سنت عمل کو تمام اہلِ مدینہ ترک کر دیتے اور
اس پر کوئی بھی عمل نہ کرتا ، اس لیے اس کی توجیہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ
اس سے مراد سنتِ لغویہ یعنی طریقہ ہے اور آپ کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے
کہ حمد و ثنا کی جگہ فاتحہ وغیرہ کے پڑھنے کا بھی ایک طریقہ ہے کوئی اگر حمد و
ثنا کی جگہ فاتحہ وغیرہ بھی پڑھ لے تو صحیح ہے ۔ ذخیرہ احادیث میں کئی مقامات
ایسے ملتے ہیں جہاں صحابہ کرام نے لفظ سنت استعمال کیا ہے لیکن وہاں
اس سے سنتِ لغویہ مراد ہے سنتِ مصطلحہ مراد نہیں ۔

بہرکیف یہی وہ احادیث و آثار ہیں جن کی وجہ سے فقہاء کرام فرماتے
ہیں کہ نمازِ جنازہ میں مسنون یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے، دوسری
کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دے' نماز
جنازہ میں قرارت کرنا خلاف سنت ہے ہاں اگر کوئی بطور حمد و ثناء کے
یا بطور دعاء کے سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو گنجائش ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز
جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی
تو اس کی نماز باطل ہوگی اور بقولِ بعض شرط ہے جس کے بغیر نمازِ جنازہ

ہوگی ہی نہیں ۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولوی یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں

نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعائے ماثورہ پڑھ کر امام اور مقتدی
کو سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے .... اگر امام یا
مقتدی نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی'
(فتاویٰ علماء حدیث ج ۵ ص ۱۸۵)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں ۔

" و چوں نمازِ جنازہ یکے از نمازہا ست کہ دراں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ارشاد فرمودہ پس ایں قدر
در فرضیت قرارت فاتحہ دریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ عدمش عدم
نماز باشد کافی ست" (بدور الاہلۃ ج ۱ ص ۹۲)

چونکہ نمازِ جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے جن کے بارے
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ
الکتاب بس اتنی بات ہی نمازِ جنازہ کے اندر سورۂ فاتحہ کے
فرض ہونے کے لیے بلکہ شرط ہونے کے لیے کہ جس کے نہ پائے
جانے سے نماز ہی نہ ہو ——— کافی ہے ۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نمازِ جنازہ
میں سورۂ فاتحہ پڑھنا یا اس کا حکم دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ
حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں آتا ہے
کہ وہ نمازِ جنازہ میں قرارت نہیں کرتے تھے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ
کرام، تابعین و تبع تابعین عظام بھی نمازِ جنازہ میں قرارت کے قائل نہیں تھے

خیرالقرون میں مراکزِ اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ میں کہیں اس کا
رواج نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض
یا شرط قرار دینا تو کجا سنت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوتی
تو خلفاء راشدین اور ان کے بعد باقی خیر القرون کے دور میں اس کا رواج ضرور
ہوتا، غیر مقلدین پر تعجب ہے کہ وہ ایک ایسے عمل کو جس کا سنت قرار دینا
بھی محل نظر ہے اسے فرض بلکہ شرط کا درجہ دے کر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں کہ
اگر نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہی نہ ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین
اور اُن کے کروڑوں پیروکار جو نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل
نہیں تھے کیا ان سب کی نمازیں باطل و بیکار گئیں اور یہ سب بغیر نماز ہی
کے مُردے دفناتے رہے، غیر مقلدین ہی یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ ان سب
کی نمازوں کو باطل قرار دیں ان کے علاوہ کسی میں اتنی جرأت نہیں ؏

ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند

قارئین محترم فیصلہ فرمائیے جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین
عظام اور ان کے کروڑوں متبعین کی نمازوں کو بیک قلم باطل و بے کار قرار
دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك الجهر في الجنازة

نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں نہ کہ اونچی آواز سے

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ٧ : ٥٥

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، اس کو خوش نہیں آتے
حد سے تجاوز کرنے والے۔

١- عن ابي امامة قال السنة في الصلوٰة على الجنازة
ان يقرأ في التكبيرة الاولى بام القرآن مخافتة
ثم يكبر ثلثا والتسليم عند الآخرة،

(نسائی ج ١ ص ٢١٨)

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ آہستہ
آواز سے پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں جن میں سے آخری
کے بعد سلام پھیرا جائے۔

٢- عن جابر قال ما اباح لنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم ولا ابوبكر ولا عمر في شيئ ما اباحوا
في الصلوٰة على الميت يعني لم يوقت،

(ابن ماجہ ص ١٠٩، مسند احمد ج ٣ ص ٣٥٥)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے

لیے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ

"وروی احمد من طریق ابی الزبیر عن جابر ما اباح لنا فی دعاء الجنازة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر وفسّر اباح بمعنی قدّر والذی وقفت علیہ باح ای جهر"

(التلخیص الحبیر ۲ ص۱۲۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمدؒ نے ابوزبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ "ہمارے لیے نماز جنازہ" کی دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ مقرر نہیں کیا" اس حدیث میں لفظ اَبَاحَ کی تفسیر قَدَّرَ سے کی ہے (یعنی مقرر نہیں کیا) لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں بَاحَ کے معنی جَهَرَ کے ہیں (گویا معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں دعا اونچی آواز سے نہیں پڑھی۔

قال الامام النووی رحمہ اللہ

"وقد اتفق اصحابنا علی انہ ان صلی علیها بالنهار اسر بالقراءة وان صلی باللیل ففیہ وجهان الصحیح الذی علیہ الجمهور یسر والثانی یجهر واما الدعاء فیسر بہ بلا خلاف"

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص۳۱۱)

حضرت امام نوویؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن میں پڑھی جائے تو قرات آہستہ ہوگی، اور اگر رات میں پڑھی جائے تو اس بارے میں دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ جو صحیح ہے اور جس پر جمہور کا عمل ہے یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی، دوسری وجہ جہر کی ہے، رہا معاملہ دعاء کا تو وہ تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ ہی پڑھی جائے گی۔

قال ابن قدامة الحنبلیؒ م ۶۲۰ھ.

"ویسر القراءة والدعاء فی صلاة الجنازة لا نعلم بین اهل العلم فیہ خلافا"

(المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص۴۸۶)

حضرت امام ابن قدامہؒ حنبلی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرات اور دعا آہستہ پڑھی جائے گی اور اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے درمیان کوئی خلاف نہیں پاتے۔

قال القاضی الشوکانیؒ

"وذهب الجمهور الی انہ لا یستحب الجهر فی صلاة الجنازة وتمسکوا بقول ابن عباس المتقدم لم اقرأ ای جهرا الا لتعلموا انہ سنة وبقولہ فی حدیث ابی امامة سرا فی نفسہ"

(نیل الاوطار ج ۴ ص۶۶)

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ
جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہراً پڑھنا مستحب
نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
کے اس قول سے جو پیچھے گزرا دلیل پکڑی ہے یعنی آپ نے
فرمایا کہ میں نے جہراً اس لیے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے
کہ یہ سنت ہے اور جمہور نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے
اس قول (سراً فی نفسہ) سے بھی استدلال کیا ہے جسکا مطلب
ہے کہ اپنے جی میں آہستہ پڑھے۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ
نماز جنازہ میں ثناء، درود، دُعاء وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائینگی،
کیونکہ نماز جنازہ حقیقتاً میت کے لیے دعاء ہے اور دعاء کے بارے
میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے مانگو۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں
آہستہ آواز سے قرارت کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۰ سے
واضح ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارک میں آنے
والے لفظ اباح کی تفسیر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے فرمانے کے مطابق
جہر ہے، اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ
میں جہر نہیں کیا، اس لحاظ سے نماز جنازہ کے اندر ثناء درود و دُعاء کے
آہستہ آواز سے پڑھنے کا مسنون ہونا ظاہر ہے۔ حضرت امام نووی
شافعی، حضرت ابن قدامۃ حنبلی اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ کے بیانات
سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں دُعاء وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے

پہ اجماع ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔

تنبیہ ۷:- ہم پچھلے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک نماز
جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا بطور حمد و ثناء کے پڑھنا جائز ہے، لہٰذا اگر کوئی
سورۂ فاتحہ ثناء کے ساتھ پڑھنا چاہے تو آہستہ آواز ہی سے پڑھے۔
لیکن آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر
مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل،
قوی، بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ مولوی ابوالحسنات علی محمد سعیدی لکھتے ہیں۔
" دلائل کے لحاظ سے بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل اور قوی
ہے۔"
(فتاویٰ علماء حدیث جلد ۵ ص ۱۵۲)

حافظ احمد صاحب پٹوی لکھتے ہیں۔
" جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت باآواز بلند
پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے۔"
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۵۶)

ملاحظہ فرمائیے: آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت تینوں
دلائل سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے، اللہ
تعالیٰ آہستہ آواز سے دُعاء مانگنے کا حکم دے رہے ہیں، حضرت ابوامامۃ
رضی اللہ عنہ آہستہ آواز سے پڑھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں حضرت
جابر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما
سے بلند آواز سے جنازہ کی نفی ذکر کر رہے ہیں اسی پہ اجماع امت بھی ہے
ان دلائل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اونچی آواز سے جنازہ جائز ہی نہ ہو لیکن غیر
مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے اونچی آواز سے جنازہ پڑھنے کو افضل

وقوی بلکہ سنت قرار دے رہے ہیں۔ غور فرمائیے خدا ورسول کے عمل کے خلاف اور ساری امت کے عمل کے خلاف کوئی عمل افضل ہو سکتا ہے ؟ کیا ایسا عمل جس کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں وہ عمل سنت قرار دیا جا سکتا ہے ؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت کے چاروں طبقوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں سے کوئی بھی اونچی آواز سے جنازہ کا قائل نہیں، تو آیا ایسا عمل جس پر اہل سنت میں سے کسی بھی مسلک کا عمل نہ ہو وہ افضل، قوی اور مسنون ہو سکتا ہے ؟

قارئین محترم اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ایسے عمل کو سنت قرار دینا جس پر چودہ صدیوں سے کسی کا عمل نہیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

یاد رہے کہ صرف شیعہ حضرات نماز جنازہ اونچی آواز سے پڑھتے ہیں اور غیر مقلدین اس عمل میں انکی تقلید کرتے ہیں حرمین شریفین میں بھی نماز جنازہ آہستہ آواز ہی سے پڑھی جاتی ہے۔

کراهة صلوٰة الجنازة فی المسجد

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علیٰ جنازة فی المسجد فلا شیٔ له (ابوداؤد ج ۲ ص۹۸، ابن ماجہ ص۱۱۰، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص۵۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

۲۔ عن صالح مولی التوأمة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلیٰ علیٰ جنازة فی المسجد فلا شیٔ له، قال صالح وادرکت رجالا ممن ادرکوا النبی صلی الله علیه وسلم وابابکر اذا جاؤا فلم یجدوا الا ان یصلوا فی المسجد رجعوا فلم یصلوا،
(منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ج ۱ ص۱۶۵)

حضرت صالح مولی توأمہؒ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے، حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ دیکھا کہ وہ جب نماز جنازہ کے لیے آتے اور انہیں نماز جنازہ کے لیے مسجد کے سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو وہ واپس ہو جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔

۳۔ عن صالح مولی التوأمة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیٔ له قال وکان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تضایق بهم المکان رجعوا ولم یصلوا،
(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص۳۶۴)

حضرت صالح مولیٰ توأمہؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں، حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب نماز جنازہ کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۴۔ عن صالح مولى التوأمة عمن ادرك ابابكر وعمر انهم كانوا اذا تضايق بهم المصلى انصرفوا ولم يصلوا على الجنازة في المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۶۵)

حضرت صالح مولیٰ توأمہؒ ان صحابہ وتابعین سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہے کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۵۔ عن كثير بن عباس قال لَاَعْرِفَنَّ ما صليت على جنازة في المسجد،

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۶۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۶)

حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ (عہد نبوی میں) کسی بھی جنازہ کی نماز مسجد نبوی میں نہیں پڑھی گئی۔

۶۔ عن وائل بن داود قال سمعت قال لما مات ابراهيم بن النبي صلى الله عليه وسلم صلى عليه

رسول الله صلى الله عليه وسلم في المقاعد،

(ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸)

حضرت وائل بن داود فرماتے ہیں کہ میں نے .... سُنا انہوں نے فرمایا کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ نے ان کی نماز جنازہ مقاعد (مصلی جنائز) میں پڑھی۔

۷۔ انبأ ابن جريج قال قلت لنافع أكان ابن عمر يكره ان يصلي وسط القبور قال لقد صلينا على عائشة وام سلمة رضي الله عنهما وسط البقيع والامام يوم صلينا على عائشة رضي الله عنها ابوهريرة رضي الله عنه وحضر ذالك عبد الله بن عمر،

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۳۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۵)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے درمیان میں پڑھی تھی، جب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز پڑھی تو امام حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

۸۔ عن عائشة انها لما توفي سعد بن ابي وقاص ارسل ازواج النبي صلى الله عليه وسلم ان يمروا

بجنازته فی المسجد فیصلین علیه ففعلوا فوقف
به علی حجرهن یصلین علیه ثم اخرج به
من باب الجنائز الذی کان الی المقاعد فبلغهن
ان الناس عابوا ذالك وقالوا ماکانت الجنائز یدخل
بها المسجد فبلغ ذالك عائشةؓ فقالت ما اسرع
الناس الی ان یعیبوا ما لا علم لهم به عابوا
علینا ان یمر بجنازة فی المسجد وما صلی رسول الله
صلی الله علیه وسلم علی سهیل بن بیضاء الا فی
جوف المسجد، (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی (۵۵ھ میں) وفات ہوئی
تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ
لوگ اُن کا جنازہ لے کر مسجد میں سے گزریں تاکہ وہ ان کے لیے
دعا کر سکیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جنازہ انکے حجروں کے
سامنے رکھا گیا، ازواج مطہرات دعا کرتی رہیں پھر باب الجنائز
سے جو مقاعد کی طرف تھا جنازہ لے جایا گیا، ازواج مطہرات کو
یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس فعل کو معیوب سمجھا ہے اور وہ کہہ رہے
ہیں کہ جنازے تو مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے - یہ خبر
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پہنچی - آپ نے فرمایا لوگ کس
قدر جلد اس چیز پر عیب گیری کرنے لگے جس کا انہیں علم نہیں،
انہوں نے جنازے کے مسجد میں گزارے جانے پر ہماری عیب

گیری کی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سہیل بن بیضاؓ
کی نماز جنازہ جوف مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۹- عن ابن ابی ذئب عن المقبری انه رأی حرس
مروان بن الحکم یخرجون الناس من المسجد
یمنعونهم ان یصلوا فیه علی الجنائز،

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳۱)

حضرت ابن ابی ذئب رحمہ اللہ سعید بن ابی سعید مقبری (متوفی ۱۲۵ھ) سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے مروان بن حکم کے سپاہیوں کو لوگوں کو مسجد میں نماز
جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰- عن کثیر بن زید قال نظرت الی حرس عمر بن
عبد العزیز یطردون الناس من المسجد ان یصلی
علی الجنائز فیه، (وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳۱)

حضرت کثیر بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر
بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے سپاہیوں کو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے
سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۱- عن ابن شهاب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
اذا هلك الهالك شهده یصلی علیه حیث یدفن
فلما ثقل رسول الله صلی الله علیه وسلم وبدن
نقل الیه المؤمنون موتاهم فصلی علیهم رسول
الله صلی الله علیه وسلم علی الجنائز عند بیته فی موضع
الجنائز الیوم ولم یزل ذالك جاریا،

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳۲)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع دفن نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھاری ہوگیا (اور آپ کے لیے جانا دشوار ہوگیا) تو صحابہ کرام نے میت کو آپ کے مکان کے قریب ہی لے جانا شروع کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے قریب موضع جنائز میں نماز جنازہ پڑھاتے، یہی دستور آج تک چلا آرہا ہے۔

۱۲- عن ابن شهاب قال حدثني سعيد بن المسيب ان اباهريرة قال ان النبي صلى الله عليه وسلم صفّ بهم بالمصلى فكبر عليه اربعاً (بخاری ج ۱ صـ۱۷۷)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلیٰ جنائز میں لوگوں کی صف بندی کی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

۱۳- عن عبد الله بن عمر ان اليهود جاؤا الى النبي صلى الله عليه وسلم برجل منهم وامرأة زنيا فامر بهما فرجما قريبا من موضع الجنائز عند المسجد،

(بخاری ج ۱ صـ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنے ایک ایسے مرد و عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

بارے میں سنگسار کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہیں موضع جنائز کے قریب مسجد نبوی سے متصل سنگسار کیا گیا۔

قال وقال مالك واكره ان توضع الجنازة في المسجد فان وضعت قرب المسجد للصلوٰة عليها فلا بأس ان يصلي من في المسجد عليها بصلوٰة الامام الذي يصلي عليها اذا ضاق خارج المسجد باهله (المدونة الكبرى ج ۱ صـ۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں، ہاں اگر نماز جنازہ کے لیے مسجد کے قریب جنازہ رکھا جائے تو پھر اس شخص کے لیے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو مسجد میں ہو اور جنازہ پڑھانے والے امام کی اتباع میں جنازہ پڑھے یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مسجد کے باہر کی جگہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے۔

قال محمد لا يصلي على جنازة في المسجد وكذلك بلغنا عن ابي هريرة وموضع الجنازة بالمدينة خارج من المسجد وهو الموضع الذي كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي على الجنازة فيه، (موطا امام محمد صـ۱۶۵)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسے ہی پہنچا ہے ہمیں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ

سے ، مدینہ طیبہ میں موضع جنائز مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے باہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ

" والصواب ما ذکرناه اوّلاً وان سنته وهديه الصلوة على الجنازة خارج المسجد الا لعذر وكلا الامرين جائز والافضل الصلوٰة عليها خارج المسجد"۔ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ج ۱ ص ۱۴۲)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

درست بات وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے الا یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے اور دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوالِ محدثین سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں شروع دور میں یہ دستور تھا کہ جب کسی صحابی کی وفات ہو جاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جا کر موقع دفن نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور تکلیف کا احساس کیا تو انہوں نے میت آپ کے درِ دولت پر لانی شروع کر دی اور آپ

کے گھر کے قریب ایک جگہ تجویز کر لی جہاں میت کو رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی جاتی، آپ تشریف لا کر اس متعین جگہ پر نماز جنازہ پڑھاتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۱ سے واضح ہے۔

(۲) یہ متعین جگہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی مشرقی دیوار کی طرف مسجد سے باہر تھی اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقلاً نماز جنازہ پڑھاتے تھے، اس جگہ کا نام موضع جنائز اور مصلی جنائز تھا، جیسا کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ حبشہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اسی جگہ کے قریب دو زناکار یہودی مرد و عورت کو سنگسار کیا گیا تھا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۱۲-۱۳) سے واضح ہے۔

(۴) اسی موضع جنائز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث (۹) سے ظاہر ہے۔

(۵) جلیل القدر تابعی حضرت ابن شہاب زہریؒ جن کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ہے اسوقت تک مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ اسی موضع جنائز میں پڑھنے کا رواج تھا، جیسا کہ حدیث ۱۱ سے واضح ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے شاید اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملتا، چنانچہ حدیث ۱-۲-۴ سے ظاہر ہے۔

(۷) حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کے مطابق دورِ رسالت میں مسجد نبوی میں کسی بھی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی جیسا کہ حدیث ۵ سے

واضح ہے۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ مسجد سے باہر ہی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو جاتی تھی تو پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرام نماز پڑھے بغیر ہی چلے جاتے تھے مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے اس سلسلہ میں صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کہنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو مسجد میں ان کے حجروں کے پاس دُعا کے لیے لایا گیا تو سب صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ پہلے تو جنازے مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے[1] چنانچہ حدیث ۲-۳-۴-۱ اور ۸ سے واضح ہے۔

---

[1] اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ برہم ہوئیں اور فرمایا لوگ کس قدر جلدی بھول جاتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کے متعلق عرض ہے کہ ابن بیضاء کی نماز جنازہ تو معمول کے مطابق موضع جنائز میں خارج المسجد ہی ہوئی تھی البتہ اس موقع پر جمع ہونے والے لوگ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں آ گئے تھے۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سمجھیں کہ نماز جنازہ مسجد میں ہوئی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تصدیق منقول نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتباہ ہوا ہے ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ جو صحابہ کرام کے درمیان پیش آیا ہو وہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی یاد نہ رہے سارے کے سارے ہی بھول جائیں بصرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو یاد رہے، دوسرے حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ "مجھے خوب معلوم ہے کہ دور

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۹) حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز مسجد سے باہر ہی پڑھی گئی، جیسا کہ حدیث ۸ سے ظاہر ہے۔

(۱۰) صحابہ کرام کے دور میں مروان بن الحکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف سے اس کام کے لیے سپاہی مقرر تھے کہ وہ مسجد کی حفاظت کریں اور کسی کو بھی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے دیں جیسا کہ حدیث ۹-۱۰ سے واضح ہے۔

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ مدونہ کبریٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

(۱۲) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے اس لیے نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا افضل ہے۔

انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر فقہاء کرام بلا عذر شدید مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے، اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے چنانچہ جماعت غرباء اہلحدیث کے مفتی، مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

"کتاب و سنت کی رو سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست بلکہ مسنون ہے"۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۲۵)

"ظفر المبین" کے مؤلف محی الدین لاہوری لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی" یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتباہ ہی ہوا ہے۔

" پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور
اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے "۔

(بلاغ المبین صفحہ ۵۵۴ بحوالہ فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۳۱)

یاد رہے کہ غیر مقلدین کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے ان کے تقریباً سب فتاویٰ میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد نبویؐ سے باہر ایک جگہ مقرر تھی جسے موضع جنائز اور مصلی جنائز کہا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، اسی جگہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی جگہ آپ نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اُن کے زمانے میں اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا دستور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے کو اچھا نہیں سمجھتے اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام موضع جنائز میں جگہ تنگ ہوتی تھی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ مسجد میں لانے کو کہا تو اس پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ پہلے تو جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔ حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ دورِ رسالت میں کسی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی گئی، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی گئی، دورِ صحابہؓ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور مروان بن الحکم نے پہرے دار مقرر کر رکھے

تھے تاکہ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں، ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے لیکن غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔

غور فرمائیے اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے تو پھر

نمبر ۱ : نماز جنازہ کے لیے مدینہ طیبہ میں مسجد سے باہر جگہ کیوں بنائی گئی ؟

نمبر ۲ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوائے ایک واقعہ کے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھانا کیوں منقول نہیں جبکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سینکڑوں جانثار فوت ہوئے ؟

نمبر ۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی حتی کہ اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھائی ؟

نمبر ۴ : صحابہ کرام موضع جنائز میں جگہ تنگ ہونے کے باعث نماز جنازہ پڑھے بغیر کیوں چلے جاتے تھے، مسجد نبوی جو اس کے متصل تھی اس میں کیوں نہیں پڑھ لیتے تھے ؟

نمبر ۵ : ازواج مطہرات کے کہنے سے جب جنازہ مسجد میں لایا گیا تو اس پر صحابہ کرامؓ نے کیوں اعتراض کیا ؟

نمبر ۶ : اور یہ کیوں کہا کہ جنازے تو مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے ؟

نمبر ۷ : سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھی گئی ؟

نمبر ۸ : دورِ صحابہ میں مسجد میں نماز جنازہ سے روکنے کے لیے پہرے دار کیوں مقرر تھے، کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جنہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے انہیں معلوم نہیں

تھا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا تو سنت ہے ؟ انہوں نے سنت قائم کرنے سے روکنے کے لیے پہرےدار کیوں مقرر کئے تھے ۔ ؟

۹ : اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے تو پھر حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیسے فرما دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ دورِ رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی ؟

۱۰ : خیر القرون کے پورے دور میں (سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے جو بامرِ مجبوری مسجد نبوی میں پڑھی گئی تھی) ، اور لوگوں کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں کسی صحیح حدیث سے کیوں ثابت نہیں ؟

۱۱ اگر مسجد میں نماز جنازہ سنت ہے تو پھر امام دار الہجرت حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مسجد میں نماز جنازہ کو کیسے مکروہ قرار دے دیا ؟

۱۲ : علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ کیوں لکھ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت تو نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا ہے اسی لیے افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے ؟

قارئین محترم ان تمام باتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے غیر مقلدین کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو سنت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کتابیات

قرآن کریم

۱ آتش کدۂ ایران : اختر کاشمیری

۲ آثار السنن محمد بن علی النیموی : مکتبہ امدادیہ ملتان

۳ اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین السید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی : دار الکتب العلمیۃ بیروت

۴ اثبات آمین بالجہر (مشمولہ تحصیل الغطیم) مولوی نور حسین گرجاکھی : فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۵ الاجماع ابوبکر بن محمد بن ابراہیم المنذر : دائرۃ المعارف الاسلامیۃ آسیا آباد مکران

۶ احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ مولوی اشرف سلیم : توحید پبلی توحید منزل قلعہ دیدار سنگھ

۷ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان : دار الکتب العربیہ بیروت لبنان

۸ احسن الفتاوٰی مفتی رشید احمد لدھیانوی : ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۹ احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر : ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

۱۰ احیاء علوم الدین ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی : دار المعرفۃ بیروت لبنان

۱۱ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ابو عبد اللہ حسین بن علی الصیمری : مکتبہ عزیزیہ عنایت پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

۱۲ اختلافِ اُمت کا المیہ حکیم فیض عالم صدیقی : جلال تواب کمیٹی جیہران ابو ظہر کیمٹ

ط ۱۱۱ء

۱۳ الاذکار : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی الشافعیؒ

۱۴ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری : المطبعۃ العثمانیہ المصریۃ

۱۵ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب : ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر الاندلسی المالکیؒ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۶ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ : احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعیؒ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۷ اصلی اہل سنت : عبداللہ بہاولپوری ، مسجد دارالسلام اہلحدیث سرے گھاٹ حیدرآباد

۱۸ اصلی حنفی نماز : مولوی طالب الرحمٰن ، شبان اہل سنت ملتان

۱۹ اظہار التحسین فی اخفاء التامین : مولانا حبیب اللہ ڈیروی ، ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۰ الاعتصام (ہفت روزہ) لاہور

۲۱ اعلام الموقعین عن رب العلمین : ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الحنبلیؒ ، دار الفکر بیروت

۲۲ اعلاء السنن : مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی

۲۳ امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں : محمد بن عبداللہ الظاہری ، مکتبۃ الاسلامیۃ کراچی

۲۴ الانصاف (مع ترجمہ وصاف) : الشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ دہلویؒ ، حمدۃ المطابع

۲۵ الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف : ابوبکر بن محمد بن ابراہیم المنذرؒ ، دار طیبۃ الریاض

۲۶ اہلحدیث دہلی (ماہنامہ)

۲۷ اہلحدیث کا مذہب : ثناء اللہ امرتسری ، دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

۲۸ اہلحدیث کے دس مسئلے : ابویحییٰ امام خان نوشہروی ، مکتبہ نذیریہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

۲۹ البحر الرائق شرح کنز الدقائق : الشیخ زین الدین ابن نجیم المصری الحنفیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۳۰ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : ملک العلماء علاءالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ ، " " "

۳۱ بدائع الفوائد : ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیمؒ ، دارالکتاب العربی بیروت

۳۲ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد : ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی المالکیؒ ، المکتبۃ العلمیہ لاہور

۳۳ البدایۃ والنہایۃ : الحافظ عماد الدین ابن کثیر الشافعیؒ ، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۳۴ بدور الاہلۃ من ربط المسائل بالادلۃ : سید صدیق حسن خان نواب ، مطبع شاہجہانی بھوپال

۳۵ بسط الیدین لنیل الفرقدین : علامہ انور شاہ کشمیریؒ ، مجلس علمی ڈھابیل۔

۳۶ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام (مترجم) : احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعیؒ ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

۳۷ البنایۃ فی شرح الہدایۃ : بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفیؒ ، ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

۳۸ بینات (ماہنامہ) کراچی

۳۹ تاریخ ابن خلدون : عبدالرحمان بن محمد بن خلدونؒ

۴۰ تاریخ بغداد : ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ، دارالکتاب العربی بیروت

۴۱ تاریخ جرجان : ابوالقاسم حمزۃ بن یوسف السہمیؒ ، طبع حیدرآباد دکن

۴۲ تحفۃ الاحوذی : عبدالرحمٰن مبارک پوری ، نشر السنۃ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

۴۳ التحقیق الراسخ فی ان احادیث الرفع لیس لہا ناسخ : حافظ محمد گوندلوی ، دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

۴۴ تذکرۃ الحفاظ : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعیؒ ، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

۴۵ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد : مولانا عبدالحی لکھنویؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۴۶ تفسیر القرآن العظیم : الحافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ، دار المعرفۃ بیروت

۴۷ التفسیر الکبیر : فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین الشافعیؒ ، دار الکتب العلمیہ طہران

۴۸ التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل

۴۹ التوحید والسنۃ ۔ فی رد اھل الالحاد والبدعۃ ، قاضی عبدالاحد خانپوری

۵۰ التوضیح عن رکعات التراویح : ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ ، اسلامیہ ٹرسٹ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

۵۱ تیسیر الباری ترجمہ و شرح صحیح بخاری : وحید الزمان حیدر آبادی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۵۲ جامع البیان فی تفسیر القرآن : ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ ، المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر

۵۳ جامع الترمذی : محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۵۴ جامع الصغیر : امام محمد بن حسن الشیبانی الحنفیؒ ، عالم الکتاب بیروت

۵۵ جامع المسانید : ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمیؒ ، المکتبۃ الاسلامیۃ سمندری

۵۶ الجانبان فی تحقیق عدد رکعات قیام رمضان : ہومیو ڈاکٹر محمد بشیر صارم متصل مدرسہ فیض العلوم فقیروالی ضلع بہاولپور

۵۷ جزء رفع الیدین : امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ ، المطبع العلمی دہلی

۵۸ الجسم البلیغ (مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد دوم) : حافظ عنایت اللہ اثری ، جمعیت اہلسنت لاہور

۵۹ الجوھر النقی : علاء الدین بن علی بن عثمان المادرینی المعروف بابن الترکمانی ، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن

۶۰ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفیؒ ، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۶۱ حاشیہ ما لا بد منہ (فارسی) ، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

۶۲ حجۃ اللہ البالغۃ (عربی) : الشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہؒ ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ ۲ شیش محل روڈ لاہور

۶۳ حدیث نماز : عبدالمتین میمن ، الدار الحدیثیہ متصل اہلحدیث منزل نیو مارکیٹ روڈ جھنگ

۶۴ حضرت مولانا داود غزنوی : سید ابوبکر غزنوی ، مکتبہ غزنویہ ۲/۱ شیش محل روڈ، لاہور

۶۵ الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ : سید صدیق حسن خان نواب ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۶۶ حقانیت مسلک اہلحدیث : عبدالرحمن منیر راجووالوی ، منڈی راجووال تحصیل دیپالپور

۶۷ حقیقت الفقہ : محمد یوسف جے پوری ، ادارہ اشاعت دین آف مومن پورہ بمبئی ۱۱

۶۸ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء : ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی ، دار الکتاب العربی بیروت لبنان

۶۹ حیاۃ امام طحاویؒ : مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ

۷۰ الحیاۃ بعد المماۃ : فضل حسین بہاری ، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل

۷۱ حیوٰۃ الحیوان : کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیریؒ ، شرکت مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

۷۲ خطبات شہید اسلام : حبیب الرحمن یزدانی ، سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۷۳ خطبۂ امارت : ابو محمد عبدالستار ، شعبہ تبلیغ جماعت غرباء اہلحدیث بنس روڈ کراچی

۷۴ خلافت راشدہ : حکیم فیض عالم صدیقی

۷۵ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمانؒ : شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۷۶ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ الشافعی

۷۷ الدرر البہیۃ (مع شرح الروضۃ الندیۃ) : محمد بن علی بن محمد الشوکانی ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور

۷۸ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار : محمد علاء الدین الحصکفی الحنفی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۷۹ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور : جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی
المکتبۃ الجعفری طہران

۸۰ دستور المتقی فی احکام النبی : محمد یونس قریشی دہلوی ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس
شیش محل روڈ لاہور

۸۱ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین : مولانا محمد حسن فیض پوری
مطبع مجتبائی بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸۲ الدین لیسر : سید جعفر شاہ پھلواروی ، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

۸۳ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ : ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن الشافعی ، مکتبہ امدادیہ ملتان

۸۴ رد المحتار علی الدر المختار : محمد امین عابدین بن السید الشریف عمر عابدین ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۸۵ رسول اکرم کا طریقہ نماز : مفتی جمیل احمد نذیری ، ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

۸۶ رسول اکرم کی نماز : محمد اسماعیل السلفی ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

۸۷ الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ : سید صدیق حسن خان نواب ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور

۸۸ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الشہیر بابن القیم الحنبلی
دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

۸۹ سبیل الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۹۰ السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ : مولانا عبدالحی لکھنوی ،
سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور

۹۱ سنن ابن ماجہ : ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۲ سنن ابی داود : ابوداود سلیمان بن اشعث السجستانی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۳ سنن دارقطنی : ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور

۹۴ سنن دارمی : ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی

۹۵ السنن الکبریٰ : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ،
مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

۹۶ سنن نسائی : ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۷ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰت المکتوبۃ لمن شاء :
محمد بن عبدالرحمن الزبیدی ، المطبع العلمی دہلی

۹۸ سوانح مولانا نور حسین گرجاکھی : خواجہ عطاء اللہ ایم اے ، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

۹۹ سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اہل الایمان (مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد دوم)
: ابوالشکور عبدالقادر حصاروی ، جمعیت اہل سنت لاہور

۱۰۰ سیر اعلام النبلاء : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی ،
مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان

۱۰۱ سیرت البخاری : عبدالسلام مبارکپوری ، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۰۲ سیرت النعمان : علامہ شبلی نعمانی ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۱۰۳ السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم : فقیر محمد جہلمی ، سراج المطابع جہلم

۱۰۴ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک : سید محمد الزرقانی ،
مطبعۃ الاستقامۃ قاہرۃ مصر

۱۰۵ شرح معانی الآثار : ابوجعفر احمد بن محمد بن سلمۃ بن سلامۃ الطحاوی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۶ شرح النقایۃ : علی بن سلطان محمد القاری ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۷ شعب الایمان : ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

۱۰۸ صحیح ابن خزیمۃ : ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہؒ ، المکتب الاسلامی بیروت لبنان

۱۰۹ صحیح البخاری : ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ بن بردزبۃ البخاریؒ ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۰ الصحیح لمسلم : ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوریؒ ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۱ صدیقۂ کائنات : حکیم فیض عالم صدیقی

۱۱۲ صلوٰۃ الرسول : حکیم صادق سیالکوٹیؒ ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۱۳ صلوٰۃ النبی : خالد گرجاکھی ، ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ

۱۱۴ عرف الجادی من جنان هدی الهادی : میر نورالحسن خان نواب ،
جمعیت اہلسنت لاہور

۱۱۵ علماء احناف اور تحریک مجاہدین : پروفیسر محمد مبارک

۱۱۶ عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح وقایۃ : مولانا عبدالحی لکھنویؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۷ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری : بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفیؒ
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۱۱۸ عمل الیوم واللیلۃ : ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق السنیؒ ، مکتبۃ التراث الاسلامی بجوار ادارۃ مصر

۱۱۹ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود : شمس الحق عظیم آبادی ،
المطبع الانصاری دہلی

۱۲۰ غنیۃ الطالبین (مترجم اردو عربی) : الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلیؒ ،
مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۱۲۱ غنیۃ الطالبین (مترجم اردو عربی) : الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلیؒ ،
کتب خانہ سعودیہ حدیث منزل بنس روڈ کراچی

۱۲۲ الغنیۃ لطالبی طریق الحق (عربی) : الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنبلیؒ ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر

۱۲۳ فتاوٰی امدادیہ : مولانا اشرف علی تھانویؒ ، مکتبہ دارالعلوم کراچی

۱۲۴ فتاوٰی اہلحدیث : حافظ عبداللہ روپڑی ، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ
ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

۱۲۵ فتاوٰی برکاتیہ : ابوالبرکات احمد ، جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ

۱۲۶ فتاوٰی ثنائیہ : ثناء اللہ امرتسری ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۲ شیش محل روڈ لاہور

۱۲۷ فتاوٰی دارالعلوم : مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی ، مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۲۸ فتاوٰی ستاریہ : ابومحمد عبدالستار دہلوی ، مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم ۱۰ کراچی

۱۲۹ فتاوٰی علماء حدیث : ابوالحسنات علی محمد سعیدی ، مکتبہ سعیدیہ خانیوال

۱۳۰ فتاوٰی قاضی خان : فخرالدین حسن بن منصور اوزجندی الحنفیؒ

۱۳۱ الفتاوٰی الکبرٰی : ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیۃ الحنبلیؒ
دارالمعرفۃ بیروت

۱۳۲ فتاوٰی نذیریہ : میاں نذیر حسین دہلوی ، ادارہ نورالایمان ۲۱۲۱ اجمیری گیٹ دہلی

۱۳۳ فتوٰی امام ربانی برمرزا غلام احمد قادیانی : عبدالحق خان بشیر ،
مکتبہ مدنیہ اردو بازار گوجرانوالہ

۱۳۴ فتح الباری بشرح البخاری : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی
الحلبی مصر

۱۳۵ فتح القدیر للعاجز الفقیر : کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفیؒ ،
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۱۳۶ فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین : محمد منصور علی بن محمد حسن علی مرادآبادیؒ
مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ گوجرانوالہ

۱۳۷ فردوس الاخبار : حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمیؒ ، دارالکتاب العربی بیروت

۱۳۸ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ : عبدالرحمن الجزیریؒ ، داراحیاء التراث العربی بیروت

۱۳۹ فیصلہ رفع یدین (مشمولہ استیصال التقلید) : مولوی عبدالعزیز ملتانی ، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۴۰ قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین : مولوی نور حسین گرجاکھی ، ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ گوجرانوالہ

۱۴۱ قیام اللیل : ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزیؒ ، مطبع رفاہ عام لاہور

۱۴۲ الکامل فی ضعفاء الرجال : ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانیؒ ، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل

۱۴۳ کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت ابی یوسف القاضیؒ ، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل

۱۴۴ کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام محمد بن حسن الشیبانیؒ ، مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۴۵ کتاب الام : ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ ، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ شارع صنادقیہ ازہر مصر

۱۴۶ کتاب الحجۃ علی اهل المدینۃ : امام محمد بن حسن الشیبانیؒ ، دارالمعارف النعمانیۃ جامعہ خیر لاہور

۱۴۷ کتاب الزہد والرقائق : شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک المروزیؒ ، مجلس احیاء المعارف مالیگاؤں ناسک الہند

۱۴۸ کتاب القراءۃ : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ ، ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ

۱۴۹ کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستۃ : نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ ، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان

۱۵۰ کشف الحجاب (مع تتمہ) : قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی ، مطبع حسینی دہلی ۱۳۰۵ھ

۱۵۱ کنز الحقائق : وحید الزماں حیدرآبادی ، جمعیۃ اہلسنت لاہور

۱۵۲ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال : العلامۃ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندیؒ ، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

۱۵۳ لغات الحدیث (اردو) : وحید الزماں حیدرآبادی ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۵۴ ماثبت من السنّۃ فی ایام السنۃ : الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ، دارالاشاعت کراچی

۱۵۵ مآثر صدیقی : سید علی حسن خان ، جمعیت اہل سنت لاہور

۱۵۶ المبسوط : محمد بن احمد بن ابی سہل ابوبکر شمس الائمۃ السرخسیؒ ، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۱۵۷ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ ، دارالکتاب العربی بیروت

۱۵۸ المجموع شرح المہذب : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ ، المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ

۱۵۹ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ، طبع سعودیہ

۱۶۰ مجموعہ رسائل مکمل نماز و ہدایۃ النبی ، طبع کراچی

۱۶۱ المحلیٰ : ابومحمد علی بن حزم الظاہری ، مطبعۃ الامام ۱۳ شارع قرقول مصر

۱۶۲ مختصر المزنی (ملحق بہ کتاب الام) ، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ مصر

۱۶۳ المدخل : محمد بن محمد عبدریؒ المعروف بابن الحاج ، دارالکتاب العربی بیروت

۱۶۴ المدونۃ الکبریٰ : امام مالک بن انسؒ ، مطبع السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۱۶۵ المراسیل (ملحق بہ سنن ابی داود) : سلیمان بن اشعث السجستانیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۶۶ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر

۱۶۷ المرقات : فضل امام خیرآبادی ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۶۸ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح : علی بن سلطان محمد القاری الحنفیؒ ، مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۶۹ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث : ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم، مکتبۃ النصر الحدیثۃ نشر ریاض

۱۷۰ المسند : ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدیؒ عـ المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ

۱۷۱ مسند ابی عوانۃ : ابوعوانہ یعقوب بن اسحق الاسفرائینیؒ، دار المعرفۃ بیروت لبنان

۱۷۲ مسند ابی یعلی الموصلی : الحافظ احمد بن علی بن المثنی التمیمی، دار المامون للتراث بیروت

۱۷۳ مسند الامام احمد بن حنبل : دار الفکر بیروت لبنان

۱۷۴ مسند الامام ابی عبد اللہ الشافعی ، دار الکتب العلمیۃ بیروت

۱۷۵ (المنتخب من) مسند عبد بن حمید : ابومحمد عبد بن حمیدؒ ، مکتبۃ السنۃ قاہرہ مصر

۱۷۶ مسوّی مصفّی شرح مؤطا امام مالک : الشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہؒ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل کراچی

۱۷۷ المصنّف : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃؒ، ادارۃ القرآن دار العلوم الاسلامیۃ کراچی

۱۷۸ المصنف : ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانیؒ، مجلس علمی ڈھابیل ہندوستان

۱۷۹ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار : ابوالمحاسن یوسف بن موسی الحنفی، دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد دکن

۱۸۰ المعجم الصغیر : ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ، شرکۃ معمل ومطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق

المعجم الکبیر : ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ، شرکۃ معمل ومطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق

۱۸۲ معرفۃ السنن والآثار : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ، جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ کراچی

۱۸۳ المغنی : ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الحنبلیؒ، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ریاض

۱۸۴ المقاصد الحسنۃ : شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السخاوی م ۹۰۲ھ

۱۸۵ مقدمۃ کتاب التعلیم : مسعود بن شیبۃ سندی ، لجنۃ احیاء الادب السندی حیدرآباد پاکستان

۱۸۶ مناقب ابی حنیفۃ : حافظ الدین بن محمد المعروف بالکردریؒ ، دار الکتاب العربی بیروت لبنان

۱۸۷ مناقب ابی حنیفۃ : صدر الائمۃ موفق بن احمد المکیؒ ، دار الکتاب العربی بیروت، لبنان

۱۸۸ مناقب الامام ابی حنیفۃ : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۸۹ مناقب الامام الاعظم (ذیل الجواہر المضیئۃ): علی بن سلطان محمد القاریؒ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد دکن

۱۹۰ منتخب کنز العمال (برمسند احمد)

۱۹۱ منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار (مع شرح) : ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی مصر

۱۹۲ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داود ، المکتبۃ الاسلامیہ بیروت لبنان

۱۹۳ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان : نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ ، المطبعۃ السلفیہ ومکتبہا روضۃ

۱۹۴ میزان المتکلمین : مولوی اشرف سلیم ، مکتبۃ تعمیر انسانیت قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ

۱۹۵ نزل الابرار من فقہ النبی المختار : وحید الزماں حیدرآبادی ، جمعیت اہلسنت لاہور

۱۹۶ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ : جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعیؒ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ ۲ شیش محل روڈ لاہور

۱۹۷ نصب العمود فی مسألۃ تجافی المرأۃ فی الرکوع والسجود والقعود : ابومحمد عبدالحق الہاشمی ، المطبعۃ العربیۃ الحدیثۃ القاہرہ.

۱۹۸ نوادرات : اسلم جیراجپوری

۱۹۹ نور الانوار : الشیخ احمدؒ المعروف بملاجیون ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۲۰۰ نور الایضاح (مع شرح) : حسن بن عمار بن علی الشرنبلالیؒ ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر

۲۰۱ نووی شرح مسلم : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواویؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۲۰۲ النہج المقبول من شرائع الرسول : میر نور الحسن خان : نواب

۲۰۳ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار : محمد بن علی بن محمد الشوکانی ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی مصر

۲۰۴ وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ : نور الدین علی بن احمد السمہودیؒ ،
مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر

۲۰۵ ہدایۃ : برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانیؒ ،
مکتبۃ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

۲۰۶ ہدایۃ المستفید اردو ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید : عطاء اللہ ثاقب ،
مکتبۃ الدعوۃ الاسلامیہ پاکستان

۲۰۷ ہدیۃ المہدی : وحید الزمان حیدر آبادی ، جمعیت اہلسنت لاہور

۲۰۸ ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ،
شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر

فوٹو میں نیچے سے پانچویں حدیث کے آخر میں غور سے دیکھئے کہ و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع کے بعد ولا یرفع ولا بین السجدتین ہے یا نہیں۔

۷۷

[illegible]

احادیث عبد اللہ بن عمر بن الخطاب

[illegible]

میاں نذیر حسین صاحب کے شاگردوں کے قلم سے لکھے ہوئے مسند حمیدی کے قلمی نسخے کے ایک صفحہ کا عکس

تخفيف الصلاة ه حدثنا الصغاني وابن ابي الدنيا قالا ثنا عبيد الله بن عمر القواريري قال
ثنا حماد بن زيد قال ثنا عبد العزيز عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتجوز في الصلاة
ويتم ه حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا حجاج عن شعبة عن قتادة عن انس قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم من اخف الناس صلاة في تمام ه حدثنا ابن ابي رجاء قال ثنا وكيع قال ثنا
ابن ابي عروبة وهشام الدستوائي عن قتادة عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخف
الناس صلاة في تمام ه حدثنا احمد بن محمد بن ابي بكر المقدمي بصري قال ثنا عبد الله
ابي الله بكر العتكي قال ثنا شعبة عن قتادة عن انس بن مالك قال ما رايت احدا اخف [illegible] اوجز
صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام ه حدثنا عمار بن رجاء قال ثنا الجعفي
قال ثنا زائدة عن المختار عن انس قال ما صليت مع احد اتم صلاة واوجز من النبي صلى الله
عليه وسلم ه حدثنا عبد الله بن سعيد بن كثير بن عفير قال ثنا ابي قال ثنا سليمان بن بلال
قال حدثني شريك بن عبد الله بن ابي نمر عن انس بن مالك قال ما صليت وراء امام قط اخف صلاة
ولا اتم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة [illegible]
حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا ابو داود قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال ما صليت خلف احد اخف صلاة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام [illegible] صلاة ابي بكر متقاربة [illegible] حدثنا [illegible]

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع راسه من الركوع وانه لا يرفع بين السجدتين ه
حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا
سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح
الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما
يرفع راسه من الركوع فلا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد
حدثنا الربيع بن سليمان قال ثنا الشافعي قال ثنا ابن عيينة بنحوه [illegible]
[illegible]
صلى الله عليه وسلم بمثله ه حدثنا [illegible]

غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام میں شائع ہونے والے صحیح ابی عوانہ کے
قلمی نسخے کے ایک صفحہ کا عکس